مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۱۳ر جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۸ء

آج کے ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اَمَّا بَعْد

عرض یہ ہے کہ عام طور پر کہا جاتا ہے ۔ اور مَیں بھی اکثر کہا کرتا ہوں کہ :

سب کچھ بننا ہے آسان اور سب سے مشکل بننا ہے انسان

انسانیت کا سانچہ یہی ہے ۔ انسانیت اگر آئیگی تو اسی میں آئیگی ۔ گائے ، بھینس اور بکری کے سانچہ میں انسانیت نہیں آئیگی۔ انسان کو انسان اللہ والے بناتے ہیں ۔ بشرطیکہ ان کی صحبت میں عقیدت ۔ ادب اور اطاعت بمدت مدیدہ تک رہے ۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو صحیح معنوں میں انسان بنا کر اس دُنیا سے اُٹھائے ۔ آمین یا الٰہ العالمین ۔ اُوْصِیْ نَفْسِیْ اَوَّلًا وَّ اِیَّاکُمْ بَعْدَہٗ (ترجمہ ۔ مَیں پہلے اپنے آپ سے اور اس کے بعد آپ سے کہتا ہوں ۔ کہ) انسان بننے کے لئے پہلے انسانیت کے پروگرام کو سمجھنے اور پھر اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ انسانیت کا پروگرام ہے قرآن ۔ دو آیتوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے پروگرام کا اعلان اس طرح فرمایا گیا ہے ۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ج وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ٥

سورہ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

(ترجمہ ۔ کہہ دو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے ۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا ۔ اور مَیں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں)

آج مَیں انہی آیتوں کی روشنی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے فرما رہے ہیں ۔ کہ آپ یہ اعلان فرما دیجئے کہ میری نماز ۔ میری عبادت کے سب کام ۔ بلکہ میری زندگی اور موت سب اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں ۔

انسان تب انسان بنتا ہے ۔ جب اس پروگرام پر عمل کرے ۔ یہ حضور انورؐ کی ذاتِ اقدس کے متعلق اعلان ہو رہا ہے ۔ اور آپ کو ہمارے لئے نمونہ بنا کر ہمیں آپ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے ۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ٥ سورہ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱

ترجمہ ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ ؐ میں اچھا نمونہ ہے ۔ جو اللہ اور قیامت کی اُمید رکھتا ہے ۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے ۔

حضورؐ کے متعلق اعلان ہے ۔ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ جب سب سے پہلے مسلمان کی مبارک زندگی کا یہ پروگرام ہے تو اس کے یہ معنی ہُوئے کہ ہر مسلمان کی زندگی کا یہی پروگرام ہونا چاہیئے ۔

اس پروگرام کے مطابق انسان کو اپنے وجود کے اندر اپنے ارادے سے تصرف کرنے کا حق نہیں رہتا ۔ بلکہ اس کا ہر عملِ حیات اللہ تعالےٰ کی رضا کے ماتحت ہو جانا چاہیئے اللہ تعالےٰ کا ارادہ ہمارا حال بن جائے ۔ اسی کا ارادہ ہمارے وجود کے لئے محرک بن جائے۔ وہی ہمیں کھلائے پلائے اور وُہی ہمیں اُٹھائے بٹھائے ۔ اس آئینہ میں مُنہ دیکھئے ۔ کتنے ہیں ۔ جن کو یہ نعمت نصیب ہے ۔ ایسے خوش قسمت بہت کم انسان ہونگے جن کا یہ حال ہو ۔ تربیت کے بعد یہ نعمت نصیب ہوتی ہے ۔ تربیت کے بغیر ان باتوں کی سمجھ بھی نہیں آتی ۔ پہلے انسان کا اپنا ارادہ اس کے ہر کام میں کار فرما ہوتا ہے ۔ جب اس کی تربیت ہو جاتی ہے ۔ تو پھر اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے ہر کام کرتا ہے ۔ یہی ہے للہ رب العالمین ۔

مَیں نے جو کچھ عرض کیا ہے ۔ اس کو آپ میں سے اکثر پڑھے لکھے تو سمجھ گئے ہونگے ۔ کئی ایسے بھی ہونگے ۔ جو نہ سمجھ سکے ہوں ۔ اس لئے اس کو ذرا وضاحت سے عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ اکثر مسلمانوں کی زبان سے آپ اس قسم کے الفاظ سُنیں گے ۔ بڑی بھوک لگی ہے ۔ بڑی نیند آئی ہے ۔ دوکان پر جانا ہے ۔ وقت ہو گیا ہے ۔ تھک گئے ہیں ۔ بیوی کہتی ہے عید آ رہی ہے ۔ بچوّں کے لئے کپڑا لانا ہے ۔ اللہ تعالےٰ کا نام

بھی کہیں آتا ہے۔ حالانکہ کھانا اس نیّت سے کھانا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کی توفیق ہو۔ سونا اس لئے چاہیئے۔ کہ دماغ کی تکان دُور ہو جائے۔ تاکہ دماغ تازہ ہونے کے بعد اللہ تعالےٰ کی یاد میں سُستی نہ ہونے پائے۔ بیوی بچوں کو عید کے موقعہ پر اس لئے کپڑے بنوا دیئے جائیں تاکہ ان کے حقوق ادا کرنے سے اللہ تعالےٰ راضی ہو جائے۔ اس نیت سے ہر کام کرنا انسان کے فرائضِ انسانیت میں سے ہے۔ جب تک انسان اس درجہ پر پہنچ نہ جائے وہ صحیح معنی میں انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اسی لئے کہا کرتا ہوں۔ انسان بننا سب سے مشکل ہے۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے ہر نقل و حرکت کرے۔ اور یہ حال بن جائے۔ گائے، بھینس اور دوسرے حیوان اپنے ارادہ سے نقل و حرکت کرتے ہیں کہیں گھاس نظر آیا تو اس طرف چل پڑے۔ پانی دیکھا تو اس طرف رُخ کر لیا۔ اگر انسان بھی اپنے ہی ارادہ سے نقل و حرکت کرتا ہے تو یہ بھی حیوان رہے گا۔ انسانیت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مرضی کے بغیر کوئی نقل و حرکت نہ ہونے پائے۔ حتیٰ کہ موت بھی آئے تو اسی راستہ پر چلتے ہوئے آئے۔ جب تکمیل ہوگی تب انسان انسان بنے گا۔ یہ پہلا درجہ ہے۔ اور اس میں ہی سب فیل ہیں۔ شادی اور موت میں بھاجی ہوتی ہے۔ حجام آکر اطلاع دے جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص مر گیا ہے۔ کسی کے ہاں شادی اور موت کے لئے ہم اس لئے جاتے ہیں کہ وہ بھی آئے تھے۔ اللہ تعالےٰ کا کہیں نام نہیں آتا۔ یہ حیوانیت کا درجہ ہے۔ حاجی شمس الدین مرحوم دہلی دروازہ کے باہر بھوسہ کی دوکان کرتے تھے۔ میں ان کے لئے دل سے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کو غریقِ رحمت فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ ایک جنازہ کے ساتھ ہم دونوں گئے۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ حاجی صاحب! ان کے جنازہ کے ساتھ جانے اور نماز جنازہ پڑھنے کا میّت کو ثواب ملتا ہے۔ جو اللہ واسطے آتے ہیں۔ بھاجی کے طور پر جنازہ کے ساتھ جانا اور نمازِ جنازہ پڑھنا اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں نہ قبول ہوتے ہیں اور نہ ان کا میّت کو ثواب ملتا ہے۔ حاجی صاحب نے جواب دیا کہ سب بھاجی کے طور پر ہی آتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحؒ کا واقعہ عرض کرتا ہوں۔ وہ حضرت امروٹیؒ کے خلیفہ تھے۔ اور ملازم صحبت رہے تھے۔ ایک دفعہ حضرتؒ خیر پور میرس کے قریب ایک جگہ تشریف لے گئے۔ جماعت ساتھ تھی۔ خیر پور میرس میں ایک پُرانا قلعہ ہے۔ سب جماعت حضرتؒ سے اجازت لے کر قلعہ دیکھنے گئی۔ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ نہیں گئے۔ جب حضرتؒ کو اس کا علم ہُوا تو آپؒ نے مولانا عبدالعزیز صاحبؒ سے پوچھا۔ عبدالعزیز! تم کیوں نہیں گئے؟ انہوں نے عرض کی کہ حضرت! نیت سمجھ میں نہیں آئی۔ لاہور میں جب پہلی مرتبہ بڑی نمائش لگی تو میں دیکھنے کے لئے نہیں گیا۔ کیونکہ اس وقت صحیح کوئی نیت سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ دوسری مرتبہ اللہ تعالےٰ نے نیت سُجھا دی۔ تو میں دیکھنے چلا گیا۔ نیت یہ بنائی کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے کرشمے دیکھنے چاہئیں۔

انسان تو اللہ والے بناتے ہیں۔ بشرطیکہ عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے مدت مدیدہ تک ان کی صحبت میں رہے پھر انسان کی ہر نقل و حرکت اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے ہوتی ہے۔ اور یہی حضورِ انورؐ کا اتباع ہے۔ کیونکہ آپؐ کی زندگی کا بھی یہی نصب العین ہے۔ سُننے سے یہ رنگ نہیں چڑھتا ہے۔ صحبت میں رنگ چڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے بہ تکلف نقل و حرکت نہ کی جائے۔ بلکہ طبیعت ثانیہ بن جائے۔ پھر دل میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ یہ دوسرا درجہ ہے بعض مسلمان باجے اس لئے نہیں بجاتے کہ مولوی صاحب نے کہہ رکھا ہے کہ میں نکاح نہیں پڑھونگا۔ کسی برہمن کو بُلا لینا۔ یہ باجے بند کرنا بامر مجبوری ہے اور یہ غلط ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے کہ خوشی سے خلافِ شریعت رسوم کو ترک کرے۔ اور پھر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرے۔ کہ اس نے اپنی مرضی کے مطابق قدم اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (سورہ الحدید رکوع ۳ پارہ ۲۷)
ترجمہ۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وُہ جسے چاہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ جب یہ رنگ پیدا ہو جائیگا۔ تب انسان بنیں گے۔ یہ پہلا درجہ ہے۔

اگر یہ درجہ حاصل نہیں تو پھر انسان نہیں بلکہ دو ٹانگوں والے حیوان ہوں گے۔ اس معنی میں آج کل سو میں سے ایک بھی انسان نہیں ہے۔ دو سو میں سے بھی ایک نہیں۔ تین سو میں ایک نہیں چار سو میں سے ایک نہیں۔ شاید پانچ سو میں سے ایک ہو۔ یہ بھی غنیمت ہے۔

دو درجے عرض کر چکا ہوں۔ تیسرے درجہ کا ذکر حضورِ انورؐ کے اس ارشاد میں آتا ہے۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ غَنْمٍ وَّ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُاُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ الحدیث (ترجمہ۔ عبدالرحمٰنؓ ابن غنم اور اسماءؓ بنت یزید سے روایت ہے۔ کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھا جائے۔ تو اللہ تعالےٰ یاد آئے۔)

یہ صاحب استقامت ہیں ان کی صحبت میں جو پہنچ گیا ان کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کی مخالفت کی مجال نہ ہوگی۔

اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھئے۔ کہ آپ تینوں میں سے کونسے درجہ میں ہیں۔ اگر دس کام اللہ تعالےٰ کی رضاء کے لئے کئے اور ایک کام اس کی مرضی کے خلاف کیا تو آپ فرمانبرداروں کی فہرست میں شمار کئے جائینگے۔ جس طرح دودھ کا گھڑا بھرا ہُوا ہو۔ اگر اس میں ایک قطرہ پیشاب کا پڑ جائے تو سارا پلید ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس درجۂ کمال پر پہنچائے کہ نفس کبھی دھوکہ نہ دینے پائے۔ کہیں ٹھوکر نہ کھانے پائے۔ اس درجہ پر پہنچیں گے تو انسان بنیں گے۔ انسان کو انسانیت کے درجہ سے گرانے کے لئے اس کے دو بڑے دشمن تو نفس امارہ اور شیطان ہیں۔ ان کے علاوہ اس کے اور دشمن بھی ہیں۔ دو کا ذکر اس آیت میں ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ الآیہ (سورہ التغابن رکوع ۲ پارہ ۲۸)
ترجمہ۔ (اے ایمان والو بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو۔)

جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے اور ہمیں انسان بن کر دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

اخلاص کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ ۔ عرض یہ ہے کہ اس مجلس میں مل بیٹھنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس دُنیا کی زندگی میں اپنا ظاہر اور باطن اس کی (اللہ تعالےٰ کی) مرضی کے مطابق بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

ہر چیز کی ایک صورت ہوتی ہے۔ اور ایک سیرت ہوتی ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ کسی چیز کا جو نام ہے اس کی صورت اور سیرت بھی اسی کے مطابق ہو تو آپ پسند کرتے ہیں۔ مثلاً آپ گھڑی خرید کر تب لاتے ہیں جب اس کی صورت بھی گھڑی والی ہو۔ یعنی دو سوئیاں ہوں۔ ڈائل ہو جس پر ایک سے بارہ تک ہندسے چھپے ہوئے ہوں۔ ساتھ ہی سیرت بھی گھڑی والی ہو۔ یعنی وقت بھی ٹھیک دے۔ دو آنے کی بھی تو گھڑی ملتی ہے۔ جو چھوٹے بچے خرید کر کلائی پر باندھ لیتے ہیں۔ اس کی صورت تو گھڑی کی ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ سیرت گھڑی کی نہیں۔ اس لئے یہ گھڑی نہیں بلکہ بچوں کا کھیل ہے۔ یا آپ آم خرید کر تب لاتے ہیں۔ جب اس کی صورت اور سیرت بھی آم والی ہو۔ لیکن اگر صورت تو آم والی ہو لیکن سیرت نہ ہو تو آپ ہرگز نہیں خریدینگے۔ کبھی مصنوعی آم بھی آپ مہمانوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ لاہور میں ایسے کاریگر موجود ہیں۔ جو مٹی کے آم بناتے ہیں۔ اگر چالیس اصلی اور دس نقلی آم رکھ دیئے جائیں۔ تو آپ نہیں پہچان سکیں گے۔

گویا کہ جس کام کے لئے کوئی چیز بنائی گئی ہے۔ اس کی صورت بھی اسی کی ہو اور سیرت بھی اسی کی ہو۔ تب آپ اس کو پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح انسان کی بھی ایک صورت ہے۔ اور ایک سیرت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہر انسان کو صورت تو انسانیت کی عطا فرمائی ہے۔ سیرت بھی انسانیت کی ہو۔ تو اللہ تعالےٰ اس قسم کے انسان کو پسند فرماتے ہیں۔

انسانی سیرت کی تفصیل قرآن مجید بتلاتا ہے۔ اور اس کا عملی نمونہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ آپؐ کی صحبت جس کو نصیب ہوگئی۔ اور وہ عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے آپ کے دامن سے وابستہ رہا۔ وہ صحیح معنوں میں انسان بن گیا۔ اب اولیاءِ کرام کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے سے انسانی سیرت پیدا ہوتی ہے۔ مَیں دعوے سے کہتا ہوں۔ کہ جس دن ہمارے علماءِ کرام دستارِ فضیلت باندھ کر آتے ہیں۔ ان میں یعلمھم الکتاب کی استعداد تو پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن ان میں سو میں سے سو یزکیھم کے اعتبار سے صفر محض ہوتے ہیں۔ یزکیھم کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ذریعہ سے دوسرے لوگ امراض رُوحانی سے شفا پائیں مثلاً حسد۔ کبر۔ عجب۔ ریاء سے لوگوں کے قلوب پاک ہو جائیں۔ جس دن دستارِ فضیلت باندھتے ہیں اس دن وہ خود بھی ان امراض رُوحانی سے شفایاب نہیں ہوتے۔ چہ جائیکہ دوسرے لوگ ان کی صحبت کی برکت سے ان امراض رُوحانی سے شفا پائیں۔ وہ تزکیہ کے لفظ سے تو آشنا ہوتے ہیں۔ لیکن اس کا رنگ تب ان پر چڑھتا ہے۔ جب کسی اللہ والے کی صحبت نصیب ہوتی ہے۔

آپ کو اللہ تعالےٰ یہاں لاتے ہیں تو سوچا کیجئے۔ کہ یہاں آنے کے بعد اصلاح ہوئی ہے یا نہیں۔ بارش جب زمین پر برستی ہے تو مٹی سے درخت اور سبزیاں اُگتی ہیں۔ لیکن وُہی بارش جب پتھر پر برستی ہے تو پانی بہ جاتا ہے۔ نہ درخت اُگتے ہیں نہ سبزیاں۔ آپ کو غلط فہمی نہ ہونے پائے۔ پہاڑوں میں جو درخت اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں وہ در اصل زمین میں پیدا ہوتی ہیں۔ پتھروں میں پیدا نہیں ہوتیں پتھروں کے درمیان اللہ تعالےٰ نے مٹی بھی پیدا کر رکھی ہے۔

اس اجتماع کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ میری اور آپ کی صورت بھی انسانیت کی اور سیرت بھی انسانیت کی بنا دیں۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ صورت تو کھری چیز کی ہو۔ لیکن سیرت کھوٹی کی ہو۔ اسی طرح انسانوں میں بعض کھوٹے اور بعض کھرے ہوتے ہیں۔ خالی سُننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ منافق بھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے قرآن مجید سُنتے تھے۔ لیکن ان کو سُننے سے کچھ فائدہ نہ ہُوا۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ وہ اپنی اصلاح کے لئے نہیں سُنتے تھے۔ بلکہ یہود کا آلۂ کار بن کر سُننے کے لئے آتے ہیں۔ (سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ لَمْ یَاْتُوْکَ ط الآیہ سورہ المائدہ ع ۶ پ ۶

ترجمہ۔ جھُوٹ بولنے کے لئے جاسوسی کرتے ہیں۔ وہ دوسری جماعت کے جاسوس ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئی۔) اگر صورت انسانیت کی ہے۔ لیکن سیرت انسانیت کی نہیں۔ تو اللہ تعالےٰ کے ہاں ایسا انسان مردود ہے۔ انسانیت کے لئے آخرت میں اللہ تعالےٰ نے جو مقام بنایا ہے۔ اس کا نام جنّت ہے۔ اگر سیرت انسانیت کی نہیں تو ایسے انسان کے لئے جنّت نہیں ہے۔

سیرت کیسی ہونی چاہئے؟

اس کی تفصیل قرآن مجید بتلاتا ہے۔ اور اس کا عملی نمونہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جیسے آپ کو فقط صورت پسند نہیں۔ آپ صورت کے ساتھ سیرت بھی چاہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو بھی انسان اور اس کے کسی عمل کی فقط صورت پسند نہیں بلکہ ساتھ سیرت بھی چاہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مطلق دین نہیں چاہتے۔ بلکہ دین خالص چاہتے ہیں۔ (اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط)

سورہ الزمر رکوع ۱ پ ۲۳

ترجمہ۔ خبردار! خالص فرمانبرداری اللہ ہی کے لئے ہے + نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ یہی حکم دیتے ہیں۔ (فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ۝)

سورہ الزمر رکوع ۱ پارہ ۲۳

(ترجمہ۔ پس آپ خالص اللہ ہی کی فرمانبرداری مدِنظر رکھ کر اس کی عبادت کریں)

مخلوط بالشرک اور مخلوط بالبدعات دین اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول نہیں۔ مطلق نماز ہو۔ مطلق روزہ ہو مطلق زکوٰۃ اور صدقاتُ خیرات ہوں۔ اور مطلق حج ہو تو ان میں سے کوئی عبادت اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول نہیں۔ اگر اخلاص نہیں تو کسی عمل کی کوئی

قیمت نہیں۔

انگریز کے زمانہ میں سی آئی ڈی والے حج کے لئے جاتے تھے۔ احرام بھی باندھتے تھے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ بھی پڑھتے تھے۔ لیکن انگریز کی طرف سے کسی بندۂ خدا کی ڈائری لکھنے کے لئے جاتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کے لئے حج کرنے نہیں جاتے تھے۔ اس لئے ان کے حج کی اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں۔ ان کو انگریز تنخواہ کے علاوہ اوورسیز (OVERSEAS) الاؤنس دیتا تھا۔

حضور انورؒ اپنے ایک ارشاد میں فرماتے ہیں کہ عالم۔ شہید اور سخی اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اس حدیث کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا۔ سب سے پہلا شخص جس پر قیامت کے دن حکم لگایا جائے گا۔ وہ شخص ہوگا جو شہید کیا گیا ہوگا۔ پس اس کو میدانِ قیامت میں لایا جائے گا۔ اور اللہ تعالےٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائیگا اور وہ سب اُس کو یاد آجائیں گی۔ پھر اللہ تعالےٰ فرمائے گا تونے ان نعمتوں کے شکریہ میں کیا کام کیا۔ وہ کہے گا میں تیری راہ میں لڑا۔ یہاں تک کہ شہید کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ تُو تو اس لئے لڑا تھا کہ لوگ تجھ کو بہادر کہیں۔ چنانچہ تجھ کو بہادر کہا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا اس کو مُنہ کے بل کھینچا جائے۔ اور دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ پھر وہ شخص ہوگا جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا۔ پس اُس کو اللہ تعالےٰ کے حضور میں لایا جائے گا۔ اور اللہ تعالےٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ اُن کو یاد کرے گا۔ پھر اللہ تعالےٰ اُس سے پُوچھے گا۔ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ کیونکر ادا کیا۔ وہ کہے گا۔ مَیں نے علم سیکھا دوسروں کو سکھایا اور تیرے ہی لئے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ تُو نے تو علم اس لئے سیکھا تھا کہ لوگ تجھ کو عالم کہیں اور قرآن اس لئے پڑھا کہ لوگ تجھ کو قاری کہیں۔ چنانچہ تجھ کو عالم اور قاری کہا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا اور اُس کو مُنہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہ شخص ہوگا جس کو اللہ تعالےٰ نے وسعت دی اور اس کی روزی کو زیادہ کیا۔ اور طرح طرح کا مال عطا کیا۔ اُس کو اللہ تعالےٰ کے حضور میں پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ اُس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ اور وہ اُن نعمتوں کو یاد کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس سے پوچھے گا ان نعمتوں کے شکریہ میں تونے کیا کام کیا۔ وہ کہے گا۔ مَیں نے کوئی ایسا راستہ جس میں خرچ کرنا تجھ کو پسند تھا نہیں چھوڑا تھا۔ اور تیری خوشنودی کے لئے خرچ کیا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ تو جھوٹا ہے۔ تُو نے اس لئے خرچ کیا تھا کہ تجھ کو سخی کہا جائے۔ چنانچہ تجھ کو سخی کہا گیا۔ پس حکم دیا جائیگا۔ اس کو مُنہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ اور پھر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم) (کتاب العلم مشکوٰۃ)

اس ارشادِ نبویؐ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مطلق علم۔ مطلق قاری ہونا۔ مطلق سخاوت اور مطلق شہادت اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں۔ حالانکہ شہید کا درجہ اتنا بلند ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ (رواہ مسلم)

(ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کی راہ میں شہید ہو جانے سے سوائے قرض کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں) شہید کی رُوح معلق رہتی ہے۔ اگر اس کے ذمہ قرضہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کے لئے سر کٹوانے سے یہ ثواب ملتا ہے نہ کہ بہادر کہلانے کے لئے سر کٹوانے پر۔

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ یہ کام تیرے لئے ہے۔ غیر کے لئے نہیں ہے۔ غیر اللہ کی نفی ضروری ہے۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ اسلام کی بنیاد ہے۔ اس میں بھی پہلے غیر اللہ کی نفی کی گئی ہے خالی اللہ ہُو دوزخ سے نہیں بچائے گا۔ غیر اللہ کی نفی ضروری ہے۔ اخلاص نہ ہو تو دین کا کوئی کام اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوتا۔ اخلاص کی ضد ہے ریاء۔ اگر اخلاص نہ ہو تو کیا ہوتا ہے؟ جس طرح آم میٹھا نہ ہو تو کھٹا ہوگا۔ اسی طرح اخلاص نہ ہوگا تو ریاء ہوگا۔ اگر اخلاص آیا تو ریاء رُخصت ہو جائے گا۔ اگر ریاء آیا تو اخلاص گیا۔ جس طرح روشنی آئی تو اندھیرا گیا۔ اندھیرا آیا تو روشنی گئی۔ ریاء کو حضورِ انورؐ نے شرک اصغر فرمایا ہے۔ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّيَاءُ (رواہ احمد) ترجمہ۔ محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جس چیز سے تمہارے متعلق بہت زیادہ ڈرتا ہوں وہ چھوٹا شرک ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی چھوٹا شرک کیا ہے یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا۔ ریاء

آپ نے ریاء کو سب سے بڑا خطرہ فرمایا ہے۔ اخلاص کو حال بنانے کے لئے تزکیہ کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ قادر ہیں وہ چاہیں تو پیغمبری دے دیتے ہیں وہ چاہیں تو بلا تزکیہ اخلاص کی نعمت بھی عطا فرما سکتے ہیں۔ لیکن قانون یہی ہے۔ کہ اخلاص کو حال اللہ والے بناتے ہیں۔ ان کی صحبت میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ تو ریاء نکل جاتا ہے۔ میرے دو مربی ہیں۔ حضرت دین پوریؒ اور حضرت امروٹیؒ۔ امروٹ شریف لاہور سے چار سو میل ہے۔ میرے پاس جو لوگ اللہ تعالےٰ کا نام پوچھنے آتے تھے۔ جبتک یہ دونوں حضرات زندہ رہے۔ ان میں سے متمول حضرات کو ان کے ہاں ہی بھیج دیا کرتا تھا۔ حضرت امروٹیؒ مجھے فرمایا کرتے تھے۔ کہ بیٹا! ان کو وہیں اللہ تعالےٰ کا نام بتلا دیا کرو۔ اتنی دُور کیوں بھیجتے ہو تو مَیں نے اللہ تعالےٰ کا نام یہیں سکھلانا شروع کر دیا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں پہلا سبق یہ دیا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر یہ خیال پکایا کریں کہ دماغ میں اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی چیز نہ رہے۔ نہ زمین رہے نہ آسمان رہے نہ انسان رہے نہ شیطان رہے۔ فقط اللہ تعالےٰ ہی خیال میں رہے۔ باقی سب کو ایک پھونکے سے اُڑا دیا جائے۔ یہ مسئلہ کتابوں میں کہیں نہیں آتا۔ اس کو الفاظ میں مَیں نے عرض کر دیا ہے۔ لیکن اس کو حال بنانا مشکل ہے ع

مدتہا باید کہ تا خون شیر شود

شیطان ہر انسان کے ساتھ ملازم صحبت ہے۔ وہ اخلاص رہنے نہیں دیتا۔ اور ریاء لاتا ہے۔ ریاء کے آنے کا نہ عوام کو اور نہ عام طور پر علماء کرام کو پتہ چلتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں مدت مدیدہ تک

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۶ رجب المرجب ۱۳۷۸ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ اَمَّا بَعْدُ

عرض یہ ہے کہ آج کی معروضات کا عنوان ہے:

طالبِ اصلاح کے لئے تادمِ زیست صُحبت کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس غرض کے لئے دُنیا میں بھیجا ہے اس میں بے شمار روکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ ظاہر کی اصلاح میں بھی بیشمار روکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور باطن کی اصلاح میں بھی۔ باطن کی اصلاح میں دو بڑی رُکاوٹیں نفس اور شیطان ہیں۔ ان دو کے علاوہ بعض کی بیویاں اور اولاد روکاوٹ ہوتی ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ج الآیۃ) سورہ التغابن رکوع ۲ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو۔

شاید ہی کسی کی بیوی ایسی ہو جو یہ شرط لگائے کہ میاں جی مجھے حلال کی کمائی لاکر کھلانا۔ حرام کی کمائی نہ لانا۔ آپ میں سے جتنے بیٹھے ہیں ایک اُٹھ کر کہدے کہ میری بیوی نے یہ شرط لگا رکھی ہے۔ بیوی تو فرمائشیں کر دیتی ہے خواہ آپ حلال سے پوری کریں یا حرام سے۔ اگر اس کی فرمائشیں پوری نہ کی جائیں تو رُوٹھ جاتی ہے۔ یہی حال اولاد کا ہے۔ اگر ان کو پیسے دیتے جائیں تو ابّا زندہ ہے۔ نہ دیں تو بیٹا زمین پر لیٹ جاتا ہے۔ دولتیاں چلاتا ہے۔

پیسے نہ دیں تو گویا ابّا مرگیا۔ جتنی کسی کی اولاد اُتنے ہی اس کے دشمن مثلاً اگر کسی کے چار بیٹے اور بیٹیاں ہیں تو حقیقتاً اس کے چار دشمن ہیں۔ اگر کسی کے دس بیٹے بیٹیاں ہیں تو حقیقتاً اس کے دس دشمن ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کی چار بیویاں ہیں تو اولاد کے علاوہ اس کے چار دشمن اس کی بیویاں بھی ہونگی۔ ان سب کے علاوہ برادری بھی دشمن ہوتی ہے۔ برادری والوں کو اس کی پروا نہیں کہ تمہارا ایمان بچے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ ہمیں کھلاتے جاؤ۔ آپ ذرا برادری سے یہ کہہ کر دیکھئے کہ ہم قرضہ لے کر شادی میں برادری کو دعوت نہیں کھلائیں گے۔ اللہ تعالےٰ دیگا تو کھلا دینگے ورنہ نہیں۔ پھر دیکھئے کتنے طعنے ملتے ہیں۔ اب شریعت یاد آگئی ہے۔ جب کھایا تھا تب شریعت یاد نہ تھی۔

مَیں عرض کر رہا تھا کہ ظاہری اصلاح میں بھی روکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں اور باطنی اصلاح میں بھی۔ باطنی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ طالب پہلے یہ دیکھے۔ کہ کس شخص یا جماعت کی صحبت میں نشست و برخاست رکھتا ہے۔ اس کے لئے ایک شرط ہے کہ وہ شخص یا جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتی ہو ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اسی لئے مَیں کہا کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص قبلۂ عالم کہلائے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے۔ اگر اس کا طریقہ سُنّت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرضِ عین ہے۔ ورنہ وہ تمہیں بھی اپنے ہمراہ جہنّم میں لے جائیگا۔ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلک پر چل کر دروازۂ الٰہی پر پہنچنا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ شخص یا جماعت اس قابل ہے کہ ہم اس کی صحبت میں بیٹھیں۔ کیا اس کو اتباعِ سُنّت مطلوب۔ مقصود اور محبوب ہے؟ اگر کوئی ایسا شخص یا جماعت مِل جائے تو تادمِ زیست اس کی صحبت میں رہے اور وہاں سے ہٹنے نہ پائے اسی لئے صوفیائے عظام فرماتے ہیں۔ اطلبوا الاستقامة ولا تطلبوا الکرامة فانه الاستقامة فوق الکرامة۔ (ترجمہ۔ استقامت کی دُعا کرو کرامت کی دُعا نہ کرو۔ کیونکہ استقامت کرامت سے بالاتر ہے) صاحبِ استقامت کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے موت کے وقت خوشخبری دی جاتی ہے۔ (اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝)

سورہ حٰمٓ السجدہ رکوع ۴ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ بیشک جنہوں نے کہا تھا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اُتریں گے۔ کہ تم خوف نہ کرو۔ اور نہ غم کرو۔ اور جنّت میں خوش رہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے۔ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ وَيَقُوْلُ اسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ فَاَنْتُمُ الْيَوْمَ اَشَدُّ اخْتِلَافًا (رواہ مسلم) ترجمہ۔ ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے مونڈھوں پہ ہاتھ رکھتے اور فرماتے کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو۔ اختلاف سے تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے۔ اور مجھ سے قریب رہیں تم میں سے وہ لوگ جو عقلمند ہوں اور پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ ابو مسعودؓ کہتے ہیں آج کل تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب تک دُنیا میں رونق افروز رہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ پیچھے کھڑے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضورِ انورؐ کو اپنے ہاں بُلا لیا تو آفتابِ صدیقیت نے اپنا جلوہ دکھایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی استقامت نے اسلام کو بچا لیا۔ حضرت عمرؓ بھی اس درجہ کے نہیں ہیں۔ جب عرب کے بعض قبائل نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان فرما دیا۔ اس وقت حضرت عمرؓ بھی پھسل گئے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ فَقُلْتُ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَاَلَّفِ النَّاسَ وَارْفُقْ بِهِمْ فَقَالَ لِيْ اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْاِسْلَامِ اِنَّهٗ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّيْنُ اَيُنْقَصُ وَاَنَا حَيٌّ (رواہ رزین) ترجمہ۔ پس مَیں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ لوگوں سے پیار اور نرمی کر۔ پس آپ نے مجھ سے کہا۔ کیا جاہلیت میں تو بڑے بہادر تھے۔ اور اسلام میں بُزدل بنتے ہو۔ تحقیق

وحی بند ہوگئی اور دین مکمل ہوگیا۔ کیا اس (دین) میں نقص پیدا ہو جائے اور مَیں زندہ رہوں؟

حضرت عمرؓ یہ ڈانٹ سُن کر اپنا سا مُنہ لے کر چلے گئے۔ ورنہ وہ کہہ سکتے تھے کہ آپ کا رُتبہ وُہ کہاں ہے۔ جو میرا ہے۔ میرے متعلق حضور انورؐ فرماگئے ہیں۔ لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ ؟ (رواہ الترمذی) ترجمہ۔ اگر میرے بعد نبی ہونا ہوتا تو البتہ عمرؓ ابن الخطّاب ہوتا)

ہمارے ہاں جو شخص کسی انجمن میں دو آنے ماہوار چندہ دیتا ہے۔ اگر اس کی رائے نہ مانی جائے تو وہ انجمن کی اینٹ سے اینٹ بجانے کو تیار ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ امیر کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔

(يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج) الآیہ سورہ النساء رکوع ۸ پارہ ۵

ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرو۔ اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں۔

اگر صدیق اکبرؓ بھی مانعین زکوٰۃ کے معاملہ میں پھسل جاتے تو ایک ایک کرکے سب ارکان چھوڑنے پڑتے اور اسلام مدینہ میں ہی دفن ہو جاتا۔

كَبَّرَنِيْ مَوْتُ الْكُبَرَاءِ (ترجمہ۔ مجھے بڑوں کی موت نے بڑا بنا دیا) یہ حدیث نہیں ہے۔ عربی کا مقولہ ہے۔

میرے دو مربّی ہیں۔ حضرت دین پوریؒ جو شجرہ میں دائیں طرف ہیں۔ ان کی ۱۱۰ سال کی عمر تھی۔ اگر ان کی عمر ۱۵۰ سال بھی ہوتی تو مَیں ان کے دروازہ کی کوچہ نوردی نہ چھوڑتا۔ اسی طرح اگر حضرت امروٹیؒ زندہ رہتے تو ان کے دروازہ کی دریوزہ گری بھی نہ چھوڑتا۔ کوئی شریف آدمی کہہ سکتا ہے کہ مَیں اب جوان ہوگیا ہوں لہٰذا اگر اب میرا باپ مر جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اگرچہ حضورِ انورؐ کامل مکمل تھے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں (وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝)

سورہ الحجر رکوع ۶ پارہ ۱۴

ترجمہ۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔ یہاں تک کہ تمہیں موت آئے۔

عبدیت کا پروگرام تادمِ زیست نبھانے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ بس پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے۔ اب چھوڑ دیجئے۔ اب ضرورت نہیں رہی۔ فارسی میں کسی نے کہا ہے ؎

کہ خبیث نفس نگردد بسالہا معلوم

اسی لئے مَیں نے عنوان میں عرض کیا ہے کہ طالب اصلاح کے لئے تادمِ زیست صحبت کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات منتہی بھی لڑکھڑا جاتے ہیں۔ پھر ان کو تھامنا پڑتا ہے۔ مَیں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں خبردار ایسا نہ کرنا۔ بعض بزرگوں کے متعلقین میرے پاس آتے ہیں مَیں ان سے کہتا ہوں کہ اپنے بزرگوں کے تربیت یافتہ کی صحبت میں رہو۔ بشرطیکہ وہ متبع سُنّت ہوں۔ آپ کو ان کی صحبت میں ہی فائدہ ہوگا۔ دوسرے کے ہاں جائینگے تو لائن بدل جائے گی۔ دو کشتیوں میں پاؤں رکھنے سے فائدہ نہ ہوگا۔ شیطان ایسا لعین ہے وہ انسان کو پُھسلا دیتا ہے۔ اور اس کو پتہ نہیں لگنے دیتا۔ جس حق پرست جماعت کے ساتھ اللہ تعالےٰ وابستہ فرمادے تادمِ زیست اس کے ساتھ رہیئے۔ انسانوں کی اکثریت کو ان باتوں کی سمجھ نہیں ہے۔

کل ہی دو نوجوان جہلم سے آئے تھے۔ درس کے بعد ان میں سے ایک کہنے لگا۔ کہ مَیں اپنے دوست کے ساتھ ایک بزرگ کے ہاں جایا کرتا تھا۔ بعد میں معلوم ہُوا کہ وہ شیعہ ہے۔ اس لئے ہم نے اس کے ہاں آنا جانا چھوڑ دیا۔ جب مَیں نے سوال کیا کہ وہ بزرگ کون تھے تو کہنے لگے کہ وہ ایک عورت تھی۔ مَیں نے اس سے کہا۔ کہ تمہیں کس نے کہا تھا کہ عورت کے ہاں جایا کرو۔ کسی عورت کو اللہ تعالےٰ نے نبی نہیں بنایا۔ کیونکہ نبی کو اُمّت کے پیچھے جانا پڑتا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ کبھی کسی بزرگ نے عورت کو مجاز نہیں بنایا۔ مجاز کو بھی چلنا پھرنا پڑتا ہے۔ بزرگوں کے پاس لوگ آکر کہتے ہیں۔ ہمارے گاؤں کے لوگ آپ کی زیارت اور بیعت کرنے کے مشتاق ہیں۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لے چلئے کیا کوئی عورت ایسے سفر پر اس کام کے لئے جا سکتی ہے؟ اگر عورت اس طرح جائے تو کیا اس کی عصمت محفوظ رہ سکتی ہے؟ اس کی عصمت تو چار دیواری میں بند رہنے سے بچ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاک نام میں مردوں اور عورتوں دونوں کا برابر کا حصّہ ہے۔ عورت خود تو نیکی کے راستہ پر چل سکتی ہے۔ لیکن مجاز بن کر دوسروں کو چلا نہیں سکتی۔

انسان ہر وقت خطرہ میں ہے۔ اس لئے اس کو تادمِ زیست ایسے شخص یا جماعت کی صحبت کی ضرورت ہے۔ جو متبع سنّت ہو۔ بعض آدمی جب تک درس قرآن مجید میں آتے رہے تو بڑے نیک اور پکّے نمازی تھے۔ انگریز نے پی ایچ ڈی بنا دیا تو درس سے ہٹ گئے۔ پھر نماز بھی گئی۔ اب یہ حالت ہے ؎

نہ صورت نہ سیرت نہ خال و نہ خط
بمحبوب نامش نہادند غلط

جب مجھے دیکھتے ہیں تو شرم کے مارے مُنہ چھپا لیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مَیں ایک واقعہ عرض کیا کرتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت امروٹیؒ خان پور تشریف لائے ہُوئے تھے۔ ایک کمرہ میں عشاء کی نماز کے بعد اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں ان کی چارپائی کے پاس جاکر بیٹھ گیا۔ در اصل مَیں عرض کچھ اور کرنا چاہتا تھا۔ تمہید مَیں نے اس طرح شروع کی کہ حضرت میرا دل یہ چاہتا ہے۔ کہ میرا جنازہ ہو اور آپ کے ہاتھ ہوں۔ (کیونکہ مجھے یقین تھا کہ آپؒ اللہ تعالےٰ سے میری مغفرت کراکر ہی قبر میں دفن کراتے) حضرتؒ نے مجھے بغلگیر کرکے فرمایا۔ نہ بیٹا! میرا جنازہ ہو اور تیرے ہاتھ ہوں۔

دل تو یہی چاہتا تھا کہ کامل کی زندگی میں ہی دُنیا سے چل دیتے۔ کیونکہ طالب جب پھسلنے لگتا ہے تو کامل تھام ... لیتا ہے۔ شیطان سبز باغ دکھا کر گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کامل تھامے رکھتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے۔ جس طرح ایک چھوٹا سا بچّہ جس کی اُنگلی بڑے کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جب گرنے لگتا ہے تو بڑا اس کو تھام لیتا ہے۔ کامل سے کٹ جانا طالب کی موت ہوتی ہے۔ حضرت مولانا شبلیؒ کا جب انتقال ہُوا تو ان کے کسی عالم شاگرد نے ایک نظم لکھی تھی جس کا ایک

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ہر جاندار کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اجر کا باعث ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی جا رہا تھا، اس دوران اسے پیاس لگی، وہ ایک کنویں میں اترا اور اس سے پانی پیا، کنویں سے نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے کہا کہ اس کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہوگی جیسی مجھے لگی تھی، چنانچہ اس نے اپنا موزہ پانی سے بھرا، پھر اس کو منہ سے پکڑا پھر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ نے اس کی نیکی قبول کی اور اس کو بخش دیا، لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا جانوروں میں بھی ہمارے لئے اجر ہے؟ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا ہر جاندار کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اجر کا باعث ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۳۶۳)

شعر یہ تھا۔

کِس کے نامہ پہ اب ہوگا۔۔ عزیزی سے خطاب
کس کا تم کہنا بڑھائے گا میری توقیرِ شان

آپ کو معلوم ہے کہ مَیں سالہا سال سے درسِ قرآن مجید دے رہا ہوں اور پاس ہی مشکوٰۃ شریف رکھی رہتی ہے۔ الحمدللہ! ہمارا مسلک ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر تا دمِ زیست قائم رکھے یہ کتاب و سنت کا راستہ ہے اس پر چلانے والے اللہ تعالےٰ شیخ اور اُستاد دونوں بہم پہنچا دے تو یہ اس کا بہت بڑا فضل ہے۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ ماں باپ عالمِ ملکوت سے اُٹھا کر یہاں زمین پر لا پھینکتے ہیں۔ اور کامل پھر عالمِ ملکوت میں پہنچا دیتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی اکثریت باپ دادا کی لائن پہ چلتی ہے۔ اس لائن کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ (اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ ○)

سورہ البقرہ رکوع ۲۱ پارہ ۲

ترجمہ۔ کیا اگرچہ اُن کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں۔ اور نہ سیدھی راہ پائی ہو۔

مَیں بار بار عرض کیا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے صحبت کو لازمی قرار دیا جیسے فرماتے ہیں۔ (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج) الآیہ سورہ الکہف رکوع ۴ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اُسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو اُن سے نہ ہٹا کہ تو دُنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے۔

اس میں کوئی حد بندی نہیں کی گئی کہ ایک سال یا دو سال صحبت میں رہیئے۔ بلکہ تا دمِ زیست صحبت میں رہنے کا حکم دے رہے ہیں۔ حضرت دین پوریؒ میری بیعت کے بعد چالیس سال زندہ رہے اور حضرت امروٹیؒ بیعت کے بعد تقریباً بائیس سال زندہ رہے۔ اگر اس سے زیادہ بھی اللہ تعالےٰ انہیں زندہ رکھتے تو مَیں ان کے دروازہ کی کوچہ نوردی کرتا ہی رہتا۔ کوئی شریف آدمی کہہ سکتا ہے کہ باپ مرجائے تاکہ مَیں بڑا بن جاؤں۔ یہ جسمانی باپ کے متعلق ہے۔ روحانی باپ کا درجہ اس سے بھی بڑا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو تادمِ زیست کتاب و سُنّت کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مجلس (۱۷) منعقدہ جمعرات ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۷۸ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

اصلاح حال کے درجات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اَمَّا بَعْدُ - عرض یہ ہے کہ ہم یہاں اصلاح باطن یعنی اصلاح حال کے لئے جمع ہوتے ہیں - اصلاح حال کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت شریعت پر چلنے کے لئے بتکلف نہیں بلکہ برغبت تیار ہو جائے - جب تک اصلاحِ حال نہ ہو تو طبیعت بتکلف شریعت کے تابع ہو کر چلتی ہے - اصلاح حال ہو جانے کے بعد برغبت چلتی ہے - جسمانی صحت بحال ہو تو انسان شوق اور رغبت سے کھانے پینے کی چیزیں استعمال کرتا ہے اگر بیمار ہو جائے تو جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس کی حفظ و بقا کے لئے پیدا کی ہیں ان سے متنفر ہو جاتا ہے - آپ نے دیکھا ہوگا - کہ مریض کے سامنے لذیذ سے لذیذ غذا بھی لاکر رکھی جائے تو وہ کہتا ہے اُٹھا لے جاؤ میرا اس کی بو سے جی متلاتا ہے - بعینہٖ یہی حالت صحت روحانی کی ہے - اگر صحت روحانی ٹھیک ہو تو انسان برغبت یاد الٰہی کرتا ہے - جس طرح صحتِ جسمانی درست ہو تو غذا کھانے سے طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے - رُوح کی غذا ذکرِ الٰہی ہے - اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے -

(اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ)

سورہ الرعد رکوع ۴ پارہ ۱۳

(ترجمہ - خبردار ! اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں -)

اگر صحت روحانی بحال ہو تو ذکر الٰہی سے طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے - اگر صحت روحانی بگڑ جائے تو طبیعت ذکر الٰہی سے بیزار ہوتی ہے - بچوں کو ماں باپ بتکلف نماز پڑھواتے ہیں - بڑے ہو کر اس ڈر سے پڑھتے ہیں کہ اگر نماز نہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالے گا - تربیت کے بعد نماز کی طرف رغبت ہو جاتی ہے پھر شوق سے پڑھتے ہیں - اور طبیعت خود رہنما بن کر نیکی کرنے کے لئے مجبور کرتی ہے - مثلاً کسی کے ہاں مشتبہ یا حرام چیز کھا کر آئے - طبیعت میں بے چینی پیدا ہوگئی - اور پہلے نماز میں جو سرور آتا تھا وہ ختم ہوگیا - آئندہ اس شخص کے ہاں کھانا کھانے سے بچے گا - یا کسی حرام خور دوکاندار سے کوئی چیز لے کر کھائی - نماز میں سرور نہ آیا - آئندہ اس کے ہاں کوئی چیز کھانے سے بچے گا - ہم خود بھی گنہگار ہیں - لیکن بعض انسان ایسے گنہگار ہوتے ہیں کہ ان کی صحبت میں جانے سے لذّت رُوحانی سلب ہو جاتی ہے - بعض مجالس ایسی ہوتی ہیں جہاں جانے سے لذّت رُوحانی خود بخود سلب ہو جاتی ہے - بعض انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی صحبت میں جانے سے عبادت میں سرور پیدا ہوتا ہے - اسی طرح بعض مجالس میں جانے سے طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے -

اصلاح باطن ہو جائے تو انسان احکامِ الٰہی کی تعمیل برغبت کرتا ہے - اللہ تعالیٰ جب اس درجہ پر لائے تو عبادت طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے - اس وقت دل خود بخود احکامِ الٰہی کی طرف مائل ہوتا ہے - اکثر مسلمان بتکلف دیندار ہوتے ہیں وہ ڈر سے شریعت کے احکام کی پابندی کرتے ہیں - ڈر سے احکامِ الٰہی کی تعمیل کرنا اور چیز ہے اور محبت سے کرنا اور چیز ہے - بچّہ پہلے اُستاد کے ڈر سے پڑھتا ہے - ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ شوق سے پڑھنے لگتا ہے - اس وقت اس کے سامنے مستقبل کا نقشہ ہوتا ہے کہ بی - اے ہوگیا تو نوکر ہو جاؤنگا - عزّت ہوگی - اسی طرح اِدھر بھی ہوتا ہے پہلے نیکی ڈر سے کرتا ہے - اِدھر بھی ایک درجہ ایسا آتا ہے - جہاں پہنچ کر انسان شوق سے نیکی کرتا ہے - مشتبہ یا حرام مال کھانے کے بعد ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اندر شیطان گھس گیا - پھر بظاہر نمازی نماز میں مصروف نظر آتا ہے - لیکن حقیقت میں اندر خیالات و وساوس جو شیطان کی طرف سے آئے ہیں ان کا ہجوم ہوتا ہے - اور انسان انہی خیالات و وساوس میں منہمک ہوتے ہوئے نماز ختم کر دیتا ہے - اسی نماز کے متعلق کسی نے کہا ہے ؎

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اس مصیبت سے بچنے

کی تدبیر فقط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک نام کی برکت سے یہ صلاحیت پیدا کر دے - کہ انسان حلال و حرام اشیاء میں بنورِ باطن تمیز کر سکے - جب طالبِ مولا شیخ کامل کی صحبت میں بفضلِ الٰہی اس درجہ پر پہنچ جائے تو پھر ہر خورد و نوش کی چیز کو حلال و حرام کی تمیز کر کے استعمال کرتا ہے - اس کے بعد جب حرام سے اپنے آپ کو بچائے گا اور فقط حلال چیزوں کو استعمال کرنے پائے گا تو ہر عبادت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے طبیعت میں سرور اور فرحت حاصل ہوگی - (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝) سورہ الحدید رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ - یہ اللہ کا فضل ہے - وہ جسے چاہے دیتا ہے - اور اللہ بڑے فضل والا ہے -

اصل مقصود رضائے مولا ہے - عبادات اور ذکر الٰہی اس مقصود کے حصول کے ذرائع ہیں - انسان تربیت یافتہ نہ ہو تو حلال و حرام کی تمیز نہیں ہوتی - مثلاً کھانے میں چار پانچ چیزیں تھیں - کھانا کھایا اور طبیعت مکدر ہوگئی - اگر تربیت یافتہ نہیں تو پتہ نہیں چلتا کہ ان سب چیزوں میں کونسی چیز حرام کی تھی - تربیت کے بعد پتہ چلتا ہے کہ پلاؤ حرام کا تھا یا آلو گوشت حرام کا تھا - یا حلوہ حرام کا تھا یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان سب مرکّب غذاؤں میں کونسی چیز حرام ہے - پلاؤ میں چاول - گوشت یا گھی حرام کا تھا - اس معنی میں ایک لاکھ میں ایک بھی بینا نہیں - اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ اندھے سارے بینا کوئی کوئی - اللہ تعالیٰ بھی باطن کے اندھوں کو اندھا کہتے ہیں - (فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝) سورہ الحج رکوع ۶ پارہ ۱۷

ترجمہ - پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں - اللہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے یہ بینائی حاصل ہوتی ہے -

وہ اعمال جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے

مرنے کے بعد بھی سات باتوں کا ثواب جاری رہتا ہے حالانکہ بندہ قبر میں ہوتا ہے لیکن ثواب ملتا رہتا ہے: (۱) علم دین سکھانا۔ (۲) پانی کی نہر جاری کرنا۔ (۳) کنواں کھدوانا۔ (۴) درخت لگانا۔ (۵) مسجد بنانا۔ (۶) قرآن شریف تلاوت کے لیے چھوڑ جانا۔ (۷) نیک لڑکا جو باپ کے مرنے کے بعد باپ کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔ (بزار، ابو نعیم)

بشرطیکہ اللہ کا نام سکھلانے والا کوئی مل جائے۔ اسی لئے مَیں کہا کرتا ہوں۔ کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک سے وُہ موتی ملتے ہیں جو دُنیا کے بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ ان میں سے ایک موتی ہے حلال و حرام کی تمیز۔ اگر حلال و حرام کی تمیز حاصل نہ ہوئی تو ساری عمر حلال کے ساتھ حرام بھی کھاتا رہے گا۔ اور جب حرام کھائے گا تو کوئی عبادت قبول نہیں ہونے پائے گی۔ جن کو یہ تمیز حاصل ہے وہ اس ڈر سے حرام کھانے سے بچینگے۔ کہ اندر کا نور نہ بجھ جائے۔

اللہ والوں کی صحبت ممتدہ نصیب ہو تو نشیب و فراز کا پتہ چلتا ہے۔ گاہے گاہے اللہ والوں کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کو اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا صحبت ممتدہ والوں کو ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس درجہ پر پہنچائے۔ کہ احکام شریعت کی تعمیل ہماری طبیعت ثانیہ بن جائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ اس درجہ پر پہنچ کر انسان احکامِ شریعت کی پابندی بتکلف نہیں، بلکہ بشوق کرتا ہے۔ بعض اللہ والوں کا یہ ارشاد کتابوں میں آتا ہے کہ ہمیں جنّت کی طمع نہیں اور دوزخ کا ڈر نہیں۔ اے اللہ ہمیں تو فقط تیری رضا مطلوب ہے۔ اگر تو راضی رہتے ہُوئے دوزخ میں ڈال دیگا تو ہم وہاں بھی خوش ہونگے۔ اللہ تعالےٰ جس سے راضی ہو اس کو دوزخ میں ڈالے گا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان کا اپنا ارشاد ہے۔ (مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا۝)

سورہ النساء رکوع ۲۱ پارہ ۵

ترجمہ۔ اللہ تمہیں سزا دے کر کیا کریگا۔ اگر تم شکر گزار ہو۔ اور ایمان لے آؤ۔ اللہ قدردان جاننے والا ہے + اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو باطن کی بینائی عطا فرمائے۔ اور اندھاپن سے بچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اللہ ہُو کے پاک نام سے بینائی حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر انسان احکامِ الٰہی کی تعمیل محبّت سے کرتا ہے۔ اور عبادت میں سرور حاصل ہوتا ہے۔ اس درجہ پر پہنچ کر انسان صحیح معنوں میں انسان بنتا ہے۔ اس قسم کے انسانوں کو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ[1] کا تمغہ ملتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس درجہ پر پہنچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اس درجہ پر پہنچ کر انسان بطیب خاطر احکامِ شریعت کی تعمیل کرنے لگتا ہے۔ نہ مدارسِ عربیہ اور نہ اسکولوں اور کالجوں میں یہ درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اسکولوں اور کالجوں کو تو جانے دیجئے۔ وہاں تو اللہ تعالےٰ کا نام سکھلایا ہی نہیں جاتا۔ مدارس عربیہ سے دستارِ فضیلت بندھوانے کے بعد سو فیصدی علمائے کرام کو بھی یہ درجہ نصیب نہیں ہوتا۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس درجہ پر پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

---

[1] (سورہ البینہ پ ۳۰) ترجمہ۔ اللہ ان سے راضی ہُوا اور وہ اس سے راضی ہُوئے۔

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۲۔ رجب المرجب ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدوم و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اصلاحِ قال سے زیادہ اصلاحِ حال کی ضرورت ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی .

اَمَّا بَعْدُ عرض یہ ہے کہ ہم جمعرات کو اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی اصلاح حال فرما دے۔ اصلاح قال کی بھی ضرورت ہے لیکن اصلاح حال کی اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ قال کی اصلاح بھی آسان کام نہیں۔ جس طرح بی اے کے لئے ۱۴ سال صرف کرنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح علوم دینیہ کے لئے ۱۲-۱۴ سال خرچ ہوتے ہیں۔ تب اصلاح قال ہوتی ہے حال کی اصلاح تو اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

انسان کامل وہ ہے جس کا قال اور حال دونوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہوں۔ اصلاح قال کافی نہیں ہے اصلاح قال تو منافقین کی بھی ہو چکی تھی، اُن کی اصلاح حال نہیں ہوئی تھی، اس لئے وہ مردود قرار پائے۔ خود اللہ تعالیٰ ان کی ظاہر داری اور رنگین بیانی کی تعریف فرماتے ہیں :۔ وَاِذَا رَاَیْتَہُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُہُمْ ط وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِہِمْ کَاَنَّہُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ ط الاٰیۃ (سورۃ المنفقون رکوع ۱ پ ۲۸)

(ترجمہ۔ اور جب آپ اُن کو دیکھیں تو آپ کو ان کے ڈیل ڈول اچھے لگیں اور اگر وہ بات کریں تو آپ اُن کی بات سن لیں گویا کہ وہ دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں) سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر منافق آپ سے بات کرتے ہیں تو آپ اُن کی بات توجہ سے سنتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی اصلاحِ قال تو ہو چکی تھی وہ معقول بات ہی کہتے ہوں گے، اگر اصلاح قال نہ ہوتی تو حضور انورؐ ان کی لغو باتوں کی طرف توجہ کب فرماتے۔ ایک عام مؤمن کی نشان یہ ہے :۔

وَالَّذِیْنَ ہُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ لا

(سورہ المؤمنون رکوع ۱ پ ۱۸)

(ترجمہ۔ اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں) آپ کس طرح ان کی طرف متوجہ ہو سکتے تھے۔ اگر اُن کی اصلاح قال نہ ہوئی ہوتی۔ ساری برادری مسلمان ہو چکی ہے اور برادری سے کٹ نہیں سکتے۔ اس لئے ابتداً تو وہ بھی مسلمان ہو گئے تھے، لیکن بعد میں اُنہوں نے اپنی بدقسمتی کے باعث نورِ ایمان کو بجھا دیا۔ وضع قطع سے کھرے اور پکے مسلمان معلوم ہوتے ہیں، لیکن اندر ایمان نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

اِسْتَغْفِرْ لَہُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ ط اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَہُمْ ط الاٰیۃ (سورۃ التوبہ ۱۰ پ ۱۰)

(ترجمہ۔ تو اُن کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ۔ اگر تو اُن کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ اُنہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔)

اہل علم ہی فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَہُمْ کا زور سمجھ سکتے ہیں اس کے معنی ہیں ہرگز نخواہد بخشید ایشاں را خدائے بزرگ و برتر تا روزِ قیامت۔ حضور انورؐ کی کوئی دعا رد نہیں ہوئی۔ یہی دعا رد ہوئی ہے۔

حضور انورؐ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کا جب انتقال ہوا تو آپؐ نے اپنا پیراہن مبارک اس کے کفن کے لئے عنایت فرمایا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ التوبہ کی مندرجہ بالا آیت نازل فرمائی، حضرت عمرؓ آڑے آتے ہیں کہ یا رسول اللہ! اس منافق کی آپؐ نماز جنازہ کیوں پڑھاتے ہیں۔ لیکن صدیق اکبرؓ سب کچھ دیکھ رہے ہیں خاموش ہیں تاکہ ادب میں فرق نہ آئے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہیں اور یہ پیغمبر خدا ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے دخل دینے کی۔ اسی لئے حضرت عمرؓ کا درجہ حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد میں نمبر دوم ہے۔ خلافت کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ کا انتخاب خود حضور انورؐ نے فرمایا تھا، اپنی بیماری کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی جگہ نماز کا امام بنایا، اور در اصل یہ خلافت (اپنی قائم مقامی) کا ہی انتخاب تھا، اسی لئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو رسول اللہؐ نے نماز میں ہمارا امام بنا دیا، ہم نے دنیا کے کام میں بھی اسی کو امام مان لیا، صدیق اکبرؓ کی فراست سے معاملہ درست ہو گیا، ورنہ خلیفہ کے انتخاب پر مہاجرین اور انصار میں خونریزی کا خطرہ تھا، حضور انورؐ کا فرمان : (اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ)

ترجمہ۔ امام (سردار) قریش میں سے ہونا چاہیئے) یہی انتخاب خلافت کے لئے فیصلہ کن ثابت ہوا، اگر انصار اپنا خلیفہ منتخب کر لیتے تو انتشار پیدا ہو جاتا۔ صدیق اکبرؓ کی وجہ سے فتنہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ شیعہ کا اعتراض بے معنی ہے کہ حضور انورؐ کا جنازہ رکھا ہوا تھا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو خلافت کی پڑ گئی۔ حالانکہ اس عجلت کا سبب وہی تھا جو پہلے بیان ہو چکا ہے، حضرت صدیق اکبرؓ خلافت کے خواہشمند نہ تھے، اُنہوں نے تو حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا، لیکن حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی،

دونوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔ عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ (رواہ الترمذی)

(ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے معلوم نہیں میں تم میں کب تک رہوں، پس ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد آئیں گے ابوبکرؓ اور عمرؓ)

میں اصلاح حال کی اہمیت عرض کر رہا تھا اصلاح قال سے زیادہ اصلاح حال کی ضرورت ہے کسی نے فارسی میں کہا ہے ؎

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مردِ کاملے پامال شو

(؟) براشہد تو خندہ زند اسہد بلالؓ

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ ش نہیں بول سکتے تھے۔ بعض علاقوں کے رہنے والے بعض الفاظ صحیح نہیں بول سکتے۔ ہمارے پنجاب میں عام لوگ ق نہیں بول سکتے وہ ک ہی بولتے ہیں، بنگالی ج کی بجائے ز بولتے ہیں۔ اسی طرح حبش کے لوگ شاید ش نہیں بول سکتے ہیں، شاعر کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ حضرت بلالؓ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی بجائے اَسْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ .... ہی کہتے تھے لیکن چونکہ ان کی اصلاح حال ہو چکی تھی، اس لئے ہمارے اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے زیادہ اُن کی اَسْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی قیمت تھی۔ حضرت بلالؓ ایک کافر کے غلام تھے۔ وہ جب مسلمان ہو گئے تو اُن کا آقا ان کو گرم ریت پر لٹاتا اور اوپر بھاری پتھر رکھ دیتا تھا۔ مکہ معظمہ میں اتنی گرمی پڑتی ہے کہ بلا مبالغہ وہاں کی ریت میں دانے بھونے جا سکتے ہیں۔ حضرت بلالؓ بیہوش ہو جاتے لیکن جب ہوش آتا تو احد احد ہی فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے پہلے اصلاح حال ضروری ہے۔ اصلاح حال کے لئے علمی طور پر قرآن مجید کی اور عملی طور پر حضور انورؐ کے اتباع کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ الاٰیۃ (سورہ احزاب رکوع ۳، پ ۲۱)

(ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے) جو متبع سنت نہیں، اگرچہ وہ صوفی ہی کہلائے لیکن ہمارا مقتدا نہیں ہو سکتا۔ ہم نے دروازہ محمدیؐ سے گزر کر دربار الٰہی میں پہنچنا ہے۔ اس لئے ہمارا مقتدا وہ ہو سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں مشعل قرآن اور بائیں ہاتھ میں مشعل حدیث خیر الانام علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہو۔ جو خود کامل مکمل ہو وہی دوسروں کی اصلاح حال کر سکتا ہے۔ جو خود ناقص ہو وہ دوسروں کی اصلاح حال کیا کرے گا۔ کامل مکمل کی علامت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ

(ترجمہ۔ اللہ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں جن کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آئے) جس طرح لوہے کے اندر آگ سرایت کر جاتی ہے اسی طرح اللہ والوں کے وجود کے اندر اللہ تعالےٰ کا نام رچ جاتا ہے اور یہ ان کا حال ہو جاتا ہے۔ لیکن ان کو پہچاننے والی باطن کی بینائی ہوتی ہے۔ ظاہری آنکھیں تو خوشحال سنگھ اور گنگا رام کو عطا شدہ ہیں۔ اسی لئے میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اندھے سارے۔ بینا کوئی۔ اس معنی میں لاہور میں ایک لاکھ کی اوسط میں ایک بھی بینا نہیں۔ اللہ تعالےٰ بھی دل کی آنکھوں کے اندھوں کو اندھا فرماتے ہیں:۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝

(سورہ الحج رکوع ۶ پ ۱۷)

(ترجمہ۔ پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں) اس کی تائید میں چند واقعات عرض کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ کو بچپن میں ہی چھوڑ کر تشریف لے گئے تھے، بہت عرصہ بعد وہ واپس تشریف لائے، تو اس وقت ان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ گھر پر موجود نہ تھے۔ ان کی اہلیہ سے حال پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ بڑی تنگی سے گذر اوقات ہو رہی ہے۔ اللہ والے فرمایا کرتے ہیں "حکایت حال شکایت ذوالجلال" حضرت ابراہیمؑ جاتے ہوئے اپنی بہو سے فرما گئے کہ تمہارے میاں جب آئیں تو انہیں میرا سلام کہہ دینا اور کہہ دینا کہ اپنی چوکھٹ بدل دو۔ حضرت اسمٰعیل جب گھر تشریف لاتے ہیں، تو بیوی سے پوچھتے ہیں یہاں کوئی آیا تھا۔ اللہ والے آتے ہیں تو خوشبو چھوڑ جاتے ہیں۔ حضرت اسمٰعیل کو وہ خوشبو آ رہی تھی جو حضرت ابراہیمؑ کے وجود مبارک سے پھیلی تھی۔ بیوی نے عرض کی اس حلیہ کے ایک بزرگ آئے تھے، حضرت اسمٰعیل نے فرمایا وہ میرے باپ ہی تھے۔ اور مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں طلاق دے دوں۔ پھر کئی سال بعد دوبارہ تشریف لائے۔ اس مرتبہ بھی حضرت اسمٰعیل گھر پر تشریف فرما نہ تھے، لیکن ان کی اہلیہ محترمہ اللہ تعالےٰ کی کوئی صابرہ بندی تھی، جب ابراہیم علیہ السلام نے حال پوچھا تو اس نے عرض کی کہ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے بڑی اچھی طرح گذر اوقات ہو رہی ہے، کھانے کو گوشت ملتا ہے اور پینے کو پانی ملتا ہے۔ اب کے تشریف لے جانے لگے تو فرمایا کہ تمہارے میاں آئیں تو ان سے سلام کے بعد کہہ دینا کہ اب اپنی چوکھٹ کو نہ بدلنا۔ حضرت اسمٰعیلؑ جب گھر آتے ہیں تو بیوی سے پوچھتے ہیں کہ کوئی یہاں آیا تھا۔

میرے دو مربی تھے، حضرت دین پوری رح جو شجرہ میں دائیں طرف ہیں اور حضرت امروٹی رح جو بائیں طرف ہیں اوپر دادا پیر رح ایک تھے۔ میرے دونوں مربی میرے کاسہ گدائی میں کچھ نہ کچھ ڈال دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولینا عبید اللہ سندھی رح حضرت مولینا حافظ احمد رح مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہمراہ لائے، جب حضرت تھانوی رح خان پور اسٹیشن پر گاڑی سے اتر کر گھوڑی پر سوار ہونے لگے تو راوی نے مجھے بتلایا کہ وہ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھیں۔ ان کو کسی اللہ والے کی خوشبو آ رہی تھی، ادھر حضرت دین پوری رح اپنی جماعت سمیت ان حضرات کے استقبال کے لئے گاؤں سے باہر سڑک پر آ کر کھڑے ہوتے تھے۔ حضرت تھانوی رح نے جب حضرت دین پوری رح کو دور ہی سے دیکھا تو فوراً گھوڑی سے اتر پڑے اور فرمانے لگے ارے عبید اللہ! تم نے تو مجھے مار ڈالا۔ مجھے پہلے کیوں نہ بتلایا کہ یہ بزرگ یہاں رہتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت امروٹی رح بچپن میں پڑھنے کے لئے خانپوال کی طرف تشریف لائے تھے۔ خانپوال سے واپس گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ دادا پیر رح کے گاؤں سے اسٹیشن تقریباً ڈیڑھ میل دور ہے۔ اس وقت دادا پیر رح زندہ تھے اور جس گاڑی میں حضرت امروٹی رح جا رہے تھے دادا پیر رح اس کو دور تک دیکھتے رہے اور فرمایا کوئی چیز جا رہی تھی۔ اس کو دیکھ رہا تھا۔ ابھی تعلق پیدا نہیں ہوا تھا، دادا پیر رح کو خوشبو آئی ہوگی کسی نے سچ کہا ہے ؎

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

سوائے نبوت کے حضور انورؐ کی تمام صفات حمیدہ منتقل ہوتی آ رہی ہیں، میرا ایمان ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ چاہتے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور نبی بھیج سکتے تھے۔ لیکن ان کی مرضی انہوں نے فیصلہ ہی یہ فرما دیا کہ حضور انورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجوں گا۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط الآیۃ۔

(سورہ الاحزاب رکوع ۵ پ ۲۲)

(ترجمہ محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتمے پر ہیں۔)

یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ حضور انورؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو:۔ (اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ)

(ترجمہ تحقیق شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ نہ ظلی۔ نہ بروزی نہ اصلی۔ نہ نقلی۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے بعد لفظ نبوت ہی کو مٹا دیا ہے۔ آپؐ کی باقی صفات حمیدہ کے حامل آپؐ کے دروازہ کے غلام چلے آ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک صفت گناہوں کی بو کا آنا بھی ہے۔ حضور انورؐ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ وضو اچھا کر کے نہیں آتے اور نماز ہماری خراب ہوتی ہے۔ مثلاً ایک صحابی پیچھے صف میں کھڑا ہے۔ اس نے وضو اچھا نہیں کیا۔ اس کے اس گناہ کی بو حضور انورؐ کو آ رہی ہے۔ آپؐ کی امت میں اس وقت بھی ایسے حضرات موجود ہیں، جن کو گناہوں کی بو آتی ہے۔ مجھے ایسے آدمی معلوم ہیں، جن کو گناہوں کی بو آتی ہے۔ آپ ان کو جانتے ہیں مگر میں ان کا نام نہیں بتلاؤں گا۔ یہ ایک راز ہوتا ہے۔

کسی نے فارسی میں کہا ہے ؎

بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد

اصلاح قال صاحب قال کی صحبت میں اور اصلاح حال صاحب حال کی صحبت میں ہوتی ہے۔ جو صاحب حال نہیں وہ اگرچہ عالم بھی ہو اس کی صحبت میں اصلاح حال نہیں ہو سکتی۔ صاحب حال نایاب نہیں۔ کم یاب ضرور ہیں۔ ان کی اس قدر قلت ہے کہ ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو ان کی ضرورت نہیں۔ جوہری وہاں مال لے جاتا ہے جہاں اس کی مانگ ہوتی ہے۔ چاندنی چوک دہلی میں جوہریوں کی دکانیں اس لئے بہت تھیں کہ وہاں راجے مہاراجے اور نوابوں کا گذر ہوتا تھا۔ دیہات میں جواہرات کون لے کر جاتا ہے۔ وہاں تو گا بھر ہولیاں بیچنے والے جاتے ہیں۔

سرکاری عہدیداروں کی طرح اللہ والے فرسٹ کلاس کا کرایہ لے کر نہیں آتے وہ تو اللہ کے نام پر آتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ والا آپ کے ہاں آ جائے جس کو میں قسم کھا کر کہوں کہ هٰذَا مِنْ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ الْكِرَامِ پھر تمہارا جوتا ہوگا اور ان کا سر ہوگا۔ اور لاہور شام سے پہلے پہلے غرق ہو جائے گا۔ کیونکہ تم ان کی عظمت کو نہیں پہچانو گے اور ان کی توہین کرو گے۔ اللہ تعالےٰ ایک بندہ خدا کی آہ سے ساری قوم کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ قوم نوحؑ۔ قوم ہودؑ، قوم صالحؑ، قوم لوطؑ اسی طرح تباہ و برباد ہوئیں۔ ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

اصلاح حال کے سوا اصلاح قال کی کوئی قیمت نہیں۔ حضور انورؐ فرماتے ہیں: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ (رواہ مسلم)

(ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں) میں کہا کرتا ہوں کہ شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو رنگ چڑھتا ہے طالب صادق کے معنی ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ عقیدت ادب اطاعت کی تین تاروں سے اس کا شیخ کامل کے دل سے کنکشن ہو۔ کھول کر یا گھونٹ کر کوئی نہیں پلاتا۔ مدت مدید تک شیخ کامل کی صحبت میں رہنے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر جو آتا ہے وہ خالی نہیں جاتا، بشرطیکہ نیت میں اخلاص ہو، جو نہیں آتے اللہ تعالےٰ ان کو دینے نہیں جاتے۔ فارسی میں کسی نے کہا ہے ؎

آنچہ از دل می خیزد بر دل می ریزد

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی اصلاح حال اس درجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اسکی مرضی کے مطابق ہو جائے۔ آمین۔

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۵ رجب المرجب ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدوم و مرشد نا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

اہل اللہ کی صحبت کے سوا انسان کی اصلاح نہیں ہو سکتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد:- عرض یہ ہے اور میں یہ ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اس اجتماع کا مقصد کیا ہے۔ چونکہ ہر جمعرات کو بعض احباب نئے ہوتے ہیں اس لئے مجھے ہر بار اس کا مقصد عرض کرنا پڑتا ہے۔ اس اجتماع کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اور آپ کو اس دنیا سے انسان کامل بنا کر اٹھائے۔

انسان کی تخلیق کا مقصد اس کو پیدا کرنے والے (اللہ تعالےٰ) نے خود بیان فرمایا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ (سورہ الذریٰت رکوع ع۳ پ۲۷) (ترجمہ۔ اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے عبدیت کا پروگرام اللہ تعالےٰ وقتاً فوقتاً آسمان سے نازل فرماتے رہے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کو اس پروگرام کا عملی نمونہ بنا کر مبعوث فرماتے رہے ہیں۔ اس زمانہ میں عبدیت کا پروگرام فقط قرآن مجید ہے اور اس کا عملی نمونہ فقط حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ انسان کو اللہ تعالےٰ نے فطرۃ سلیمہ تو عطا فرما دی ہے لیکن عبدیت کے پروگرام پر عمل کرنے کے لئے اس کو ہادی کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ سوائے انسان کے اللہ تعالےٰ ہر جاندار کو براہ راست اس کی زندگی کا پروگرام القاء فرماتے ہیں کسی کو ہادی کی رہنمائی کی ضرورت نہیں مثال کے طور پر میں مرغی کا ذکر کیا کرتا ہوں۔ عورتیں جب مرغی کو انڈوں پر بٹھاتی ہیں تو وہ بھول جاتی ہیں کہ بچے کب نکلنے ہیں۔ لیکن مجال ہے مرغی بھول جائے وہ پورے اکیس دن بیٹھتی ہے۔ اگر اس کے بعد بھی بچے نہ نکلیں تو پھر نہیں بیٹھتی۔ وہ پورے اکیس دن معتکف ہوتی ہے۔ کھانا تھوڑا کھاتی ہے۔ بیٹھ باہر کرتی ہے اور جلدی واپس انڈوں پر آبیٹھتی ہے کہ انڈے ٹھنڈے نہ ہو جائیں بعض اوقات عورتیں انڈے زیادہ بھی رکھ دیتی ہیں اگر پندرہ انڈے اس کے نیچے آسکتے ہیں اور بیس رکھ دیئے جائیں تو جو باہر رہ جاتے ہیں ان کو وہ اپنی چونچ سے نیچے کرتی ہے۔ پھر دوسری طرف سے باہر نکل جاتے ہیں تو ان کو نیچے لاتی ہے۔ غرضیکہ وہ بیچاری دن رات اسی مصیبت میں گرفتار رہتی ہے۔ بعض اوقات وہ اپنی چونچ سے انڈوں کا اپریشن بھی کرتی ہے۔ ہم اگر انڈے کو توڑ کر بچہ نکالیں تو وہ مر جاتا ہے لیکن مرغی جب تو اپریشن کرکے نکالتی ہے تو نہیں مرتا وہ فوراً اس کو اپنے پروں کے نیچے لے لیتی ہے۔

میں نے ایک اور تماشہ بھی دیکھا ہے۔ پہلی عالمگیر جنگ کے بعد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اسیر مالٹا کے سلسلہ میں سازش کا جو مقدمہ انگریز نے بنایا تھا اس میں مجھے بھی گرفتار کیا گیا تھا۔ کئی جگہ مجھے رکھا گیا۔ جالندھر جیل میں بھی رہا ہوں اور جالندھر اسٹیشن کے متصل جو حوالات تھی اس میں بھی کافی عرصہ رہا ہوں وہاں دروازہ کے اوپر فاختہ کا گھونسلہ تھا جس میں اس نے انڈے دے رکھے تھے۔ انڈوں پر زیادہ مادہ ہی بیٹھتی تھی۔ لیکن جب وہ دانہ چگنے کے لئے جاتی تو نر آکر انڈوں پر بیٹھ جاتا تھا۔ مرغی پالتو جانور ہے۔ اس کے لئے عورتیں دانہ اور پانی تیار رکھتی ہیں اس لئے اس کو ان کی تلاش میں دور نہیں جانا پڑتا۔ تھوڑا سا دانہ کھایا اور دو گھونٹ پانی پیا اور انڈوں پر آبیٹھی۔ اس لئے مرغا انڈوں پر نہیں بیٹھتا۔ لیکن فاختہ پالتو جانور نہیں ہے اس کو دانہ اور پانی کی تلاش میں جانا پڑتا ہے۔ خدا جانے اس کو دانہ اور پانی کہاں ملیں۔ اس لئے جب مادہ دانہ چگنے جاتی ہے تو نر آکر انڈوں پر بیٹھ جاتا ہے تاکہ وہ ٹھنڈے نہ ہو جائیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس کو الہام جبلی کے نام سے تعبیر فرماتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالےٰ الہام جبلی کے ذریعہ رہنمائی نہیں فرماتے۔ اس کو رہنمائی کے لئے ہادی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کو جب تک ہادی اس کی زندگی کا پروگرام نہ سمجھائے اس کو سمجھ نہیں آتی۔ دستور العمل حیاتِ انسانی اللہ تعالےٰ وقتاً فوقتاً آسمان سے نازل فرماتے رہے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اللہ تعالےٰ اس دستور العمل کو انسانوں تک پہنچاتے رہے ہیں۔ آخری دستور العمل قرآن مجید ہے۔ اور اس کا عملی نمونہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان کو ہادی سمجھائے سورہ البقرہ کی ابتداء میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:- الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ، ترجمہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔

اس میں اللہ تعالےٰ قرآن مجید کو راہ نما فرما رہے ہیں راہ نما راہ رو کے لئے ہوتا ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ راہ نما ہے قرآن۔ راہ رو ہے مسلمان منزل مقصود ہے دربار رحمٰن۔ انسان جبلی طور پر رہنمائی حاصل نہیں کرتا اس کو صحبت کی ضرورت ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اس کو ان لوگوں کی صحبت میں نشست و برخاست رکھنے کا حکم دیا ہے جن کی زندگی کا نصب العین صرف اللہ تعالےٰ کی رضا ہے۔ فرماتے ہیں:- وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ج الآیہ (سورہ الکہف ع ۴ پ ۱۵)

(ترجمہ تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے)

کسی نے فارسی میں کہا ہے ؎

بے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

اس قسم کے اللہ کے بندوں کی صحبت میں آتے رہنے سے رنگ چڑھ جائے گا اسی لئے حکم دے رہے ہیں کہ اپنے آپ کو ان لوگوں کی صحبت میں پابند رکھ جن کی زندگی کا نصب العین یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ راضی ہو جائے۔ ان کی زندگی کا نصب العین نہ بڑے سے بڑا سیٹھ بننا ہے نہ زیادہ سے زیادہ رقبہ زمین پر قبضہ جمانا اور نہ سرکاری ملازمت میں گریڈ بڑھانا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب محبوب اور مقصود ہے۔ پہلے وَاصْبِرْ فرمایا اور اس کے بعد تاکید مزید فرماتے ہیں:- وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ یعنی تو اپنی نگاہ دوسری طرف اٹھا کر نہ دیکھنا کہ یہ بڑا زمیندار بن گیا ہے تو میں بھی بڑا زمیندار بن جاؤں۔ یہ سیٹھ بن گیا ہے تو میں بھی سیٹھ بن جاؤں۔ اگر تو ادھر ادھر دیکھے گا تو ہم یہ سمجھیں گے کہ تو اللہ تعالیٰ کا طالب نہیں ہے بلکہ دنیا کا طالب ہے:

تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا.

پہلا درجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہادی بہم پہنچائے۔ انسان ہادی کے دامن میں پناہ لے تو ہدایت ہوتی ہے اگر ہادی میسر نہ آئے تو انسان کا ہدایت پانا مشکل ہے۔

دوسرا درجہ ہے استقامت کا اسی لئے اللہ والے فرمایا کرتے ہیں:-

"اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْکَرَامَةَ فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْکَرَامَةِ"

(ترجمہ استقامت کی دعا کرو اور کرامت کی دعا نہ کرو، کیونکہ استقامت کرامت سے بالاتر چیز ہے)، اس سے معلوم ہوا کہ کرامت کمال کی انتہا ہوتی ہے بلکہ استقامت ہے

صاحب استقامت کی صحبت میں آنے جانے سے ہی رنگ چڑھ جاتا ہے گھول کر یا گھوٹ کر کوئی نہیں پلاتا۔ حسن عقیدت سے اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے جو قدم اٹھایا جاتا ہے وہ خالی نہیں جاتا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے لئے استقامت کی دعا کریں میں آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو دنیا کے بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے نہیں ہوتے نہیں ہوتے تاکید مزید شدید کر رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نیتوں کا مالک ہے جس نیت سے کوئی

اللہ والوں کی صحبت میں جاتا ہے اُسی کے مطابق اللہ تعالےٰ اُس کو صلہ عطا فرماتے ہیں۔ میں اپنے مربی حضرت امروٹی رح کے ہاں فقط ایک رات رہتا تھا کیونکہ میں درس کا زیادہ ناغہ نہیں کرنا چاہتا تھا مجھے معلوم تھا کہ حضرت کے پاس طیّ الارض کا وظیفہ ہے اس وظیفہ کی برکت سے ایک منٹ میں انسان خانہ کعبہ میں پہنچ سکتا ہے اور ایک منٹ میں واپس آ سکتا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت رح کے پاس قصیدہ بردہ کا عمل بھی تھا اُس کو پڑھ کر جس کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جائے وہ دو ٹکڑے ہو جائے۔ لیکن میں نے حضرت رح سے ان کے متعلق کبھی درخواست نہیں کی کہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ اسی نیت سے لاہور سے چل کر آتا ہے۔ انسان کسی کے پاس محض اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے آتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کا ضرور اجر دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو انسان کامل بنائے۔ انسان کامل وہ ہے جو ہر حقدار کا حق ادا کرے اور یہی قرآن مجید اور اُس کے ساتھ صحاح ستّہ کی تعلیم کا خلاصہ ہے:-

"اِعطَاءُ کُلِّ ذِی حَقٍّ حَقَّہٗ"

جب تک انسان صحبت میں نہ آئے یہ چیز پیدا نہیں ہوتی محض کتابیں پڑھنے سے یہ رنگ نہیں چڑھتا۔ اللہ والوں کی صحبت ہی میں یہ رنگ چڑھتا ہے کہ انسان پر جس کا جو حق ہے اُس کو محض اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے ادا کرے پہلے انسان اپنی مرضی سے ہر کام کرتا ہے اور صحبت میں آنے کے بعد اللہ تعالےٰ کی رضا کو پیش نظر رکھ کر کرتا ہے انسان کی تکمیل یہ ہے کہ تابع رضائے الٰہی ہو جائے اور اس کی ہستی فنا ہو جائے۔ "میں" نہ رہنے پائے۔ اگر ہستی فنا نہ ہو تو پھر انسان اسطرح کی باتیں کرتا ہے کہ بیوی مجھے ستائے تو میں کیوں اس سے سلوک کروں، بھائی مجھے ستائے تو میں کیوں نہ ستاؤں، جب اللہ والے ہستی مسل دیتے ہیں تو پھر انسان یہ سوچتا ہے کہ کوئی مجھے ستائے یا نہ ستائے میں کسی کو ہرگز نہ ستاؤں، تاکہ بارگاہ الٰہی میں مجرم نہ ہو جاؤں

ہر فن کے باکمال کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے سے اس کا عکس پڑتا ہے جو حضرات اللہ تعالےٰ کی رضا میں فنا ہوتے ہیں، ان کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے والے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا میں فنا ہونا سیکھ جاتے ہیں۔ رضا الٰہی میں فنا ہونے کا اعلان قرآن مجید میں یوں آیا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورۃ الانعام ع ۲۰ پ ۸)

ترجمہ:- کہہ دو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے)

جب تک ایسی صحبت میں نہ جائے ہستی فنا نہیں ہوتی، میں حضرت دین پوری رح کا ایک واقعہ عرض کیا کرتا ہوں، ان کا ایک ہمسایہ تھا پہلے وہ دادا پیر رح کا مرید تھا۔ اُن کے وصال کے بعد حضرت دین پوری سے متعلق رہا لیکن کسی وجہ سے وہ حضرت سے ناراض ہو گیا اور تقریباً ۳۰، ۳۵ سال حضرت رح کے خلاف مقدمہ بازی کرتا رہا، میں عقیدت کی بناء پر نہیں، بلکہ بصیرت سے کہتا ہوں کہ حضرت رح کا درجہ بڑے بڑے اولیاء کرام سے کسی طرح کم نہیں تھا، حضرت رح کے خدام میں سے کسی کی بندوق سے اس شخص کا کتا مر گیا اُس نے حضرت پر دعویٰ دائر کر دیا کہ آپ نے میرا کتا مار ڈالا ہے، پولیس حضرت کو جانتی تھی، اس لئے اُس شخص کو تنگ کرنے کے لئے اس سے کہتی کہ کتا اٹھا کر لاؤ تاکہ اس کا پوسٹ مارٹم کرایا جائے، کئی دن متواتر وہ کتا اٹھا کر لے جاتا رہا اور پولیس اسی سے اس کے گوشت کو چیرا دلواتی تھی تاکہ رپورٹ مکمل ہو جائے کہ کہاں کہاں چھرّے لگے ہیں، ایک مرتبہ اس شخص نے سرکاری زمین سے ایک درخت کاٹ لیا، پولیس نے اُسے گرفتار کر لیا، حضرت کو جب اس کی گرفتاری کا پتہ چلا تو آپ نے سفارش فرمائی کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ اس کو چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت رح نے فرمایا کہ اس کو ضرورت ہو گی، اس لئے درخت بھی دلا دیا، حضرت رح نے کبھی اُسے کچھ نہیں کہا، ایک مرتبہ حج کے لئے جانے لگے تو خود چل کر اس کے ہاں تشریف لے گئے اور اس سے معافی مانگی جب حج سے واپس آئے تو اس شخص نے حضرت رح کی دعوت کی، سارے متعلقین کا خیال تھا کہ وہ حضرت رح کو کھانے میں زہر دے دیگا۔ اس لئے سب نے اس دعوت کے منظور کرنے کی مخالفت کی، لیکن حضرت رح نے منظور فرمالی، میں حضرت رح کے حضور میں ادب سے بیٹھتا تھا اور کبھی اونچی آواز سے بات نہیں کرتا تھا یہ چیز صحابہ کرام سے چلی آ رہی ہے صحابہ کرام رض نبی اکرم رض کے حضور میں اس طرح بیٹھتے تھے کہ گویا ان کے سروں پہ پرندے بیٹھے ہوئے ہیں، اللہ والے مردم شناس ہوتے ہیں وہ ہر شخص کو سمجھتے ہیں کہ یہ کس رنگ میں ہے۔

میرا مطلب یہ تھا کہ صحبت سے ہی رنگ چڑھتا ہے، کتابیں پڑھنے سے رنگ نہیں چڑھتا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جو شخص اللہ والوں کی صحبت میں جاتا ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ میرے لئے جا رہا ہے پھر وہ جو کچھ دیتے ہیں وہ دوسرے کسی کے ہاں سے نہیں ملتا، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو انسان بنائے اور اس کی رضا میں فنا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے لئے علمی طور پر قرآن مجید اور عملی نمونہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ایسی صحبت میں بٹھائے جہاں یہ چیزیں ہمارا حال بن جائیں۔

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

انسان کی تکمیل کیلئے

اصلاح قال اور اصلاح حال دونوں کی ضرورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡد

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ہم ہر جمعرات کو اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ میرا اور آپ کا ظاہر اور باطن ایسا بنا دے جو اس کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہو ۔ انسان کی تکمیل کے لئے دو قسم کے اصلاح کی ضرورت ہے ۱۔ اصلاح حال ۲۔ اصلاح قال ۔ اصلاح حال کے مدارس عربیہ میں بھی نہیں ہوتی ۔ طلبائے علوم دینیہ وہاں اصلاح حال کے لئے جاتے ہی نہیں ۔ وہ صرف اصلاح قال کے لئے جاتے ہیں ۔ اس لئے ان کی اصلاح قال ہو جاتی ہے ۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہمارے مدارس عربیہ کو قائم و دائم رکھے ۔ ان کے منتظمین اور مدرسین کو برکت عطا فرمائے کہ ان کے ذریعہ قال اللہ و قال الرسول کی آواز مسلمانوں کے کانوں تک پہنچ رہی ہے ۔ لیکن وہاں ہماری ایک ضرورت پوری نہیں ہوتی ۔ اور وہ ضرورت ہے اصلاح حال کی ۔ ہمارے علماء وہاں کتابیں پڑھنے جاتے ہیں ۔ کتابوں سے ان کی اصلاح قال تو ہو جاتی ہے ۔ لیکن اصلاح حال نہیں ہوتی ۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ صاحب حال حضرات کے امام الائمہ تھے جو طالب علم دورہ حدیث کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ۔ کیا ان کی اصلاح حال ہو جاتی تھی ؟ نہیں ۔ جو اصلاح حال کے لئے جاتے تھے ان کی ۔ عموماً طلباء اصلاح قال کے لئے جاتے تھے ۔ اور ان کی اصلاح قال ہو جاتی تھی ۔ نہ وہ سب طلباء کی اصلاح حال کا ذمہ لیتے تھے ۔ اور نہ یہ اس کے لئے جاتے تھے ۔ اصلاح حال کے لئے علیحدہ محنت کرنی پڑتی ہے ۔ میں عرض کر رہا تھا کہ علماء کی اصلاح قال تو ہو جاتی ہے ۔ لیکن اصلاح حال کی ان کو بھی ضرورت ہوتی ہے ۔ اصلاح حال کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔ اِنَّ فِی الۡجَسَدِ لَمُضۡغَةً اِذَا صَلُحَتۡ صَلُحَ الۡجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتۡ فَسَدَ الۡجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الۡقَلۡبُ ؏

(ترجمہ ۔ بے شک (انسان کے) جسم میں البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے ، جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے ، اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے ، خبردار اور وہ دل ہے) اصلاح حال کا مدار دل پر ہے ۔

اللہ تعالےٰ میری اور آپ کی اصلاح قال اور اصلاح حال فرما دے ۔ امین یا الہ العٰلمین ۔ اگر ایک شخص کی اصلاح قال تو ہو جائے اور اصلاح حال نہ ہو تو اس کی بارگاہِ الٰہی میں کوئی قیمت نہیں ۔ اس پر یہ شعر صادق آئے گا ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم!
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اس کے مقابلہ میں ایک دوسرے شخص کو لیجئے جس کی اصلاح قال تو نہیں ہوئی لیکن اصلاح حال ہو چکی ہے ۔ وہ صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد نماز پنجگانہ کی پابندی کرتا ہے ۔ روزے رکھتا ہے اگر زکوٰۃ فرض ہے تو زکوٰۃ ادا کرتا ہے اسی طرح اگر حج فرض ہے تو کر چکا ہے ۔ اگرچہ وہ کتاب و سنت کا عالم نہیں ہے ۔ یہ شخص اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے ۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبولیت کے لئے اصلاح حال کی ضرورت ہے ۔ اس کے متعلق حضور انور فرماتے ہیں :۔

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنۡظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمۡ وَاَمۡوَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ یَّنۡظُرُ اِلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَاَعۡمَالِکُمۡ

(رواہ مسلم)

(ترجمہ ۔ ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے ۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے ۔)

جن کی اصلاح دنیا میں ہو چکی ہو گی ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قبر میں جب ان سے یہ سوالات ہوں گے ۔

مَنۡ رَّبُّکَ ۔ مَا دِیۡنُکَ ۔ اور مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیۡ بُعِثَ فِیۡکُمۡ ۔

اور وہ ان کے ٹھیک ٹھیک جواب دے دیں گے تو ان سے فرشتے پوچھیں گے کہ تمہیں کیسے پتہ چلا تو وہ جواب دیں گے ہم نے قرآن مجید پڑھا تھا ۔ اس کے بعد اس قسم کے انسانوں سے کہا جائے گا ۔ نَمۡ کَنَوۡمِ الۡعَرُوۡسِ

(ترجمہ ۔ دلہن کی طرح سو جا) شادی کی پہلی رات دلہن کو علیحدہ کمرہ میں سُلا دیتے ہیں ۔ پھر اس کا محبوب (دولہا) ہی اس کے پاس آتا ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ کے وہ بندے جن کی اصلاح حال ہو چکی ہو گی قیامت تک آرام سے قبر میں سوتے رہیں گے ۔ قیامت کے دن ان کا محبوب (اللہ تعالےٰ) ہی ان کو اٹھائے گا ۔ اللہ تعالےٰ کے محبوب ہونے کا اعلان اس آیت میں آتا ہے :۔ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔

(سورہ الانعام ۔ رکوع ۲ پ ۸)

(ترجمہ ۔ کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے)

اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اور آپ کو یہ نعمت عطا فرمائے کہ اس کی ذات محبوب ہو جائے ۔ پھر انسان موت سے نہیں ڈرتا بلکہ اس کی نظر میں موت محبوب ہو جاتی ہے ۔ کیونکہ یہ محبوب حقیقی کے دیدار کا ذریعہ بنتی ہے ۔ موت سے اللہ تعالےٰ کے نافرمان ہی ڈرتے ہیں ۔

اب نَمۡ کَنَوۡمِ الۡعَرُوۡسِ کے متعلق ہر شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے کہ اس کے ہاں اللہ تعالےٰ کی ذات محبوب ہے یا ماسوا اللہ محبوب ہے ۔ آپ بیوی وہ پسند کرتے ہیں جو اندھی ۔ کانی ۔ بہری ۔ گونگی ۔ لنجی اور لنگڑی نہ ہو ۔ یعنی اس کے سب ظاہری اعضاء درست ہوں باطن کے متعلق بھی سنیئے ۔ آپ عقلمند بیوی پسند کرتے ہیں ۔ پاگل کو پسند نہیں کرتے ۔ معاملہ فہم سمجھدار اور سلیقہ شعار بیوی چاہیئے ۔ گویا اس کا ظاہر اور باطن دونوں درست ہوں ۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جس عقل سے دنیا میں کام لیتے ہو اسی عقل سے دین کے معاملہ میں کام لوگے تو نجات ہو جائے گی ۔ جب آپ اس چیز کو پسند کرتے ہیں جس کا ظاہر اور باطن دونوں ٹھیک ہوں ۔ تو کیا اللہ تعالےٰ کو عیب دار بندے چاہئیں ہرگز نہیں ۔ وہ بھی اس کو پسند فرماتے ہیں جس کا ظاہر اور باطن دونوں اس کی مرضی کے مطابق ہوں ۔ اس کو بدزبان بندے پسند نہیں ۔ حضور انورؐ اللہ تعالےٰ کی مراد کے شارح ہیں ۔ آپؐ فرماتے ہیں :۔ مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَلۡیَقُلۡ خَیۡرًا اَوۡ لِیَصۡمُتۡ ۔

(ترجمہ ۔ جو اللہ تعالےٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے ، پس چاہیئے کہ بات کہے تو اچھی کہے یا چپ رہے) مثلاً اللہ تعالےٰ معیوب آنکھ کو پسند نہیں فرماتے :۔ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِھِمۡ الایۃ

(سورہ النور ۔ رکوع ۴ ۔ پ ۱۸)

(ترجمہ ۔ ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ

نیچی رکھا کریں)

اور نہ آوارہ مزاج کو پسند فرماتے ہیں:۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔

(سورہ المؤمنون۔رکوع ا۔پ۱۸)

(ترجمہ۔اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں) وہ ان کو پسند فرماتے ہیں جن کی نہ آنکھ عیب دار ہو نہ بدزبان ہو۔ان کو اپنی رضا کا تمغہ یوں عطا فرماتے ہیں:۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

(سورہ البینہ پ۳۰)

(ترجمہ۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے) نہ ظاہری اعضاء میں سے کوئی عضو اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف ہو، اور نہ دل میں اس کے سوا کسی سے محبت ہو۔ ایسے بندوں کو اللہ تعالےٰ پسند فرماتے ہیں۔ فارسی میں کسی نے کہا ہے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

(ترجمہ۔ ہر جگہ گھوڑا نہیں دوڑانا چاہیئے کسی جگہ تو (ہستی کی) سپر ڈال دینی چاہیئے) جس کے سامنے انسان اپنی ہستی کی سپر ڈال دے وہ اس کا خدا ہے اگر انسان یہ درجہ اللہ تعالےٰ کو دے دے تو توحید پرست ہے۔ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں جو بھی آئے اس کو اڑا دیا جائے۔ لیکن اکثریت کے ہاں بیوی اللہ تعالےٰ سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ مثلاً وہ کہتی ہے میرے بیٹے کی شادی پر باجا ضرور بجے اُدھر کسی عالم سے سن رکھا ہے کہ باجا بجانا کافروں کی رسم ہے۔ اکثر آدمی اللہ تعالےٰ کو ناراض کر لیں گے لیکن بیوی کی ناراضگی برداشت نہیں کریں گے۔ یہ وہ لوگ جو کبھی بیوی کے آگے ہستی کی سپر ڈال دیتے ہیں اور کبھی اللہ تعالےٰ کے آگے۔ ان کے متعلق کسی نے کہا ہے ؎

ہم وہ بدمست قلندر ہیں!
کبھی مسجد ہیں کبھی مندر ہیں

یہ توحید پرست نہیں ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ہمارا ظاہر اور باطن ایسے ہو جائیں کہ اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پسند فرما لیں۔ توحید پرست اور ماسوا اللہ کو محبوب بنانے والے دونوں کا ذکر اس آیت میں آتا ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ الآیۃ

(سورہ البقرہ رکوع ۲۰۔پ۲)

(ترجمہ۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں، جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے)

جن کو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کا درجہ حاصل ہے وہ کامیاب ہیں۔ کامیابی یہ ہے کہ ایک اللہ تعالےٰ کو راضی رکھا جائے باقی کوئی راضی رہے یا نہ رہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنا یہ حال بنانے اور لحد قبر تک اس کا پابند رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین یا الٰہ العلمین۔ اللہ تعالےٰ کو ناراض کر کے ساری دنیا حاصل ہو جائے تو یہ نامرادی ہے۔

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ انسان جس فن میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس فن کے صاحبِ کمال کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے سے یہ بھی صاحبِ کمال ہو جائے گا ادھر بھی یہی قاعدہ ہے۔ اصلاحِ حال کے لئے صاحبِ حال کی صحبت ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بھی صحبت کو لازمی قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الآیہ

(سورہ الکہف رکوع ۴۔پ۱۵)

(ترجمہ۔ تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے)

وَاصْبِرْ امر کا صیغہ ہے۔ اَلْاَمْرُ لِلْوُجُوْبِ عِنْدَنَا عِنْدَ الْاَحْنَافِ

(ہمارے یعنی احناف کے نزدیک امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہوتا ہے) اہل علم ہی کا زور سمجھ سکتے ہیں۔ ان کی صحبت میں نشست و برخاست رکھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ جن کی زندگی کا نصب العین ہے کہ اللہ تعالےٰ راضی ہو جائے۔ وہ نہ بڑے سے بڑا زمیندار بننا چاہتے ہیں۔ نہ بڑے سے بڑا سیٹھ بننا چاہتے ہیں اور نہ سرکاری ملازمت میں گریڈ بڑھانا چاہتے ہیں، ان کو فقط اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب و محبوب اور مقصود ہے اس قسم کے اللہ والے نایاب نہیں۔ کم یاب ضرور ہیں۔ ان کی تعداد ہے۔ یعنی ان کا ہونا تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ اتنی اقلیت میں ہیں کہ ان کو اللہ تعالےٰ نے بطور بیج رکھا ہوا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے فضل سے کسی کی اصلاح ہو جائے۔ اگر وہ فرائض عینیہ بجا لاتا ہے اور کسی کو ستاتا نہیں تو یہ شخص بمقابلہ اس عالم کے جو بے عمل ہے اللہ تعالےٰ کے ہاں زیادہ محبوب ہے۔ اگر عالم اپنے دماغ کی الماری میں علم کے انبار لگا کر رکھ لے لیکن عمل میں کھوٹا ہے تو اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کے علم کی کوئی قیمت نہیں یہود کے علماء تورات کے فاضل تھے، لیکن چونکہ عمل میں کھوٹے تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ ان کو گدھے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا

(سورہ الجمعۃ۔ رکوع ا۔پ۲۸)

ترجمہ۔ ان لوگوں کی مثال جنہیں توریت اٹھوائی گئی تھی پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے جو کتابیں اٹھاتا ہے)

یہ قرآن مجید ہے حضور انور فرماتے ہیں:۔

لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ

(ترجمہ۔ البتہ تم ضرور ان لوگوں کی پیروی کرو گے جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ) اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مسلمانوں میں بھی ایسے عالم ہوں گے جو عمل میں کھوٹے ہوں گے۔

اصلاحِ قال اور اصلاحِ حال دونوں کی ضرورت ہے۔ لیکن اصلاحِ حال اصلاحِ قال سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اصلاحِ حال یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رضا مقصود مطلوب اور محبوب ہو جائے۔ اس کے لئے علمی طور پر قرآن مجید اور عملی طور پر حضور انورؐ کے اتباع کی ضرورت ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآیۃ:۔

(سورہ الاحزاب۔رکوع ۳۔پ۲۱)

(ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے) اس نمونہ کے مطابق اپنے آپ کو بنانے کے لئے اللہ تعالےٰ کے ان بندوں کی صحبت ضروری ہے۔ جن کو فقط اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب ہے

؎ پلے میوہ ز میوہ رنگ می گیرد

جس کی اپنی اصلاحِ حال نہیں ہوئی، اس سے کتابیں پڑھنے سے اصلاحِ قال تو ہو جائے گی، لیکن اصلاحِ حال نہیں ہوگی۔ جاہل صوفی بھی دوسروں کی اصلاحِ حال نہیں کر سکتا۔ مصلح وہ ہو سکتا ہے۔ جس کے سینہ میں کتاب و سنت کا نور ہو، اپنی جماعت سے کہتا ہوں کہ جاہل صوفی کی صحبت میں کبھی نہ بیٹھنا۔ جاہل صوفی کی مثال ایک تیراک کی سی ہے جو خود تو تیر کر دریا کو پار کر لیتا ہے۔ لیکن دوسروں کو پار نہیں لے جا سکتا۔ ایک عالم صوفی کی مثال ایک ملاح کی سی ہے جو ہزاروں کو کشتی میں بٹھا کر دریا کے پار پہنچا دیتا ہے۔

ہم اللہ تعالےٰ کے بندے اور حضور انورؐ کی امت ہیں جو حضور انورؐ کے مسلک کو نہیں جانتا وہ ہمارا مقتدا نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہم نے

صدقہ قبر کے عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدقہ دینے والے قبر کی آگ سے محفوظ ہوں گے۔ صدقہ قبر کی آگ کو بجھاتا ہے۔ (طبرانی)

...دروازہ پر پہنچتا ہے۔
اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اصلاحِ قال اور اصلاحِ حال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا الٰہ العالمین۔
قال وہ ہے جو قال اللہ و قال الرسول میں آیا ہے، اور حال وہ ہے جو حضورِ اقدس نے بنا کر دکھایا ہے۔

لوگوں کے لیے پانی کے کنویں کا انتظام کرنے کا اجر

جس نے کنواں کھدوایا تو جو جاندار بھی اس سے پانی پیے گا اللہ تعالیٰ کنواں کھدوانے والے کو قیامت کے دن تک اجر عنایت کرے گا۔ (بخاری)

صدقہ اللہ کے غصہ کو مٹاتا ہے

صدقہ اللہ کے غصہ کو مٹاتا ہے اور انسان کو بری موت سے محفوظ رکھتا ہے۔ (ترمذی)

اچھی بات کہہ دینا بھی صدقہ ہے

صدقہ دینے کو نہ ہو تو لوگوں سے اچھی بات ہی کہہ دیا کرو اگر یہ یہ توفیق بھی نہ ہو تو کسی کو نقصان ہی نہ پہنچاؤ۔ (بزار)

مجلس ذکر :- منعقدہ ۳ شعبان ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

خدمتِ دین کا صحیح معیار

بسم اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمْ اَلحمدُ للہِ وَکفیٰ وَسلامٌ علیٰ عبادِہِ الذِّینَ اصطفیٰ ۔ اَمَّا بَعد عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں اپنے دروازہ پر لاکر بٹھاتا ہے۔ جس کام کے لیئے وہ لاتا ہے۔ وہ بڑا اہم ہے۔ عام طور پر مسلمان اس کام کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ عوام تو بجائے خود لیے خواص بھی نہیں سمجھتے۔ میں انگریزی والوں کو عوام میں اور علماء کو خواص میں شامل کرتا ہوں۔

وہ کام کیا ہے؟ اصلاح حال۔ علمائے کرام کی اصلاحِ قال تو ہو جاتی ہے۔ لیکن اصلاح حال ان کی بھی نہیں ہوتی۔ اصلاح حال کا نمونہ۔ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ الآیۃ (سورہ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱)

ترجمہ (البتہ تمہارے لیئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔) اس نمونہ کے مطابق ہم نے اپنے آپ کو ڈھالنا ہے۔ یہ مت سمجھیئے کہ آپ علمائے کرام کے برابر ہیں۔ وہ تقریباً بارہ سال علم دین پڑھ کر آتے ہیں۔ آپ ۱۲ سال پڑھنے کے بعد اس مقام پر پہنچیں گے جہاں وہ اس وقت پہنچے ہوئے ہیں۔ میں تو ان کو آگے بڑھنے کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ ان کو بھی اصلاح حال کی ضرورت ہے۔ لیکن آپ کو ان سے بھی زیادہ اصلاح حال کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں پیسہ نہ ہو تو "دُلا" کہلاتا ہے پیسہ آجائے تو وہی شخص میاں عبداللہ صاحب بن جاتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے ہاں نہ ظاہری حسن اور نہ دولت کی قیمت ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے محرم راز ہیں۔ آپ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللہَ لَا یَنْظُرُ اِلیٰ صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلیٰ قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (رواہ مسلم) (باب الرِّیاءِ والسُّمْعَۃِ)

ترجمہ :- ابو ہریرہ رض سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔)

اس کو کسی نے یوں بیان کیا ہے

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سُرخ وسفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

اللہ تعالےٰ کے ہاں سیرت محبوب ہے۔ بلال رض حبش کے باشندہ تھے۔ کالا رنگ۔ موٹے موٹے ہونٹ اور گھنگھریالے بال تھے۔ ایک کافر کے غلام تھے۔ صدیق اکبر رض کو رحم آیا تو آپ نے خرید کر آزاد کر دیا۔ حسب ونسب کا پتہ نہیں۔ کیونکہ کتابوں میں ان کا حسب نسب نہیں دیا ہوا۔ گویا وہ نہ ظاہری حسن کے مالک ہیں۔ اور نہ دولت مند ہیں۔ لیکن انہوں نے احد احد ایسا پڑھا کہ ساری دُنیا کے کافر قربان کر دیئے جائیں تو ان کی اس ایک خوبی کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ جس کافر کے آپ غلام تھے۔ اس نے آپ کا امتحان لیا۔ گرم ریت پر لٹاتا اور اوپر گرم پتھر رکھ دیتا۔ لیکن آپ نے احد احد نہ چھوڑا۔ وہ اللہ تعالےٰ کو اتنے محبوب ہیں۔ کہ ابھی زندہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے بہشت میں ایک اور بلال رض بنا کر رکھا ہے۔ حضور انور ص بہشت میں بلال کو دیکھ کر آئے ہیں۔ آپ تو اپنے اعزہ و اقرباء کے مردہ فوٹو بنا کر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو مردہ فوٹو کی کیا ضرورت ہے۔ جب وہ زندہ مجسمہ بنا سکتا ہے۔

ہم یہاں ہر جمعرات کو اصلاح حال کے لیئے جمع ہوتے ہیں۔ عوام اور خواص، جاہل اور عالم سب کو اصلاح حال کی ضرورت ہے عوام اور جاہلوں کو تو جانے دیجیئے۔ علمائے کرام کو بھی اصلاح حال کا احساس نہیں ہوتا۔ کسی بات کو عقیدۃً ماننا اور چیز ہے۔ اور بصیرتاً ماننا اور چیز ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فرمان اور رسول اللہ صلعم کے ارشادات کو عقیدتاً تو جاہل بھی مانتا ہے۔ لیکن بصیرتاً ہمارا رسمی عالم بھی نہیں جانتا۔ رسمی عالم جب کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر اپنی تربیت کرائے گا۔ اور اس کی اصلاح حال ہو جائے گی۔ تو پھر وہ بصیرتاً مانیگا رام چندر ایک آریہ تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا قاری تھا۔ اس کو حدیثیں بھی بڑی یاد تھیں۔ اس نے ایک دفعہ لاہور کے علماء کو چیلنج دیا تھا ہر عالم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے حضرت مولانا شمس الحق صاحب کو اس کے مقابلہ کے لیئے بھیجا تھا۔ حضرت مولانا ان دنوں ہمارے مدرسہ قاسم العلوم میں مدرس تھے۔ وہ دیو بند بعد میں تشریف لے گئے تھے۔ اور پھر وہاں سے قلات تشریف لے گئے جہاں وہ وزیر معارف تھے۔ اصلاحِ قال تو رام چندر کی بھی ہو چکی تھی۔ علمائے کرام کی ہو گئی تو کیا ہوا۔ اصلاح حال زیادہ ضروری ہے۔ اصلاح حال سے بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ صاحب بصیرت دھوکہ نہیں کھا سکتا اندھے کو آپ سیاہ رنگ کو سبز کہ دیں گے۔ تو وہ دھوکا کھا جائے گا لیکن بینا کبھی دھوکا نہیں کھائے گا۔ وہ سیاہ اور سبز رنگ میں تمیز کر سکتا ہے۔ اسی طرح صاحب بصیرت کھرے اور کھوٹے میں تمیز کر سکتا ہے۔ وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ان کی اصلاح حال نہ ہو تو علمائے کرام کو بھی گمراہ کرنے والے کئی مضل مل جاتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ میرا صوبہ پنجاب کوڑھی خطہ ہے۔ جہاں مضل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ایک مرگیا تو دوسرا پیدا ہو گیا۔ جس کا دماغ خراب ہو جاتا تھا۔ اور انگریز اس کو (Unfit) کرکے نکال دیتا تھا۔ وہ ہمارا مصلح بن جاتا تھا۔

ایک مرتبہ میں منٹگمری گیا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ جس کی داڑھی پر کھدر کا توبرا چڑھا ہوا تھا۔ مجھے ایک دوست نے بتلایا کہ یہ رَجُلٌ یسعیٰ ہے۔ جس نے نبوت کا دعوے کر رکھا ہے۔ وہ پٹواری تھا۔ جب اس کا دماغ خراب ہو گیا تو گورنمنٹ نے اسے نکال دیا۔ وہ رسالے لکھوا کر چھپواتا تھا اور میرے پاس بھی بھیجوایا کرتا تھا۔ میرے پنجاب میں جتنے احمق اور نالائق بچے مائیں جنتی ہیں۔ شاید ہی ہندو پاکستان کے کسی صوبہ میں جنتی ہوں۔ یہاں جو بھی مضل آتا ہے۔ اس کو ماننے والے بھی مل جاتے ہیں۔

علمائے کرام پہلے کتاب وسنّت کو عقیدتاً مانتے ہیں۔ اصلاح حال ہو جانے کے بعد بصیرت سے مان سکتے ہیں۔ اس کے بعد ایک منٹ میں ہادی اور مضل میں تمیز کر سکتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے بینا ایک لاکھ میں ایک بھی نہیں۔ لاہور کی آبادی ۱۴ لاکھ ہے۔ اگر ایک لاکھ میں ایک بینا بھی ہوتا۔ تو لاہور میں ۱۴ تو ہونے چاہئیں۔ اگر ۱۴ ہوتے تو نہ کفر رہتا۔ اور نہ شرک رہتا۔ اسی لیئے میں کہا کرتا ہوں کہ آپ کہتے ہیں۔ بینا سارے، اندھا کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی کوئی۔ جب تمہیں ان کی ضرورت نہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کیوں نمائش کرائے جوہری وہاں آکر جواہرات کی ڈبیا کھولتا ہے۔ جہاں ان کی مانگ ہو۔ چاندنی چوک

دہلی میں جوہریوں کی دکانیں اس لیئے زیادہ ہیں کہ وہاں سے نواب اور مہاراجے گزرتے تھے۔ جوہری دیہات میں نہیں جاتے وہاں گاجر مولی بیچنے والے جاتے ہیں۔ اگر تمہیں ضرورت ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ لاکھوں پیدا کرسکتا تھا۔ اب اس نے اپنے بندے اتمام حجت کے لیئے رکھے ہوئے ہیں تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو

رَبَّنَا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ الایۃ

(سورہ المائدہ رکوع ۳ پ ۶)

اسی قسم کے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی برکت سے اسلام زندہ اور تابندہ رہا ہے۔ آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی اصلاح حال کی توفیق عطا فرمائے

آمین یا الٰہ العالمین

یہی تزکیۂ نفس ہے۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ جو تزکیۂ نفس کے مخالف ہیں۔ اگر صوفیائے عظام نہ ہوں تو روس کا ایک کمیونسٹ نوجوان تمہارے اسلام کو پھونکوں سے اڑا سکتا ہے۔ صوفیائے عظام اس کو منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔ اسلام کی حفظ و بقا و باطن کے اندھوں سے نہیں ہے، بلکہ ان حضرات کی برکت سے ہے۔ جو باطن کے بینا ہوتے ہیں ؂

یہ تو تمہید ہی تھی۔ اصل چیز اب عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ط

(سورۃ الذاریات رکوع ۳ پ ۲۷)

ترجمہ :۔ اور میں نے جن اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیئے ؂

اس کلام کا زور عربی دان ہی سمجھ سکتے ہیں انگریزی دان نہیں سمجھ سکتے۔ ما۔ اور اِلَّا کلمہ حصر کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندگی کے سوا جنوں اور انسانوں کی خلقت کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ یہ قال اس وقت تک حال نہیں بنتا جبتک کسی اللہ والے کی صحبت نصیب نہ ہو۔ صحبت کے بغیر یہ قال حال نہیں بنتا، نہیں بنتا، نہیں بنتا۔

میں نے کئی مرتبہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی توہین کرنے والے لاہوریوں کو ڈانٹا تھا کہ تمہیں شرم نہیں آتی۔ انہیں شیخ الہنود کہہ کر ان کی توہین کرتے ہو۔ اور چار چار پانچ پانچ میل سے وعظ میرے سننے کے لیئے آتے ہو۔ میرا بصیرت سے یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مدنیؒ کی دنیا میں نظیر نہ تھی۔ وہ ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل تھے۔ دیو بند ازہر ہند ہے۔ لیکن زہد و تقویٰ میں دیو بند کا درجہ ازہر سے بڑھا ہوا ہے۔ مولانا عرض محمد صاحب کوئٹہ والوں نے مجھے بتایا۔ کہ جب میں دورہ حدیث پڑھنے دیو بند گیا تو بہت سے طلبا نے حضرت مدنیؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ میں نے درخواست نہ کی۔ لیکن۔ دوسرے طلباء کے ساتھ میں بھی چلا گیا۔ ان کی بیعت سے فارغ ہونے کے بعد حضرتؒ میری طرف متوجہ ہوئے پہلے تو مذاق فرماتے رہے۔ پھر اپنا رومال میرے ہاتھ میں دیدیا۔ میرا رومال پکڑنا تھا کہ میری چیخیں نکل گئیں۔ حضرتؒ کے مزاج میں پہلے ظرافت تھی۔ لیکن تقسیم کے بعد ظرافت نہ رہی تھی۔ اکثر روتے رہتے تھے۔ کیونکہ ہم نے سوچا کچھ تھا۔ اور ہو کچھ گیا۔ ع

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اصلاح حال ہادی کی صحبت میں ہوتی ہے۔ اصلاح حال ہو جائے تو انسان کا ہر کام رضائے الٰہی کے لیئے ہوتا ہے۔ پھر یہ اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیئے۔ بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیئے۔ اولاد کی تعلیم و تربیت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیئے۔ بیوی کو نان و نفقہ دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیئے مگر عام طور پر جب تک مدت مدیدہ تک کسی ہادی کی صحبت میں تربیت نہ پائے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب محبوب اور مقصود نہیں بنتی۔ ایک مولوی صاحب کو میں نے کہا کہ میرا وقت چونکہ آپ کیلئے وقف ہے۔ آپ ایک طالب علم کو سبق پڑھا دیا کریں۔ یہ کہہ کر میں ابھی چند قدم ہی گیا تھا کہ مجھے رقعہ دیتے ہیں جس میں لکھا تھا کہ میرا خیال رکھنا۔ دورہ تفسیر کے لیئے آئے تھے۔ مکان انجمن کا تھا۔ کھانا، کاغذ قلم، دوات، صابن، تیل وغیرہ سب کچھ انجمن سے ملتا تھا۔ ایک دوسرے مولوی صاحب ایک دن انجمن کی منتظمہ کمیٹی کے دو ممبروں کو ساتھ لے کر میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے ہیں تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ آپ نے مولوی صاحب سے سبق پڑھوایا ہے۔ اور ان کو دیا کچھ نہیں۔ حالانکہ میں اُن کا استاد تھا۔ اور انجمن ان کی تمام ضروریات کی کفیل تھی۔ کیونکہ وہ دورۂ تفسیر پڑھنے کے لیئے آئے تھے۔

اصلاح حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی اصلاح حال کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین یا الٰہ العالمین

صحیح معنوں میں وہی شخص خدمت دین کر سکتا ہے۔ جو "بشرط لاشیٔ" کے اصول پر عمل کرے یعنی شرط یہ کرے کہ میں کچھ نہیں لوں گا۔ اللہ تعالیٰ جہاں سے چاہے مجھے دلائے۔ سورۂ شعراء پڑھ کر دیکھیئے اللہ تعالےٰ نے سب بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام سے یہ اعلان کروایا ہے۔

وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ج اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ط

(سورہ الشعراء رکوع ۶ پ ۱۹)

ترجمہ :۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے)

حضور انورؐ سے بھی اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا اعلان کروایا ہے۔ قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ط (سورہ الفرقان رکوع ۵ پ ۱۹)

ترجمہ :۔ کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راستہ معلوم کرنا چاہے)

اگر آپ لیں گے نہیں تو کھائیں گے کہاں سے!

اس کا جواب متصل والی آیت میں دیتے ہیں۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ الایۃ

ترجمہ :۔ اور تم اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھو جو کبھی نہ مرے گا۔)

یہ تسلسل چلی آرہی ہے۔ خدمت دین صحیح طور پر فقط وہ عالم کرسکتا ہے۔ جو عوام سے بے طمع ہوکر دین کی خدمت کرے۔ جب اللہ والوں کی صحبت میں رنگ چڑھ جاتا ہے۔ تو انسان ماسوا اللہ سے کٹ جاتا ہے۔ اسی لیئے میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے، نہیں ہوتے۔ ان میں سے ایک موتی ہے۔

انقطاع عن الخلق واحتیاج الی اللہ ط (مخلوق سے کٹ جانا اور اللہ تعالیٰ کا محتاج ہوجانا)

اگر کافر دن بھر کام کرانے کے بعد شام کے وقت مزدور کو مزدوری دے دیتا ہے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کرنے والوں کی ضروریات پورا نہ کرے گا؟ ضرور کرے گا۔ جیسا کہ فارسی میں کسی نے کہا ہے۔ ؎

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمنان نظر داری

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۰ شعبان المکرم ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اِصلاح حال کے بعد استقامت کی ضرورت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ

عرض یہ ہے کہ چونکہ ہر جمعرات کو بعض نئے احباب تشریف لاتے ہیں۔ اس لئے مجھے ہر بار اس اجتماع کی غرض و غایت بیان کرنی پڑتی ہے۔ انسان کی اصلاح کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اصلاحِ قال
۲۔ اصلاحِ حال

اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہاں قال وہ پسندیدہ ہے۔ جو دینی نکتۂ نگاہ سے قال اللہ وقال الرسول کے تابع ہو۔ قال کا درست ہونا بھی بڑا مشکل ہے۔ اگر قال، قال اللہ وقال الرسول کے تابع ہو جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے انعاماتِ خصوصی میں سے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (رواہ الترمذی) (بَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ)

ترجمہ! عبد اللہ بن عمرو رضؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میری اُمّت پر ضرور ضرور ایسا زمانہ آئے گا۔ جیسا بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ دونوں میں ایسی مطابقت ہو گی۔ جیسے جوتی کے ایک تلہ کی دوسرے سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدفعلی کی ہو گی تو میری امت میں بھی ایسا ہو گا۔ جو ایسا کرے گا۔ اور بیشک بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے اور میری اُمّت تہتّر ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو گی۔ وہ ایک فرقہ کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہؐ وہ کون سا فرقہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس میں میں ہوں اور میرے صحابہ کرامؓ ہیں)

مسلمانوں کے بہتّر فرقے جن کا قال، قال اللہ وقال الرسول کے تابع نہ ہو گا۔ وہ دوزخ میں جائینگے ان کا قال دعویٰ کے لحاظ سے اسلامی ہو گا۔ مگر رسول اللہؐ کے قال کے تابع نہ ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلامی متصور نہ ہو گا۔ کہیں گے دینِ الٰہی مگر دینِ الٰہی نہ ہو گا۔ جاہل فرقے نہیں بنا سکتے۔ فرقے عالم ہی بنا سکتے ہیں۔ یہی گروہ موشگافیاں کرتا ہے۔ ان بہتّر فرقوں میں علمائے کرام بھی ہونگے اور صوفیائے عظام بھی۔ یہی دو گروہ دین کے حامل ہیں یہ اگر راہِ راست پر ہوں تو امت بھی راہِ راست پر ہوتی ہے۔ اگر یہ گمراہ ہو جائیں تو امت بھی گمراہ ہو جاتی ہے۔ یہود کے علماء اور فقراء سے اللہ تعالیٰ ناراض ہیں فرماتے ہیں۔

لَوْلَا یَنْھٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۝ (سورۃ المائدہ رکوع ۹ پ ۶)

ترجمہ! ان کے فقراء اور علماء گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے انہیں کیوں نہیں منع کرتے۔ البتہ بہت بُری ہے وہ چیز جو وہ کرتے ہیں

میں کہا کرتا ہوں۔ کہ رنگ ہے قرآن

صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ز الآیۃ (سورۃ البقرۃ رکوع ۱۶ پ ۱)

ترجمہ اللہ کا رنگ۔ اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے)

رنگ فروش ہیں علمائے کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام، علمائے کرام کو قرآن مجید کے رنگ کا رنگین بنانے کی ترکیب نہیں آتی۔ صوفیائے عظام کو اس کی ترکیب آتی ہے۔ عالم تو سمجھا دیتا ہے اور صوفی ویسا بنا دیتا ہے۔ عالم وہ ہے جس کا قال، قال اللہ اور قال الرسول کا ترجمان ہو۔

جہاں ۷۲ بہتّر گمراہ فرقے شور مچائیں۔ وہاں قال اللہ وقال الرسول کی آواز کا سنائی دینا ہی مشکل ہے۔ طوطی کی نقارخانہ میں کون سنتا ہے۔ ۷۲ گمراہ فرقے بھی اپنی حق پرستی کا ڈھنڈورا پیٹیں گے۔ یہ کون کہتا ہے۔ کہ میں باطل پر ہوں ؎

کس نگوید کہ دوغِ من ترش است

ترجمہ! یہ کوئی نہیں کہتا کہ میرا دہی ترش ہے)

میں سمجھتا ہوں۔ وہ حضرات بڑے ہی خوش نصیب ہیں جن کا قال مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کے مطابق ہو جائے۔ حضور انورؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا قال قرآن مجید تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ حال بھی قال اللہ وقال الرسول کے تابع بنا دے تو نور علیٰ نور۔ قال اللہ (قرآن مجید) بھی زندہ ہے اور قال الرسول (سنّت) بھی زندہ ہے انبیائے سابقین علیہم السلام کی نہ آسمانی کتابیں محفوظ ہیں۔ اور نہ ان کا اسوۂ حسنہ۔ حضور انورؐ فرماتے ہیں کہ انبیائے سابقین علیہم السلام کے کلام میں سے صرف ایک فقرہ محفوظ ہے

اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ جس کا فارسی میں کسی نے ترجمہ کیا ہے ؎

بے حیا باش ہرچہ خواہی کُن۔

قال ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ یہ ہمارا حال ہو جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ساری دنیا سے عبدیت کا تعلق توڑے، اور صرف اللہ تعالےٰ سے جوڑ لے ؎

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔

کتنے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے ہر حکم کو مانتے ہیں۔ اکثریت کی حالت یہ ہے ؎

ہم وہ بدمست قلندر ہیں
کبھی مسجد میں کبھی مندر میں

شریعت اور اللہ تعالےٰ کا حکم کون مانتا ہے۔ کیا مسلمانوں کی اکثریت گھوڑی، سہرا، باجا اور دوسری ہندوانہ رسموں کو شادی کے لئے ضروری سمجھنے؟ انکے ہاں گھوڑی پر دلہا کو سوار کرنا فرضِ عین ہے۔ مولویوں کو چاہیے۔ کہ ان سے صاف صاف کہہ دیں۔ کہ جب رسمیں ہندوؤں کی کرتے ہو۔ تو نکاح بھی کسی ہندو سے پڑھوا لو کیا یہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں؟ اللہ تعالےٰ کے بندے تو وہ ہیں۔ جو حضور انورؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ خود اللہ تعالےٰ نے رسول اللہؐ کو ہمارے لئے نمونہ بنایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ۝ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱)

ترجمہ! البتہ تمہارے لئے رسول اللہؐ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے)

معاملات میں کافر اتنا بددیانت نہیں جتنا مسلمان ہے۔ اے مسلمان! تو تو اسلام اور حضور انورؐ کو بدنام کرنے والا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کا نہیں نفس کا بندہ ہے۔ کیا یہی اسلام ہے جو تو لئے پھرتا ہے۔ گھی، دودھ، مرچ غرضیکہ کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ اے مسلمان! جب تو اتنا بددیانت ہے۔ تو کلمہ کیوں پڑھتا ہے؟ یا کلمہ پڑھنا چھوڑ دے۔ یا بددیانتی اور بے ایمانی سے باز آ۔ حال تو بعد میں آئے گا۔ مسلمان کا تو قال ہی غلط ہے۔ اگر نوکر تمہارا کہا نہ مانے تو اس کو بددیانت اور بے ایمان کہتے ہو۔ تم اللہ تعالےٰ کا کہا نہ مانو۔ تو پکے مسلمان۔؟

یہ تو تمہید ہی تھی۔ آج میں نے جو کچھ عرض کرنا تھا وہ اب عرض کرتا ہوں۔ اوّل تو اصلاح قال ہی بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ لیکن اصلاح حال اس سے زیادہ مشکل ہے۔ اصلاح حال ہو جانے کے بعد استقامت کی ضرورت ہے۔ اسی لئے صوفیائے کرام فرمایا کرتے ہیں۔

اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَۃَ وَلَا تَطْلُبُوا الْکَرَامَۃَ فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَۃَ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ

ترجمہ! استقامت کی دعا کرو۔ اور کرامت کی دعا نہ کرو۔ کیونکہ استقامت کرامت سے بالاتر چیز ہے۔)

ایمان اور اسلام ہمارا نہیں۔ یہ اللہ کا عطیہ ہیں۔ وہ بعض اوقات دے کر چھین بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالے مجھے اور آپ کو ایمان اور اسلام لحد قبر میں ساتھ لے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ لحد قبر میں ایمان اور اسلام سلامت لے جانے کے بعد پھر نہیں چھینیں گے۔

اس سے پہلے ہر وقت ایمان اور اسلام خطرہ میں ہے۔ یہ مضمون میں نے ایک حدیث شریف سے اخذ کیا ہے۔ حدیث میں ہے اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں حضور انور فرماتے ہیں۔ کہ بعض آدمی پیدا بھی مومن ہوتے ہیں۔ زندہ بھی مومن رہتے ہیں اور مرتے بھی مومن ہیں۔ اللّٰھم اجعلنا منہم۔ آگے فرماتے ہیں۔ بعض آدمی پیدا تو مومن ہوتے ہیں۔ اور زندہ بھی مومن رہتے ہیں۔ لیکن مرتے ہیں تو کافر۔ اللّٰھم لا تجعلنا منہم۔

دو دشمن ہر وقت انسان کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ ایک نفس، دوسرا شیطان۔ ان دونوں دشمنوں سے انسان کے ایمان اور اسلام کو ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے۔ اس خطرہ سے محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ کہ اللہ تعالے ایسے شخص یا ایسی جماعت کی صحبت نصیب فرمائے۔ جس کا قال اور حال۔ قال اللہ و قال الرسول کے مطابق ہوں اس کے متعلق اللہ تعالے فرماتے ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج الآیۃ (سورۃ الکہف رکوع ع۴ پ۱۵)

ترجمہ! تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں۔ اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا۔ کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے)

اللہ تعالے ہمیں ان لوگوں کی صحبت میں رہنے کا حکم دے رہے ہیں۔ جن کی زندگی کا نصب العین فقط رضائے الٰہی ہے۔ وہ نہ تو جائدادیں بنانا چاہتے ہیں۔ نہ سیٹھ بنا چاہتے ہیں۔ اور نہ سرکاری ملازمت میں گریڈ بڑھانا چاہتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں سے وابستہ رہنا بہت ضروری ہے۔ ان سے ہٹ جانے سے خطرہ ہے کہ شیطان شکار کرکے نہ لے جائے۔ جس بکری جب تک ریوڑ میں رہتی ہے وہ گڈریے کی حفاظت میں رہتی ہے۔ لیکن جب وہ ریوڑ سے نکل جاتی ہے۔ تو بھیڑیئے کا شکار ہو جاتی ہے۔

آج کی معروضات کا خلاصہ کسی اللہ والے نے سندھی اشعار میں پیش کیا ہے۔ میں ان کا ترجمہ عرض کرتا ہوں۔

جس کو محبوب کا وصال حاصل نہیں
وہ بدقسمت تو وصال کیلئے روتی
ہے۔ لیکن جس کو وصال نصیب ہے
وہ بھی روتی ہے۔ اس سے جب
پوچھا گیا۔ کہ تو کیوں روتی ہے۔
تو وہ جواب دیتی ہے۔ کہ میں اس
لئے روتی ہوں کہ کہیں میرا محبوب
میری کسی غلطی پر مجھے اپنے
دروازہ سے نہ ہٹا دے

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے اور جسد دنیٰ پیچھے ہونے سے بچائے۔ آمین یا الٰہ العلمین۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔ ہمارا مقتدا وہ شخص ہو سکتا ہے۔ جو دروازہ محمدیؐ سے گذار کر ہمیں دربار الٰہی میں پہنچا سکے۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ایک شخص صوفی کہلائے آسمان پر اڑتا ہوا نظر آئے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے اگر اس کا مسلک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلک کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔ ورنہ وہ بھی جہنم میں جائے گا۔ اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ (سورۃ النساء رکوع ۱۷ پ۵)

ترجمہ اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے

مرتبہ خاموش مُبلّغ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِلّتِ ابراہیمیؑ سے روگردانی

درسِ قرآن کی ایک جھلک

(شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدّ ظلّہٗ)

(وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ)
الآیہ سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پارہ ۱
ترجمہ - اور کون ہے جو مِلّت ابراہیمیؑ سے روگردانی کرے سوائے اس کے جو خود ہی احمق ہو -

حضرت ابراہیمؑ کی دُعا

اس سے ماقبل کی آیت میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی دُعا کا ذکر ہے - وُہ دُعا رَبَّنَا کے لفظ سے شروع ہُوئی تھی - رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا رَبَّنَا متکلم مع الغیب کا صیغہ ہے - دونوں حضرات (باپ اور بیٹا) دُعا میں شامل تھے - یعنی ہماری دُعا میں اپنا رسول مبعوث فرما جو يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ) ان پر تیری آیتیں[1] پڑھے اور انہیں کتابؑ[2] اور دانائی[3] سکھائے اور انہیں پاکؑ[4] کرے + حضرت اسماعیلؑ بیٹے ہیں اور دُعا میں شامل ہیں - آج فقط ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے - وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِمَ میں مفرد کا صیغہ استعمال کیا جا رہا ہے - اور حضرت ابراہیمؑ کے دین کا خلاصہ اُوپر عرض ہو چکا ہے - اب

عقلمندی

کی بات یہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے پیش کردہ پروگرام جو انہوں نے اپنی اولاد (اُمّتِ مسلمہ) کے لئے تجویز کیا ہے - اُس سے روگردانی کوئی بیوقوف ہی کر سکتا ہے - گویا حضرت ابراہیمؑ یہ محسوس کر رہے ہیں - کہ جب تک خُدا کی طرف سے ہادی نہیں آئے گا خدا کی مخلوق کی اصلاح ناممکن ہے - سوائے انسان کے باقی تمام مخلوق کو اس کی زندگی کا پروگرام اللہ تعالیٰ نے براہِ راست اس کے دل میں القا کیا ہُوا ہے - حاصل دُعا یہ ہے کہ انسان اپنے

مقصدِ تخلیق

کو سمجھ نہیں سکتا - جب تک کہ ہادی کے ذریعہ سے اس کو سمجھایا نہ جائے - انسان کے لئے انبیاء علیہم السلام ہادی ہوتے ہیں - ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام انسانوں کو مقصدِ تخلیق سمجھانے اور عملی نمونہ بن کر دکھانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے - اس واسطے حضرت ابراہیمؑ دُعا فرما رہے ہیں - کہ اے ہمارے پروردگار ان میں ایسا ہادی بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے - اور انہیں پیدائش کے مقصد سے آگاہ کرے - اور ان کے زنگ آلود دلوں کو پاک و صاف کرے -

تمام مخلوق کو پیدا کرنے والا اللہ جلّ شانہٗ ہے اور مرسل من اللہ ہادی ہی اللہ جلّ شانہٗ کا عندیہ بتا سکتا ہے - پیغمبر سب سے زیادہ بلند اخلاق اور پاکیزہ انسان ہوتے ہیں - جن کی تربیت اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام کا کوئی اُستاد نہیں ہوتا - اللہ تعالیٰ ہر طرح سے اُسے مزیّن اور مرصّع کر کے بھجواتا ہے -

انسان کو دو قسم کی ضروریات لاحق ہوتی ہیں

ضروریاتِ رُوحانی اور ضروریاتِ جسمانی

پیغمبر انسان کی رُوحانی ضروریات کے لئے راہنما ہوتا ہے - انسان کا رُوحانی مربّی سب سے زیادہ پاکیزہ اخلاق کا حامل ہوتا ہے - تمام صفاتِ حمیدہ میں وُہ کامل مکمل نمونہ ہوتا ہے - تعلق باللہ کی درستی اور انسان کو مقصدِ تخلیق سمجھانے کے لئے عملی جامہ پہن کر نمونہ بن کر دکھانے کے لئے پیغمبر کی ضرورت ہے - اسی لئے حضرت ابراہیمؑ دُعا فرما رہے ہیں - وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا - جو شخص بھی اس پیغمبر کے روحانیت کے پیغام کو اپنائے گا وہ کامیاب ہوگا - اور جو نہیں اپنائے گا وہ ناکام رہے گا -

ضروریات جسمانی کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کسی ایک کو القاء فرماتے ہیں - اور باقی سب اس کی تابعداری کرتے ہیں - مثلاً نقل و حمل اور بار برداری کے لئے سب سے پہلے بیل گاڑیاں ٹانگے بنے - پھر موٹریں، لاریاں، ٹرک بنائے گئے - اور تدریجاً ریل گاڑیاں بحری اور ہوائی جہاز بن گئے ہیں - کہاں دس دن میں بحری جہاز کراچی سے جدّہ پہنچتا تھا اور اب آٹھ گھنٹے میں ہوائی جہاز کراچی سے جدہ پہنچ جاتا ہے - ضروریات و ایجادات جسمانی کے لئے اب بھی اللہ تعالیٰ القاء فرما رہے ہیں - اور اس کے لئے

ایمان شرط نہیں ہے

روس اور امریکہ میں آج کل جتنی ایجادات ہو رہی ہیں وہ سب جسمانی ضروریات کے پُورا کرنے کے لئے ہیں - تعلق باللہ کی درستی اور مقصدِ تخلیق سمجھنے کے بارے میں وُہ قطعاً نابلد ہیں -

ہر چیز کی بناوٹ معلوم کرنے کا جذبہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہُوا ہے - جیسے بچّہ جو چیز دیکھے سوال کرتا ہے - ابّا جی یہ کیا ہے - ابّا جی یہ کیا ہے - انسان جب ہر چیز کی غرض دوسروں سے پوچھتا ہے تو اپنی تخلیق کی غرض بھی خالق سے پوچھے - کہ اے اللہ تُو نے مجھے کیوں بنایا ہے

کوئی بیوقوف ہی ہوگا

جو سارے جہان کی چیزوں کا مقصدِ تخلیق تو پوچھتا پھرے اور اپنے متعلق یہ دریافت نہ کرے کہ مجھے کیوں بنایا گیا ہے گویا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ خدا تعالیٰ سے پُوچھے کہ اے اللہ تُو نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے -

مُعلّم اور متعلم کا فرق

معلّم میں سمجھانے کی استعداد بالفعل پیدا ہوتی ہے اور متعلم میں سمجھنے کی استعداد بالقوٰی ہوتی ہے - اُستاد عملاً ماہر ہوتا ہے اور شاگرد میں اس کام کے سیکھنے کی استعداد ہوتی ہے - مثلاً لوہے سے چاقو تلوار بنانا لوہار مستری تو سیکھا ہُوا ہے اور نیا شاگرد جس کو سکھایا جاتا ہے اس میں سیکھنے کی استعداد ہوتی ہے - معلم اور متعلم کا فرق یہ ہے کہ معلم میں استعداد بالفعل ہوتی اور متعلم میں بالقوٰی - ہر فن کے صاحبِ کمال معلّم قلیل ہوتے ہیں - اور متعلم کثیر ہوتے ہیں - اسی طرح ہادی ایک ہوتا ہے اور اُمّت کثیر ہوتی ہے - انسان کی پہلی بیوقوفی یہ ہے کہ دوسری چیزوں کی بناوٹ کی غرض تو معلوم کرتا ہے - اور ضروریات جسمانی کے پُورا کرنے کے لئے تو اُستاد کی ضرورت محسوس کرتا ہے - لیکن ضروریاتِ روحانی میں خدا سے تعلق جوڑنے والے اُستاد کی ضرورت نہیں سمجھتا - اپنا ریسرچ نہیں کرتا - کہ مرنے کے بعد کیا حال ہوتا ہے - شیطان

ایسا لعین ہے کہ اس نے سب یورپین کو بیوقوف بنا رکھا ہے۔ راکٹ آسمان پر چڑھیں نہ چڑھیں پہلا سوال تو یہ ہونا چاہیئے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اوّل تو کوئی عیسائی عالم ایسا ہوگا جو حالات ما بعدالموت بتائے۔ اور اگر نہ ہو تو اسلام کے دروازہ پر آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرما گئے ہیں کہ مرنے کے بعد قبر بہشت کے باغوں میں سے باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے گڑھا ہوتی ہے۔ مَیں کہا کرتا ہوں۔ اے نوجوان یا تو مان جا اللہ بھی سچّا اور اللہ کا رسولؐ بھی سچا۔ اگر نہیں مانتا تو پھر ادھر آ چودہ سال انگریز کے نصابِ تعلیم کو باپ کی کمائی کھا کر پورا کیا ہے تو اِدھر بھی چودہ سال کے اخراجات میرے پاس لاکر جمع کرادے پہلے ٹسٹ کرونگا اگر نورِ فطرت جو ماں کے پیٹ سے لے کر آیا ہے بجھ نہیں گیا تو اللہ تعالےٰ کے کسی بندہ کے پاس لے جاکر بٹھاؤں گا اور عرض کردوں گا۔ حضرت اس کی تربیت فرما دیجئے۔ اور جب تربیَت کاملاً کی سند مل جائیگی تو پھر لاہور میں آنا اور میانی شریف کے قبرستان میں پھر جانا اور ایک منٹ میں پتہ چل جائیگا کہ یہ قبر بہشت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا ہے۔ خدا زندہ ہے خدا کا فرمان قرآن زندہ ہے۔

اسلام زندہ ہے

دُنیا میں کسی پیغمبر کی تعلیم زندہ نہیں ہے۔ کوئی آسمانی کتاب محفوظ نہیں ہے۔ سوائے قرآن مجید کے۔ اور کسی پیغمبر کی سُنّت بھی محفوظ نہیں ہے۔ قرآن مجید کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت بلکہ ہر عملِ حیات بھی محفوظ ہے۔ قرآن متن ہے اور حدیث اس کی تشریح ہے۔ قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند باری تعالےٰ نے لیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ ہم نے ہی قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ لہٰذا قرآن کی حفاظت کے ساتھ حدیث کی حفاظت ازخود ہوگئی۔ پہلے پیغمبروں کی تعلیم میں سے صرف ایک جملہ باقی ہے۔ اِذالم تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ۔ جس کا کسی نے فارسی میں یوں ترجمہ کیا ہے ع

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہر عملِ حیات دُنیا کے لئے نمونہ ہے۔ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) تاکہ کسی معاملہ میں غلط راستہ اختیار نہ کرلے۔

عورت سے سلوک

ایامِ ماہواری میں مستورات قیامت تک مبتلا ہوتی رہیں گی۔ اس معاملہ میں عورت سے کیا سلوک کیا جائے۔ یہود کا تقوےٰ اس درجہ پر تھا کہ عورت کو نجسِ مطلق سمجھا جاتا تھا۔ اور مشرکین عرب بالکل آزاد تھے۔ اسلام کی تعلیم میں عورت کا صحیح مقام احادیث سے ثابت ہے۔ کہ عورت کا لعابِ دہن بھی پلید نہیں ہے۔ البتہ تعلقاتِ خصوصی ممنوع ہیں۔ آٹا گوندھے گی روٹی پکائے گی اور تمام امور خانہ داری سرانجام دے گی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مَیں ایّامِ ماہواری میں تھی اور جس برتن سے مَیں پانی پیتی تھی اُسی برتن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے تھے۔ اور اُسی جگہ پر مُنہ لگا کر پیتے تھے۔ اس سے ثابت یہ کرنا ہے کہ عورت کا لعابِ دہن پاک ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے دین سے بیوقوف ہی روگردانی کرتے ہیں۔

یُورپ والوں کو

اسی واسطے احمق کہہ رہا ہوں۔ پیغمبر مشنری بنانا نہیں بتائے گا بلکہ تعلق باللہ درست کرنے کا راستہ سکھائے گا۔ جو پیغمبر کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ احمق ہے۔ اور دُنیا و آخرت میں جوتے کھائے گا۔ احمق وہ ہے جو انجام کو سوچے بغیر ہی جو چاہے کر گزرے۔ مثلاً ایک چور بازار سے گزرتا ہے اور مٹھائی کی دُکان دیکھ کر اُس کا دل للچاتا ہے اور اُس کو نفس سمجھاتا ہے۔ رات کو حلوائی دوکان پر نہیں ہوگا رات کو نقب لگا کر مٹھائی کے تھال لے جانا۔ جہاں نقب زنی ہوئی پولیس پچاس میل سو میل کے فاصلہ پر بھی نقش پا کو دیکھ کر پکڑلے گی ہتھکڑی لگائے گی اور جیل خانہ پہنچادے گی۔ ؎

پتہ دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی
ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی

احمق کی نگاہ آگے نہیں جاتی پتہ نہیں ہے کہ آگے جوتے پڑیں گے۔

عقلمند بھی بازار سے گزرتا ہے۔ اس کو بھی مٹھائی کی دوکان نظر پڑے گی۔ لیکن وہ انجام کو سوچے گا۔ غرض احمق راکٹ اُڑا رہے ہیں۔ لیکن اس طرف ریسرچ نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ دل کی آنکھوں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قبر والوں کا کیا حال ہے۔ اللہ تعالےٰ نے صفتِ نبوت منتقل نہیں ہونے دی۔ نبوّت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ باقی تمام صفات حمیدہ نبویہ کے حامل کامل آج تک آ رہے ہیں اور قیامت تک آتے رہیں گے۔ ان صفاتِ محمدیہؐ میں ایک صفت

کشفِ قبور

بھی ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا واقعہ کشفِ قبور ملاحظہ ہو۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ پس آپ نے فرمایا ان دونوں قبر والوں پر عذاب کیا جا رہا ہے۔ اور کسی بڑی چیز پر عذاب نہیں کیا جا رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرا چغلخور تھا۔

گناہوں کی بُو

۲۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو گناہوں کی بو آتی تھی۔ حضرت شبیب بن ابی روحؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں اُنہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) صبح کی نماز پڑھی اور اس کے اندر سورۂ روم کو پڑھا۔ پس آپ کو تشابہ ہُوا۔ پھر جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا۔ لوگوں کا کیا حال ہے ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اور اچھی طرح وضو نہیں کرتے اور اس وجہ سے ہم پر اشتباہ ڈالتے ہیں قرآن میں (یعنی ہماری نماز خراب کرتے ہیں) مثلاً بے احتیاطی سے وضو کرتے وقت ایڑی خشک رہ گئی۔ یا کُہنی خُشک رہ گئی۔ گناہ صرف اتنا اور جرم یہ ہے کہ نماز خراب ہوگئی۔

اب بھی اللہ تعالےٰ کے بندے ایسے موجود ہیں کہ اُن کے پاس سے گزر جائیں تو اُن کو پتہ لگ جاتا ہے کہ زنا کرکے آیا ہے یا اُس کے پیٹ میں حرام کا مال ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دُعا کی ہے وہ ساری دُنیا کے لئے ہے۔ خُدا تعالےٰ مرتے دم تک اس لائن پر چلائے روٹی ملے نہ ملے بھوکے مرجائیں تو ہرج نہیں۔ اور جو پیغمبر کی لائن سے ہٹ جائیگا

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

جب تمھارے بادشاہ اور امراء سچے ہوں، تمھارے مالدار سخی ہوں اور تمھارے کام باہمی مشورے سے ہوا کریں تو تمھاری زندگی موت سے بہتر ہے۔ اور اگر امراء برے ہوں، اغنیاء بخیل ہوں اور تم عورتوں کی رائے کے تابع ہو تو پھر جینے سے مرنا بہتر ہے۔ (سنن ترمذی)

معمولی مال کا صدقہ بھی قابل قدر ہے

ایک عورت نے کہا بعض دفعہ میرے دروازے پر فقیر کھڑا ہوتا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں ہوتا فرمایا اگر کچھ نہ ہو اور صرف ایک بکری کا کُھر گھر میں ہو تو وہی دے دو۔ (ترمذی، ابن خزیمہ)

سخاوت کا اجر و ثواب

سخاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ اور جنت سے قریب ہے۔ سخی اگر جاہل ہو تو وہ بخیل عابد سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ (ترمذی)

(بقیہ درس قرآن صفحہ ۱۲ سے آگے)

جنگ کا عذاب

(قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ۝)

سورہ الانعام رکوع ۸ پارہ ۷

ترجمہ۔ کہہ دو وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اُوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف فرقے کر کے ٹکرا دے۔ اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزا چکھا دے۔ دیکھو ہم کس طرح مختلف طریقوں سے دلائل بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں۔

سابقہ تینوں عالمگیر جنگوں میں بستیوں کی بستیاں بموں سے اُڑا دی گئیں۔ اور اب بھی احمق انسان دوسروں کو تباہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ خُدا بندے بنائے اور یہ بموں سے اُڑائے جائیں۔

اسلام کی تعلیم

اسلام یہ سکھاتا ہے۔ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝)

ترجمہ۔ اے اللہ ہمیں دُنیا و آخرت کی زندگی درست کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔

بے ایمانی کی علامات

لاہور میں اکثر بے ایمان ہیں۔ ماں باپ کے گناہ کا نتیجہ ہے۔ کہ اُنھوں نے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلائی اور انگریز کی گود میں بٹھا دیا۔ مگر مسجد کا راستہ نہ دکھایا۔ اور نہ کسی اللہ والے کے سامنے زانوئے ادب تہ کرایا۔ حجام کی ضرورت درزی کی ضرورت دھوبی کی ضرورت اور کوٹھی کی ضرورت تو سجھائی ہے اگر نہیں سجھائی تو عاقبت کی فکر نہیں سجھائی۔ پرائمری مڈل ہائی سکول اور پھر کالج میں بی۔ اے پاس کرایا۔ انگریز کی خوشامد کر کے ملازمت دلائی اور اب گلبرگ میں بیٹھے ہیں انگریز خود بے ایمان تھا اور تم میں سے اکثر کو بے ایمان بنا گیا۔ افسوس ہے کہ کلمہ طیبہ بھی نہیں آتا۔ ایمان کا معنیٰ یہ ہے کہ اے اللہ! تیرا اور تیرے رسولؐ کا ہر حکم میں دل سے مانتا ہوں۔ جن بدقسمت بدنصیب مسلمانوں نے کسی اللہ والے کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا ان کو ان باتوں کا احساس بھی نہیں ہے۔ اگر اتنی بھی سمجھ ہوتی تو یہ نہ

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی-

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔ اَمَّا بَعۡدُ

آج کی معروضات کا عنوان ہے:

۲ دو مقصد

۱- انسان اپنے مقصدِ تخلیق کو من جانبِ اللہ ہادی آئے بغیر سمجھ ہی نہیں سکتا

۲- ہادی کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے کے سوائے انسان اپنے مقصدِ تخلیق کی تکمیل نہیں کرسکتا

اللہ تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی رہنمائی کے لئے ابتداہی سے ہادی بھجوانے شروع کر دیئے۔ ہادی کی صحبت میں ظاہراً و باطناً رنگ چڑھ جاتا ہے- انبیاء علیہم السلام من جانب اللہ ہادی ہوتے ہیں- اللہ تعالےٰ نے وقتاً فوقتاً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام انسان کو اس کا مقصد تخلیق سمجھانے کے لئے مبعوث فرمائے- انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کے صحبت یافتہ حوارین مقصدِ تخلیق سمجھاتے ہیں- ہمارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہادی ہیں- آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمائی- صحابہ کرامؓ نے تابعین کی- تابعین نے تبع تابعین کی تربیت فرمائی- یہ سلسلہ اسی طرح قیامت تک جاری رہے گا-

جو مقصدِ تخلیق ہمیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضورِ انورؐ نے لے کر دیا ہے وہ ہے (وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ۝) سورہ الذٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ- اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے)

مَا اور اِلَّا کلمہ حصر کا ہے- اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو پیدا کرنے والے اللہ تعالےٰ کی نظر میں اس کی تخلیق کا مقصد سوائے عبادت کے اور کوئی نہیں ہے- دُنیا میں نظر دوڑائیے اور دیکھئے کتنوں نے مقصدِ تخلیق کو سمجھا ہے- کیا یہ مقصد تخلیق ہے کہ بم بناؤ؟ مائیں بچے جنتی جائیں اور تم بموں سے اُڑاتے جاؤ- دوسری جنگِ عظیم میں ایک ایٹم بم سے امریکہ نے اڑھائی لاکھ جاپانی ہلاک کر دیئے- جن کا ہادی سے تعلق نہیں یہ ان کا حال ہے- خود مسلمانوں کو دیکھ لیجئے- ہادی سے تعلق کٹ جانے کے باعث اکثر مسلمان حیوانوں کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں- ان کی زندگی کا مقصد ہے فقط کمانا اور کھانا- اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے- وہی اس کی تخلیق کا مقصد بتلا سکتا ہے- یا وہ خود آکر اس کو مقصدِ تخلیق سمجھائے یا اپنا نمائندہ بھجوائے جو اس کی طرف سے اس کو مقصدِ تخلیق سمجھائے- انبیاء علیہم السلام اللہ تعالےٰ کے نمائندہ ہوتے ہیں وہ انسان کو اس کی تخلیق کا مقصد سمجھانے کے لئے تشریف لاتے ہیں-

جس انسان کو یہ پتہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو کیوں پیدا فرمایا ہے- وہ گدھے اور بیل سے بدتر ہے- گدھے اور بیل کسی کی خدمت تو کرتے ہیں- آج دُنیا میں جتنی بڑی بڑی قومیں ہیں، وہ بڑی ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہیں سائنسدانوں کو اپنی ترقی پر ناز ہے- لیکن کسی کو مقصدِ تخلیق کا پتہ ہے؟ کیا مقصدِ تخلیق کلیں اور مشینیں بنانا ہے؟ عیسائی عیسےٰؑ کا دامن چھوڑ چکے ہیں- دُوسرا کوئی ہادی ملا نہیں- اس لئے ان بدقسمت قوموں کو مقصدِ تخلیق کا ہی پتہ نہیں- اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے- جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک ہمیں مقصدِ تخلیق سمجھاتے آئے ہیں- ہماری تخلیق کا مقصد نہ دراصل کمانا اور نہ کھانا ہے- نہ کلیں اور مشینیں بنانا ہے- بلکہ اللہ تعالےٰ کی عبادت ہماری تخلیق کا مقصد ہے-

من جانبِ اللہ ہادی جب آتا ہے- تو وہ دو قسم کی اصلاح کرتا ہے- (۱) اصلاحِ قال (۲) اصلاحِ حال- وہ مشینیں یا کلیں بنانی نہیں سکھاتا- (هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ ق) الآیہ سورہ الجمعۃ رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ- وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے- اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے-

قال کی اصلاح کو تعلیم اور حال کی اصلاح کو تزکیہ کہتے ہیں- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلّم بھی ہیں اور مزکی بھی بحیثیت معلّم آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی اصلاحِ قال فرمائی اور بحیثیت مزکی اصلاحِ حال فرمائی- قال اور حال کی اصلاح ہادی من جانب اللہ ہی کرسکتا ہے- میں عرض کرچکا ہوں کہ ہادی من جانب اللہ انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں- ان کے بعد ان کے دروازہ کے غلام اصلاحِ قال اور اصلاحِ حال کرتے ہیں- لاہور میں ایسے سینکڑوں بلکہ لاکھوں بدنصیب مسلمان موجود ہوں گے- جن کو کسی ہادی سے تعلق نہ ہونے کے باعث مقصدِ تخلیق ہی کا پتہ نہیں- وہ قیامت کے دن اپنے بڑوں کے لئے بد دُعا کریں گے- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں-

(یَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِی النَّارِ یَقُوۡلُوۡنَ یٰلَیۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَاَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا۝ وَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِیۡلَا۝ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَیۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا کَبِیۡرًا۝)

سورہ الاحزاب رکوع ۸ پارہ ۲۲

ترجمہ- جس دن ان کے مُنہ آگ میں اُلٹ دیئے جائیں گے- کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ اور رسول کا کہا مانا ہوتا- اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا سو انھوں نے ہمیں گمراہ کیا- اے ہمارے رب انہیں دُگنا عذاب دے- اور ان پر بڑی لعنت کر-

کامل انسان وہ ہے جس کی اصلاحِ قال اور اصلاحِ حال دونوں ہو جائیں- یا تو انسان خود کامل ہو یا کسی کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دیدے اور ہر معاملہ میں اس سے پوچھ کر قدم اُٹھائے- اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم

سے منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ اگر نہ خود کامل ہو اور نہ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دے تو ایسے شخص کا گمراہی سے بچنا مشکل ہے جس طرح انسان خود بینا ہو یا کسی بینا کے ہاتھ میں لاٹھی دیدے۔ تو گڑھے میں گرنے اور کانٹوں میں اُلجھنے سے بچ جائے گا۔ اگر نہ خود بینا ہو اور نہ کسی بینا کے ہاتھ میں لاٹھی دے تو سوائے اس کے کہ کسی گڑھے میں گرے یا خار دار جھاڑیوں میں پھنسے اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

اپنے اندر صلاحیت ہو تو ہادی کی صحبت میں رنگ چڑھ جاتا ہے۔ حضور انورؐ کا ارشاد ہے۔ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُاُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ (باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم الفصل الثالث عن عبدالرحمٰن ابن غنم و اسما بنت یزید)

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ کے نیک بندے وہ ہیں۔ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالےٰ یاد آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ٹھیک ہے۔ آج بھی اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے موجود ہیں جن کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ طبیعت میں اللہ اللہ کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اس کو چودہ سو سال پیچھے لے جائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں جو بھی خلوص نیت سے پہنچا اس کی اصلاحِ حال وہباً ہو جاتی تھی۔ اگر صحابہ کرامؓ کی اصلاحِ حال نہ ہوتی تو اس طرح تمام دُنیا میں اسلام نہ پھیل سکتا۔ آپ کے ایک صحابی حضرت حبیبؓ بن الارث تھے۔ وہ مکہ معظمہ کے کافروں کے ہاتھ قید ہوگئے۔ کافر جب ان کو پھانسی دینے لگے تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے۔ اور تمہاری جگہ محمدؐ کو پھانسی دیدیا جائے۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ پھانسی دینا تو بہت بڑی بات ہے۔ میں تو یہ بھی نہیں برداشت کرسکتا کہ محمدؐ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ دو شعر پڑھے۔ ؎

(۱) لَسْتُ اُبَالِیْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ كَانَ فِی اللّٰهِ مَصْرَعِیْ

ترجمہ۔ جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو پھر مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ میں قتل ہونے کے بعد کس پہلو پر گرتا ہوں۔

(۲) وَذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ
يُبَارِكْ فِیْ اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

ترجمہ۔ اور میرا یہ قتل ہونا اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو بوسیدہ ہڈیوں میں برکت ڈال دے۔

یہ ہے صحابہ کرامؓ کی اصلاح حال۔ اللہ تعالےٰ سے چونکہ ان کا تعلق درست تھا۔ اس لئے ان کو اپنی جان کی بھی پروا نہ تھی۔ ہادی خود دُنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ اصلاح حال کا جو بیج بو جاتا ہے وہ اس کے رُخصت ہونے کے بعد بھی بارآور ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح یہ لائن آج تک چلی آ رہی ہے۔

اگر اصلاحِ قال تو ہو جائے لیکن اصلاحِ حال نہ ہو تو ایسے شخص کی اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں۔ اس کے متعلق حضورِ انورؐ فرماتے ہیں۔

عَنِ الْاَحْوَصِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلَ رَجُلُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْاَلُوْنِیْ عَنِ الشَّرِّ وَسَلُوْنِیْ عَنِ الْخَيْرِ يَقُوْلُهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ

رواہ الدارمی (کتاب العلم والفصل الثالث)

ترجمہ۔ احوصؓ بن حکیم سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بُرائی کی بابت سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ بُرائی کی بات مجھ سے نہ پوچھو۔ بلکہ بھلائی کے متعلق پوچھو۔ آپؐ نے تین بار ان جملوں کو ادا فرمایا اور اس کے بعد فرمایا۔ خبردار شریروں میں سب سے بُرے علماء ہیں اور بھلے لوگوں میں بھی سب سے بھلے علماء ہیں۔

عربی کا ایک مقولہ ہے۔ زَلَّةُ الْعَالِمِ زَلَّةُ الْعَالَمِ۔ (عالم کا پھسلنا سارے جہان کا پھسلنا ہے)

حضورِ انورؐ ان کو عالم تسلیم کرتے ہیں ان کی اصلاحِ قال تو ہو چکی ہے لیکن اصلاحِ حال نہیں ہوئی۔ اس قسم کے لوگ باتیں کرنی جانتے ہیں لیکن باطن کے اندھے ہوتے ہیں۔ اس لئے آپؐ ان کو بدترین انسان فرماتے ہیں۔ صحیح معنوں میں آپ کا وہی شخص جانشین ہوسکتا ہے جس میں جامعیت ہو یعنی اس کی اصلاحِ قال بھی ہو چکی ہو اور اصلاحِ حال بھی۔ اگر اصلاحِ قال ہو چکی ہے اور اصلاح حال نہیں ہوئی تو کسی صاحبِ حال کے ہاتھ میں ہاتھ دیدے۔ اس طرح ٹھوکروں سے بچ جائے گا۔

ہم سیّد الانبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے دامنگیر ہیں۔ آپؐ نے ہمیں جو مقصدِ تخلیق سکھایا وہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت۔ فارسی میں اس کو کسی نے یوں بیان کیا ہے۔ ؎

بندہ آمد از برائے بندگی — زندگی بے بندگی شرمندگی

بدنصیب ہیں وہ جن کو مقصد تخلیق کا بھی پتہ نہیں۔ وہ ہر چیز کی تخلیق کا مقصد تو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اپنی تخلیق کا مقصد معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

صرف اصلاحِ قال کافی نہیں۔ اصلاحِ حال کی بھی ضرورت ہے۔ اصلاح قال تو منافقین کی بھی ہو چکی تھی۔ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

(وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝) سورہ المنٰفقون رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اور جب آپ ان کو دیکھیں تو آپ کو ان کے ڈیل ڈول اچھے لگیں اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات سُن لیں گویا کہ وہ دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں۔ وہ ہر آواز کو اپنے ہی اُوپر خیال کرتے ہیں وہی شخص ہیں پس ان سے ہوشیار رہئے۔ اللہ انہیں غارت کرے۔ کہاں وہ بہکے جا رہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ منافقین کی ظاہری وضع قطع بڑی اچھی تھی۔ وہ جب باتیں کرتے تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ گویا ان کی اصلاحِ قال تو ہو چکی تھی۔ مگر اصلاحِ حال نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مردود بارگاہِ الٰہی قرار پائے۔

اصلاحِ حال ہو جائے تو انسان اللہ تعالےٰ کی رضا میں فنا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ غیر اللہ کی ذرہ برابر پروا نہیں کرتا۔ ان کا ذکر اس آیت میں کیا گیا۔ (لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ) الآیہ سورہ المجادلہ رکوع ۳ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ آپ ایسی کوئی قوم نہ پائینگے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں باطن کے بینا ہمیشہ رہے ہیں۔ اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ انہی کی برکت سے اسلام زندہ ہے۔ باطن کا بینا ہادی اور مضل میں تمیز کرسکتا ہے۔ علمائے کرام کی اصلاحِ باطن نہ ہو تو وہ بھی مضل کو ہادی سمجھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپکو باطن کی بینائی عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ

عرض یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے۔ کہ یہ جو چیز چاہتا ہے اس میں اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس چیز کی صورت بھی اچھی ہو اور سیرت بھی اچھی ہو۔ اگر دونوں میں انتخاب کرنا پڑے۔ تو سیرت کو ترجیح دیتا ہے۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ جس سے ہر مرد کو واسطہ پڑتا ہے۔ ہر مرد کا دل چاہتا ہے کہ اپنا گھر آباد کرنے کے لئے نکاح کرکے بیوی لائے۔ دو رشتے آئے ہیں۔ ایک لڑکی خوبصورت ہے لیکن بدزبان ہے۔ بھائی بہنوں سے لڑتی رہتی ہے۔ ماں اور باپ کا ادب نہیں کرتی۔ گھر کے کام میں ماں کی مدد نہیں کرتی۔ کوئی آجائے تو خدمت نہیں کرتی۔ ماں سے کہتی ہے۔ تیرے رشتہ دار ہیں تو ہی پکا اور کھلا۔ دوسری لڑکی رنگ و روپ کی سادہ ہے۔ لیکن کم گو ہے۔ ماں باپ کا بڑا ادب کرتی ہے۔ گھر کا کام بڑی ہوشیاری سے کرتی ہے۔ بڑی سلیقہ شعار ہے۔ آپ ہی بتائیے ایک عقلمند آدمی کس رشتہ کو پسند کرے گا۔ اسی طرح اولاد بھی ہر شخص ایسی چاہتا ہے۔ جو ماں باپ کے لئے دل کی ٹھنڈک کا موجب بنے۔ اللہ تعالےٰ ایسی اولاد سے پناہ دے جو ہر وقت ستائے۔ ایسے بیٹوں سے تو بہتر ہے کہ اللہ تعالےٰ نہ ہی دے۔ بیٹا اگر صورت کا سادہ ہو لیکن ماں باپ کے دل کی ٹھنڈک ہے تو ماں باپ کے دل سے اس کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔

جس طرح آپ جو چیز چاہتے ہیں اس میں صورت کی بجائے سیرت کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ بھی اپنے بندوں میں صورت کی بجائے سیرت کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس کا اعلان حدیث شریف میں آتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (رواہ مسلم۔ باب الرِّیَاءِ وَالسُّمْعَۃِ)

ترجمہ۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے) دل میں اللہ تعالےٰ اور خلقِ خدا سے محبت ہو۔ اس کا نام ہے۔ اصلاحِ حال۔ اصلاح حال کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا باطن ایسا ہو جائے جو اللہ تعالےٰ کی نظر میں پسندیدہ ہو۔ اصلاح حال پر اعمال مرتب ہوتے ہیں۔ یہ تو تمہید تھی۔ آج کی معروضات کا عنوان ہے:

کب سمجھا جائے کہ انسان کی اصلاحِ حال ہوگئی ہے

میں پہلے کئی بار عرض کرچکا ہوں کہ اصلاحِ قال اور چیز ہے اور اصلاحِ حال اور چیز ہے۔ اصلاحِ قال سے اصلاحِ حال زیادہ ضروری ہے۔ اصلاحِ قال تو منافقین کی بھی ہوچکی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(اِذَا جَاۗءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝)

سورہ المنٰفقون رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ جب آپؐ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق جھوٹے ہیں۔

منافقین کی اصلاحِ قال تو ہوچکی تھی۔ زبان سے کہتے تھے۔ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ۔ ان کے اس قال کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں لیکن منافقین کا قال ان کے حال کے مطابق نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ ان کو جھوٹا فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ میری اور آپؐ کی اصلاح حال فرما دے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ اصلاحِ حال ہو جائے تو اصلاحِ قال خود بخود ہو جائیگی۔

اب میں عرض کرتا ہوں کہ کس طرح معلوم ہو کہ اصلاح حال ہو چکی ہے۔ اس کے کئی درجے ہیں۔ اصلاح حال کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان کے جذبات اور خیالات اللہ تعالےٰ کی رضا کے تابع ہو جائیں۔ اوّل تو اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف کوئی خیال ہی نہ آئے۔ اگر آئے تو اس کو فوراً ہٹا دیا جائے۔ یہ درجہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیدا ہو جاتا ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو اس کو اپنی اصلاحِ حال کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ ہوئی ہے یا نہیں اور ہوئی ہے تو کتنی ہوئی ہے۔ طالب صادق کے متعلق ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ طالبِ صادق وہ ہے۔ جس کا عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی تین تاروں سے شیخ کامل کے دل سے کنکشن ہو۔ کامل کی صحبت میں باطن کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ اور اصلاحِ حال کا احساس پیدا ہونے لگتا ہے۔ پھر انسان فطرتاً نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ایک ہے شوق اور دوسرا ہے۔ خوف۔ اکثر مسلمان اللہ تعالیٰ کے خوف سے نماز پڑھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر نماز نہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالے گا۔

بعض اللہ کے بندے شوق سے اللہ تعالےٰ کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں۔ اگر اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر اصلاحِ حال ہو جائے۔ تو طبیعت کا رُخ بدل جاتا ہے۔ اور انسان شوق سے شریعت پر چلنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ پھر یہ احکامِ الٰہی کی تعمیل جبر سے نہیں بلکہ طیبِ خاطر سے کرتا ہے۔ حضورِ انورؐ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اعلان فرماتے ہیں:۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ (رَوَاہُ مَالِكٌ) وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَھُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ یَغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّھَدَاءُ (باب الحب فی اللہ ومن اللہ۔ الفصل الثانی)

ترجمہ۔ معاذ بن جبل سے روایت ہے۔ کہا۔

مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو لوگ میری رضامندی کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں۔ اور جو میری رضا کے لئے باہم بیٹھتے ہیں۔ اور میری رضا کے لئے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ اور میری رضا کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کے لئے میری محبت لازم ہو چکی ہے۔

یہ ہے **اصلاحِ حال**۔ یہ معمولی چیز نہیں ہے۔ مَیں نے دُنیا کو بڑا دیکھا ہے۔ دِلّی۔ علی گڑھ اور کابل میں رہا ہوں۔ سندھ اور پنجاب کو بھی دیکھا۔ مَیں نے تو یہی دیکھا۔ کہ سب طمع کے یار ہیں۔ اللہ واسطے کا تعلق بہت کم ہوتا ہے۔ اکثر دنیوی اغراض کے لئے ملنا ہوتا ہے۔ دس ہزار میں ایک بھی نہیں ہے۔ کہ محض اللہ تعالےٰ حُبّ اور بغض فعلِ قلب ہیں۔ جو محض اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ۔ ان کا آپس میں نہ کوئی رشتہ ناطہ ہے۔ نہ لڑکی لینی ہے اور نہ دینی فقط اللہ واسطے محبت ہے۔ ہمارا یہ اجتماع اسی قسم کا ہے۔ کوئی سائیکل پر اور کوئی پیدل آتا ہے۔ کوئی کرایہ خرچ کرکے۔ دس میل سے کوئی بیس اور کوئی تیس میل سے آتے ہیں۔ نہ کچھ لینا اور نہ کچھ دینا۔ فقط اللہ کے نام کی کشش ہے۔ کسی صاحبِ حال سے تربیت کرانے کے بعد حب اور بغض اللہ واسطے کی ہو جاتی ہے۔ تربیت کے بغیر رشتہ داروں میں بھی خدا واسطے کی محبت نہیں۔ اسی لئے مَیں کہا کرتا ہوں کہ سب طمع کے یار ہیں۔ بے طمع کا یار ایک اللہ تعالےٰ ہے۔ (هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا)

سورہ البقرہ رکوع ۳ پارہ ۱

ترجمہ۔ اللہ وہ ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے سب کچھ اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اور مانگتا کچھ نہیں اللہ تعالےٰ کے بعد رسولؐ اللہ بے طمع کے یار ہیں۔ جب تک ایک کلمہ گو بھی دوزخ میں باقی ہوگا مقام محمود پر آرام نہ فرمائیں گے۔ اس کے بعد اللہ والے بے طمع کے یار ہوتے ہیں۔ باقی سب طمع کے یار ہیں۔ بیوی کو خرچ نہ دیجئے۔ سوگ میں بیٹھ جائے گی۔ گویا خاوند مرگیا اسی طرح چھوٹے بچّے کو بھی ابّا پیسہ نہ دے تو بگڑ جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ابّا پیارا نہیں پیسہ پیارا ہے۔

میرے دو مربی ہیں۔ مَیں نے ان کو کبھی ایک روپیہ نذرانہ نہیں دیا تھا۔ اس وقت کچھ ہوتا ہی نہ تھا۔ لیکن ان کو مجھ سے محبت تھی اور مجھے ان سے عشق تھا۔ حضرت امروٹیؒ ایک دفعہ خان پور تشریف لائے ہُوئے تھے۔ ایک کمرہ میں آپ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں ان کی چار پائی کے پاس جاکر نیچے بیٹھ گیا۔ مَیں نے عرض تو کچھ اور کرنا تھا اس کے لئے مَیں نے تمہید اس طرح شروع کی کہ حضرت! میرا دل چاہتا ہے کہ میرا جنازہ ہو اور آپ کے ہاتھ ہوں۔ حضرتؒ نے مجھے بغل میں لے کر فرمایا۔ نہیں بیٹا! میرا جنازہ ہو اور تمہارے ہاتھ ہوں۔ باپ کب چاہتا ہے کہ بیٹا مر جائے اور مَیں اُس کا جنازہ پڑھوں۔ جسمانی باپ کو اپنے بیٹے سے اتنی محبت نہیں ہوتی جتنی رُوحانی باپ کو رُوحانی اولاد سے ہوتی ہے۔

اصلاحِ حال یہ ہے کہ دوستی اور دشمنی کی بناء اللہ تعالےٰ کی محبت ہو۔ جو اللہ تعالےٰ کا ہے وہ ہمارا ہے۔ خواہ غریب ہو۔ جو اللہ تعالےٰ کا نہیں۔ ہم۔ بادشاہ وقت ہو۔ عام مسلمانوں کے ہاں یہ معیار نہیں ہے۔ وہ تو اپنی مطلب برآری کے لئے کسی کی عزت کرتے ہیں۔ اس کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے۔ یُكْرَمُ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ

ترجمہ۔ آدمی کی عزّت کی جاتی ہے اس کی شر کے ڈر سے۔

مَیں کہا کرتا ہوں کہ سب سرکاری عہدہ داروں کا احترام لوگ دلی عزت سے نہیں کرتے بلکہ ان کی شر سے بچنے کے لئے عزّت کرتے ہیں۔ اگر ہم نے عزّت نہ کی تو ہمیں نقصان پہنچا دینگے۔ تو گویا ان کی عزّت ان کی شر سے بچنے کے لئے کرتے ہیں۔ کیا زمیندار تحصیلدار اور تھانیدار کو بھوسہ اور دوسری چیزیں اس لئے دیتے ہیں کہ وہ مسکین ہیں؟ نہیں۔ وہ ان کے ڈنک سے بچنے کے لئے دیتے ہیں۔ جب تک افسر ہیں لوگ عزّت کرتے ہیں۔ جب افسر نہ رہے تو کوئی پوچھتا نہیں۔ ع

ما بخیر شما بسلامت

اصلاحِ حال کا ایک درجہ یہ بھی ہے۔ کہ انسان دوسروں کی اصلاحِ حال کا پتہ لگا سکے۔ اللہ والوں کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہ کر اپنی تربیت کرانے سے یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر انسان چور اور سادھ میں تمیز کر سکتا ہے۔ باطن کے اندھے تمیز نہیں کر سکتے۔ وہ مضل کو ہادی سمجھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اکثریت باطن کے اندھوں کی ہے آپ کہتے ہیں بینا سارے اندھا کوئی کوئی۔ مَیں کہتا ہوں اندھے سارے۔ بینا کوئی کوئی۔ اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے باطن کی بینائی عطا فرماتا ہے۔

شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے باطن کی بینائی حاصل ہو جاتی ہے۔ شیخ کامل کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ کتاب وسنّت کا عالم ہو۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی اصلاحِ حال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں بروز منگل ۳ فروری ۱۹۵۹ء

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی کا خطاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْد

خدا تعالیٰ اپنے مُلک میں کیا چاہتا ہے

محترم المقام صاحب صدر ـ اور معزز حاضرین ـ میں نے اپنی معروضات کا جو عنوان پیش کیا ہے ـ وہ ایسا ہے ـ کہ ہر کلمہ گو مسلمان کے لئے اپنے اندر جاذبیت رکھتا ہے ـ ہر مسلمان مرد ہو یا عورت اس کے دل میں یہ بات راسخ ہے ـ کہ اس جہان کا بنانے والا اور چلانے والا ایک اللہ تعالےٰ ہی ہے ـ اسی نے اس کو بنایا ہے ـ اور وہی اسے چلا رہا ہے ـ اور حقیقی بادشاہ بھی وہی ہے ـ باقی دُنیا کے بادشاہ کبھی تختِ سلطنت پر رونق افروز ہوتے ہیں ـ اور پھر وہی بادشاہ سلامت ایک بے جان جنازہ ہوتے ہیں ـ جو غسال کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح تختے پر کروٹیں بدل رہے ہوتے ہیں ـ اور پھر کفن پہنا کر انہیں زیرِ زمین دفن کر دیا جاتا ہے ـ بادشاہوں کی اس بیکسی اور بے بسی سے یہ ثابت ہوتا ہے ـ کہ حقیقی بادشاہ وہ حی و قیوم ذوالجلال والاکرام ایک اللہ تعالےٰ ہی ہے جو ازل سے زندہ آ رہا ہے اور ابدالآباد تک زندہ رہے گا ـ

دُنیا کے عارضی بادشاہوں کی تمنّا

یہ ہوتی ہے کہ ہمارے زیرِ نگیں مُلک میں ہمارا ہی حکم نافذ ہو ـ اور ہمارے مُلک کے ہر باشندے کے دل میں ہمارا احترام ہو اور ہمارے حکم کے سامنے ہر شخص سرِ تسلیم خم کرے ـ اور جو شخص بھی ہمارے حکم کے تسلیم کرنے سے روگردانی کرے ـ اسے مجرم قرار دے کر سزا دی جائے ـ خواہ ان کا وزیر اعظم ہی کیوں نہ ہو ـ برادرانِ اسلام جب عارضی حکومت والے بادشاہوں کی مذکورۃ الصدر تمنّا جائز ـ صحیح اور حق بجانب خیال کی جاتی ہے ـ

تو حقیقی اور اصلی بادشاہ

اللہ جلّ شانہٗ کی ذات با برکات کے لئے انہیں حقوق شاہی کا تسلیم کرنا عقلاً ضروری اور اشد ضروری ہو جاتا ہے ـ برادرانِ اسلام اس شاہنشاہِ حقیقی عز اسمہٗ و جل مجدہٗ نے اپنے بندوں کے ہر شعبۂ حیات میں راہنمائی کے لئے جو ضابطۂ حیات نازل فرمایا ہُوا ہے

جس کا نام قرآن مجید ہے

جس کے متعلق ہر کلمہ گو مسلمان کا ایمان ہے کہ یہ الہامی کتاب ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معرفت سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائی تھی ـ اور جس کو بعینہٖ ابدالآباد تک محفوظ رکھنے کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے بایں الفاظ لیا ہُوا ہے ـ (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ)

سورہ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴

ترجمہ ـ ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے ـ اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں ـ

معزز حضرات اس مقدس الہامی کتاب میں انسان کے

ہر شعبۂ حیات کے متعلق

مکمل ضابطہ موجود ہے ـ بفضلہ تعالےٰ میں دعوےٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید میں اخلاقی ـ معاشرتی ـ اقتصادی ـ سیاسی غرضیکہ ہر شعبۂ حیات کے لئے مکمل راہنمائی موجود ہے ـ اس کے بعد دوسرا دعوےٰ بھی بھی بفضلہ تعالےٰ ذمہ داری سے فقط مسلمانوں کے سامنے ہی نہیں بلکہ تمام اقوام عالم کے سامنے بڑی جُرأت اور بلا خوف تردید پیش کر سکتا ہوں کہ دُنیا کی کسی قوم کے پاس کسی شعبہ حیات میں بھی ایسا ضابطہ موجود نہیں ہے ـ جس میں صحیح نقطۂ نگاہ سے انسان کی تربیت کی جا سکے ـ اور اس کی برکت سے انسان صحیح معنی میں انسان کہلانے کا مستحق ہو جائے ـ الحمد للہ یہ دعاوی جو کر رہا ہوں یہ پا در ہوا نہیں ہیں ـ بلکہ حقیقت پر مبنی ہیں ـ یہ دعاوی بطور بیج کے مسلمان مردوں اور عورتوں کے دلوں میں بو رہا ہوں میں اس تیس منٹ کے تھوڑے سے وقت میں ان سب پر کس طرح روشنی ڈال سکتا ہوں ـ اور ان تمام جرأت آمیز دعووں کا اصلی باعث یہ ہے کہ ایسی راہنمائی فقط اللہ تعالےٰ ہی کر سکتا ہے ـ جو عالم الغیب والشہادہ ہے ـ جس کے سامنے ابدالآباد تک پیش آنے والے حالات کا نقشہ ایسا ہی ہر وقت موجود رہتا ہے ـ جیسا کہ انسان کی ہتھیلی پر کوئی چیز رکھی ہوئی ہو ـ اور اسے مسلمان یہ خدائی تعلیم سوائے تیرے دُنیا کی کسی قوم کے پاس موجود نہیں ہے ـ اسی لئے وہ قومیں اپنی عقل سے اپنا قانون بناتی ہیں ـ پھر جب اس قانون کے نقائص سامنے آتے ہیں تو پھر اپنے قانون میں ترمیم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں ـ اس ترمیم کی دو قوموں میں دو مثالیں ملاحظہ ہوں ـ

پہلی

ہندو پہلے نکاح بیوگان کا قائل نہیں تھا

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہندو عورتیں خاوند کے ساتھ ستی ہوتی تھیں ـ یعنی جب خاوند مرتا ہے تو اس کے ساتھ زندہ جل جاتی تھیں ـ خدا جانے اس رسم کے باعث کتنی بیچاری ہندو عورتوں نے اپنے آپ کو جلایا ہوگا ـ جب انگریز کا تسلّط ہُوا ـ تو انگریز نے حکماً اس ستی (زندہ جل مرنے) کی رسم کو موقوف کیا ـ اس کے بعد اخبار میں مسلمانوں کو

یاد ہوگا۔ کہ ہندو نے انگریز سے نکاحِ بیوگان کے جواز کا قانون اسمبلی میں پاس کرایا تھا۔ ہندو جہاں لاکھوں اپنی بہو بیٹیاں جلا کر آتا ہے۔ وہاں قرآن مجید نے پہلے دن ہی مسلمان کو لاکر کھڑا کیا ہوا تھا۔ قرآن مجید کا اعلان ملاحظہ ہو

(وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ) الآیہ

سورہ النور رکوع ۴ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ اور جو تم میں مجرد ہوں۔ اور جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں۔ سب کے نکاح کرا دو۔

نتیجہ

اس قانونِ الٰہی پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ کوئی مردِ غیر شادی شدہ رہے گا اور نہ عورت رہے گی۔ لہٰذا ستی ہونے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ اس اعلانِ خداوندی میں بیوہ عورتیں بھی آجائیں گی۔ کہ ان کو بھی بے جوڑا نہیں چھوڑا جائے گا۔

دوسری

یورپین قومیں تعدد ازواج (ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے) کی قائل نہیں تھیں ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۷ء تک جو جنگِ عظیم انگریز اور جرمن وغیرہ قوموں نے لڑی تھی اس میں ہزاروں مرد موت کے گھاٹ اتر گئے تھے۔ اس کے بعد کئی یورپین ممالک نے تعدد ازواج کا قانون اپنے ہاں رائج کیا تھا۔ اور بفضلہ تعالےٰ اسلام پہلے دن سے ہی تعدد ازواج کا قائل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو پہلے سے ہی معلوم تھا کہ میرے بندے اسلام کی حفاظت کے لئے دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں سر دھڑ کی بازی لگا کر میدان میں نکلیں گے۔ اور پھر ان میں سے کئی جامِ شہادت پئیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ عورتوں کی تعداد بڑھتی جائیگی اور مردوں کی تعداد کم ہوتی جائے گی۔ اس لئے تعدد ازواج کا قانون ضروری ہے۔ چونکہ تعدد ازواج اس وقت میرا مستقل موضوع نہیں ہے۔ اس لئے اس کے فوائد اور برکات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس ضرورت کی بناء پر اسلام میں ابتدا ہی سے تعدد ازواج کا قانون رائج چلا آ رہا ہے۔

ہر بادشاہ کا ایک فطرتی حق

برادرانِ اسلام۔ ہر بادشاہ کا اپنی مملکت میں اپنی رعایا پر ایک فطرتی حق ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کی مملکت میں اس کی رعایا پر اسی بادشاہ کا تجویز کردہ قانون نافذ ہو۔ اور اس قانون کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا رعایا کے ہر فرد کا فرضِ عین ہے۔ خواہ کوئی تجارت پیشہ ہو یا ملازمت پیشہ ہو۔ خواہ اس قانون کا تعلق افراد سے ہو۔ یا جماعتوں سے ہو۔ جو شخص بھی بادشاہ کی مملکت میں رہ کر اس کی مخالفت کرے گا۔ وہ مجرم قرار دیا جائیگا۔ اور ہر مجرم اپنے جرم کی نوعیت کے لحاظ سے سزا پائے گا۔ مثلاً قانونِ شاہی کو تسلیم کر کے عملاً اس کی مخالفت کرنے والا بدمعاش کہلائے گا۔ اور جیل خانہ میں جاکر سزا کی میعاد ختم کرنے کے بعد باہر نکل آئے گا۔ اور باغی بھی جیل خانہ میں جائے گا۔ اور اسے پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے گا۔ اس جہان دُنیا کا

حقیقی بادشاہ فقط اللہ تعالیٰ ہے

اس کے متعلق پہلا اعلان

(تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ) سورہ الملک رکوع ۱ پارہ ۲۹

وہ ذات بابرکت ہے۔ جس کے ہاتھ میں ساری حکومت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسرا اعلان

(اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ)

سورہ البقرہ رکوع ۱۳ پارہ ۱

ترجمہ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ اور تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار۔

ہر دو اعلانوں کا نتیجہ

یہ نکلا کہ اس جہان دُنیا میں سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی حقیقی اور اصلی بادشاہ نہیں ہے۔

قرآن مجید کا اعلان

دُنیا کے بادشاہوں کو اللہ تعالےٰ ہی بادشاہ بناتا ہے

(قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) سورہ آل عمران رکوع ۳ پارہ ۳

ترجمہ۔ تو کہہ اے اللہ بادشاہی کے مالک جسے تو چاہتا ہے۔ سلطنت دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے۔ جسے تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے تو چاہے ذلیل کرتا ہے۔ سب خوبی تیرے ہاتھ میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

مملکتِ خداداد پاکستان کے باشندوں سے خطاب

اگرچہ ساری دُنیا کے باشندوں کو بھی خطاب کیا جا سکتا ہے۔ لیکن چونکہ اس اجلاس میں میرا خطاب باشندگانِ پاکستان سے ہے۔ اس لئے میں مملکت خداداد پاکستان کے ہر باشندے کو زوردار الفاظ میں کہہ دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اس مملکت کے حقیقی بادشاہ کے قانون یعنی قرآن مجید کو اپنے ہر عملِ حیات میں عملی جامہ پہنانا فرضِ عین ہے۔ اور یہ بھی واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ شاہنشاہِ حقیقی کا یہ قانون آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں بہترین راہ نمائی کرتا ہے۔ خواہ وہ شعبہ اخلاقی ہو۔ یا معاشرتی۔ اقتصادی ہو۔ یا سیاسی۔

قرآن مجید کی بہترین راہنمائی کا

شاہنشاہی اعلان

(وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا) الآیہ سورہ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸

ترجمہ۔ اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔

نتیجہ

اس اعلان کا یہ صاف نتیجہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن مجید بہترین راہ نما ہے۔

مجرم ہوگا

یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بھلا پہلے تو اس ملک پر انگریز حاکم تھا۔ جو اسلامی نقطۂ نگاہ سے کافر تھا۔ اب الحمدللہ یہ اسلامی مملکت ہے اندریں حالات اگر رعایا کا کوئی فرد قانونِ الٰہی کی مخالفت کریگا تو وہ بھی مجرم ہوگا۔ اور اگر حکام مملکت پاکستان

قرآن مجید کے قانون کو اپنا دستور العمل نہیں تسلیم کریں گے تو وہ بھی عند اللہ مجرم ہوں گے۔ کیونکہ حکام بارگاہِ الٰہی میں قیامت کے دن یہ عذر نہیں پیش کرسکینگے کہ ہم معذور تھے۔

سب پارٹیاں مجرم ہیں

پاکستان بننے کے بعد گیارہ سال تک اللہ تعالےٰ نے حکومت کی باگ ڈور مسلمانوں کی مختلف پارٹیوں کے ہاتھ میں دی۔ باوجود مسلمان ہونے کے کسی پارٹی نے قرآن مجید کے قانون کو ملک کا قانون نہیں بنایا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے ہر پارٹی کو برسرِ اقتدار آنے کے بعد کامل اختیار عطا فرمایا تھا۔ کہ ملک میں جو قانون چاہیں رائج کریں۔

احکم الحاکمین نے اپنی شان دکھائی

ہماری سابقہ حکومت کے صدر مملکت نے بھی اپنا اثر و رسوخ استعمال کرکے خدائی قانون (قرآن مجید) کو مملکت میں باعزت جگہ دلانے کی کوشش نہ کی۔ اور اپنی کرسی کی خیر منانے میں خاموش تماشائی کی حیثیت سے بیٹھے دیکھتے رہے۔ پھر احکم الحاکمین کی غیرت کو جوش آیا اور اس ذات پاک نے دکھا دیا۔ کہ حاکم اعلیٰ تو تم ہو اور احکم الحاکمین میں ہوں۔ پھر آپ نے دیکھا۔ کہ ہمارے صدر محترم کس ذلیل حالی سے کراچی سے کوئٹہ اور پھر کوئٹہ سے واپس کراچی۔ اور پھر کراچی سے انگلینڈ کو روانہ ہوئے۔ میں اپنے اس صدر مملکت کے حالات کا ذکر کرکے اپنا اور آپ کا دل دکھانا نہیں چاہتا۔

ہر باشندے کا فرض

مملکت خداداد پاکستان کے ہر باشندے کا فرض ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی اس نعمتِ عظمےٰ کی قدر کرے۔ اور اس میں اسلام کو زندہ کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک زور لگائے۔ اور دُنیا کو دکھا دے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے پیش کردہ اسلام کو دُنیا کی منڈی میں لایا جائے۔ تو اس اسلام کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے حجاز کی بے آب و گیاہ سرزمین کے باشندوں کو قرآن مجید کو اپنانے یعنی دستور العمل بنا لینے کے باعث کسریٰ اور قیصر کے تختوں پر بٹھا دیا تھا۔ وہ آج بھی مملکت خداداد پاکستان کی مدد کرنے پر اسی طرح قادر ہے جس طرح آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے تھا۔ اور اللہ تعالےٰ نے پاکستانی فوج کی امداد فرمائی بھی ہے۔ چنانچہ اس دعوے کی تصدیق ملاحظہ ہو۔

اے پاکستانی مسلمان

تُو نے تقسیم ملک کے وقت محاذ کشمیر کی تازہ لڑائی جو کفر سے لڑی ہے۔ اس کی تاریخ اُٹھا کر دیکھ۔ کیا تیرے ایماندار زندہ دل مجاہدوں کی امداد اللہ تعالےٰ نے نہیں کی؟ کہ ایک غازی جب ڈوگرہ فوج کے سامنے جاتا ہے تو ڈوگرہ فوج کے سپاہیوں کے ہاتھ کانپنے لگ جاتے ہیں۔ اور بدحواسی کی حالت میں یہ الفاظ کہہ رہے ہیں۔ غازی آگیا غازی آگیا۔ اور اسلام کا سرفروش مجاہد غازی ڈوگرہ سپاہیوں کی کئی کئی رائفلیں چھین کر واپس آجاتا ہے۔

مملکت پاکستان کے فوجی سرپرستوں کی خدمت میں

اگر آپ آج قرآن مجید کے قانون کو اپنا لیں۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ کی امداد آپ کے شاملِ حال ہوگی۔ آپ جنّت کے وارث بن جائیں گے۔ اور تاریخ کے اوراق میں مؤرخ آپ کا نام سنہری حروف میں لکھے گا۔ کیا یہ مذکورہ الصدر تاریخی واقعہ آپ کے ایمان کی مضبوطی کی چیز نہیں ہے۔

اے مملکت خداداد پاکستان کے نظام کے ذمہ دار حضرات

مملکت پاکستان کے زندہ اور پائندہ رکھنے کی تدبیر جو خدا تعالےٰ کا قانون چاہتا ہے

وہ ملاحظہ ہو

آپ تو خدا جانے کیا سوچیں گے مگر ہم مسجدوں کے حجروں میں رہنے والے گوشہ نشینوں کی بات بھی سُن لیجئے۔ اور جو کچھ میں عرض کرونگا وہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی روشنی میں عرض کروں گا۔ اور اس طریق کار کے اختیار کرنے سے اللہ تعالےٰ راضی ہو جائے گا۔ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام راضی ہو جائیں گے۔ اور پاکستان زندہ۔ تابندہ اور پائندہ ہو جائے گا۔

قرآن مجید اور سُنّت نبویؐ کی روشنی میں تجویز کردہ پروگرام کی دفعات

۱۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں قرآن مجید کی تعلیم ہر فردِ مسلم کے لئے لازمی تھی۔ خواہ مرد ہو عورت اب بھی ابتدا سے لیکر انتہا تک یعنی پرائمری سے لے کر ایم اے تک کتاب و سُنّت کی تعلیم لازمی ہونی چاہیئے۔ خواہ روزانہ ایک پیریڈ ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ ارکانِ اسلام کی پابندی ہر مرد و عورت کے لئے لازمی ہونی چاہیئے۔ اور ان کا ترک کرنا جرم ہو۔

۳۔ زناکاری کے اڈّے یعنی چکلے قانوناً بند کردیئے جائیں۔

۴۔ شراب بنانا اور پینا قانوناً جرم ہو۔ یہ دلیل پیش کرنا غلط ہے کہ دوسرے اسلامی ممالک میں یہ چیزیں کیوں بند نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص کنوئیں میں چھلانگ لگائے گا تو کیا ہم بھی ڈوب مر جائیں گے۔

۵۔ ہر بالغ مرد کو جہاد کی نیّت سے فوجی تربیت حاصل کرنا لازمی ہو۔ اور اور اس کا انتظام حکومت پاکستان کرے

۶۔ پاکستان میں کسی مسلمان کے لئے کسی قسم کے ہتھیار رکھنے کی ممانعت نہ ہو

۷۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جرائم کو روکنے کے لئے جو سزائیں تجویز کی ہیں۔ انہیں کا نفاذ کیا جائے۔ ورنہ جرائم کبھی بند نہیں ہوں گے۔ اور نہ ملک میں امن ہی قائم ہو سکے گا۔

مجھے یقین کامل ہے

کہ اگر اس سانچہ میں پاکستان ڈھل گیا تو ہمیشہ امدادِ الٰہی اس کے ساتھ ہوگی۔ اور پاکستان زندہ۔ درخشندہ اور پائندہ رہے گا۔

ایک ضروری عرضداشت

رومن رسم الخط کا مطالبہ قرآن مجید کی منشا کے خلاف ہے

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔
(وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط) الآیہ سورہ ابراہیم رکوع ١ پارہ ١٣
ترجمہ۔ اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ انہیں سمجھا سکے۔

ہر زبان کے ساتھ دو چیزوں

کا ہونا لازمی ہے۔ ایک رسم الخط یعنی لکھنے کا طریقہ اور دوسرا تلفظ یعنی اس لفظ کو منہ سے کس طرح ادا کیا جائے۔ ہمارے پاکستان میں اردو زبان رائج ہے۔ لہٰذا مغربی پاکستان کے باشندوں کو کتاب و سنّت سمجھانے کے لئے اُردو زبان کے دونوں پہلو (تلفظ اور رسم الخط) محفوظ رہنے چاہئیں اگر بالفرض رومن رسم الخط رائج کر دیا جائے تو پھر یہ چیز بلسان قومہ نہیں رہے گی۔

نہایت خطرناک نتیجہ

اور ایک عرصہ کے بعد اس تحریک کا نہایت خطرناک نتیجہ یہ نکلیگا کہ ہمارے بزرگوں کے سارے لٹریچر سے ہماری آنے والی نسل ناآشنا ہو جائے گی۔ اور ان کے لئے سارا لٹریچر بیکار ہو جائے گا۔ کیا ہندوستان کے سب سے بڑے اسلامی فلاسفر حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی جیسے فلاسفر ہر دور میں پیدا ہونگے۔ اور کیا ان کے صاحبزادگان حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے علوم ظاہری میں فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اور کیا حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے مترجم قرآن اور کیا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے مترجم قرآن اور کیا حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی جیسے مفسر قرآن اور کیا شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے قرآن مجید کے محشی ہر دور میں پیدا ہوتے رہیں گے؟ اور کیا ڈاکٹر سر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ملک الشعراء جیسے شاعر ہر گزشتہ دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں

وہ خود ہی تو فرما گئے ہیں ؎
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

لہٰذا

اگر رومن رسم الخط اختیار کر لیا گیا تو ان بزرگانِ دین کے ارشادات کے عام استفادہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور پھر عام آدمی اندھیروں کے گڑھوں میں جا گرینگے۔ اور ان کی گمراہی کا باعث یہی لوگ ہونگے جو آج اُردو رسم الخط کو رومن رسم الخط میں بدلنا چاہتے ہیں۔

آخری عرضداشت کے دو حصّے

پہلا

برادرانِ اسلام۔ جس عہد کی بناء پر ہم نے اللہ تعالےٰ سے پاکستان بنوایا ہے اس پر قائم رہوگے۔ تو اللہ تعالےٰ تمہارا مددگار رہے گا۔ اسی میں تمہاری دُنیا میں عزّت اور آخرت میں نجات ہوگی۔ ورنہ یاد رکھو۔ اگر اس وعدے سے ہٹ جاؤگے۔ تو دُنیا میں ذلیل اور آخرت میں جہنّم رسید ہوگے۔

دُوسرا

میرے موجودہ دور کے مسلمان بھائیو۔ اپنے اُوپر رحم کرو۔ اور مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِی والے ساڑھے تیرہ سو سالہ اسلام میں کانٹ چھانٹ مت کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ آپ لوگ اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہونگے۔ اُلٹا مسلمانوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاؤگے۔ اور ان حالات میں آپ کی آخرت بھی خراب ہو جائے گی۔

کیا انگریز کا منشا ہندوستان سے اسلام کو نیست و نابود کرنا نہیں تھا۔ باوجود ٩٠ سال ہندوستان میں حکومت کرنے کے کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا؟ ہرگز نہیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ علماء دین کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ اور ان حضرات کی برکت سے ٩٥ یا ٩٨ فیصدی مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کا نور موجود رہا۔ اور شاید دو فیصدی انگریز کے اڈے چڑھ کر اسلام سے برگشتہ ہوئے ہوں۔ پوچھ کر دیکھ لیجئے۔ اسی شہر لاہور میں تقسیم سے پہلے کتنے کالجوں اور ہائی سکولوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ دُور اندیش اور سمجھدار مسلمانوں کا خیال یہ ہے۔ کہ انگریز کا منشا یہ تھا۔ کہ یہ مسلمان نام کے مسلمان رہیں۔ مگر کام کے نہ رہیں۔ باوجود انگریز کے اس منحوس ارادے کے مسلمانانِ لاہور کے دلوں میں اسلام کی عزّت۔ وقعت اور وقار موجود ہے۔ اور مجھے یہ یقین ہے۔ کہ آج اگر ایک عالم جہاد کے نام کا جھنڈا لے کر اسلام کے بچانے کے لئے میدان میں آئے۔ تو ہزارہا مسلمان اس جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے۔ پھر آپس میں نہ کوئی جھگڑا رہے گا نہ لڑائی رہے گی۔ میں نے اس دعوے کا عملی ثبوت کشمیر ایجی ٹیشن میں دیکھا ہے۔ جو مہاراجہ کشمیر کے خلاف مسلمانوں نے قدم اُٹھایا تھا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

درسِ قرآن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۷ مارچ ۱۹۵۹ء کی صبح کا درسِ قرآن مجید جو میاں عبدالواحد صاحب ملتانی نے ضبط کیا ہے۔

(فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ۝) سورہ البقرہ آیت ۱۵۲ پارہ ۲

ترجمہ۔ پس مجھے یاد کرو مَیں تمہیں یاد کرونگا۔ اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔

چار ذمہ داریاں

اس سے ماقبل کی آیت میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں چار ذمہ داریاں عاید کی گئی تھیں۔ تلاوت آیات تعلیم کتاب، تزکیہ نفوس اور تعلیم حکمت اب انسانوں کو ارشاد ہو رہا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم سیکھ کر خدا کو یاد کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو معلّم بنا کر بھیجا گیا تھا۔ انھوں نے اپنی ذمہ داریاں بحسن و خوبی سر انجام دے دیں۔ اب **امت کا فرض** یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین سکھایا ہے اُس پر عمل کرے۔ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرے شُکر کرے اور کفرانِ نعمت نہ کرے۔

مفسرین حضرات

نے ذکر کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ۱۔ الذکر یکون باللسان۔ ۲۔ ویکون بالقلب ۳۔ ویکون بالجوارح۔ ذکر لسانی تو یہ ہے زبان سے سبحان اللہ والحمد للّٰہ واللہ اکبر پڑھنا تلاوت قرآن مجید اور احادیث شریف کا پڑھنا پڑھانا۔ وحی الٰہی کی دو قسمیں ہیں ۱۔ وحی جلی یعنی قرآن مجید اور ۲۔ وحی خفی حدیث نبوی۔ وحی متلو اور وحی غیر متلو کے الفاظ بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا قرآن مجید کی تلاوت اور حدیث شریف کا پڑھنا پڑھانا بھی ذکر اللہ میں آتے ہیں۔ اُستاد پڑھانے والا اور شاگرد پڑھنے والا دونوں ذاکرین اللہ میں شمار ہوں گے۔

تسبیحات و تعلیمات قرآن و حدیث شریف ذکر لسانی ہیں۔ محدث جو تفسیر بیان کریگا وہ حدیث شریف کے اجمال کی تفصیل ہوگی اور وہ بھی ذکر الٰہی میں ہی شامل ہوگی۔

ذکر لسانی کی برکت

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں میں اُن لوگوں کو تلاش کرتی رہتی ہے۔ جو ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ پس جب وہ کسی جگہ ذکرِ الٰہی کرنے والے لوگوں کو پا لیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہتے ہیں۔ آؤ اپنے مقصد کی طرف آؤ (یعنی ذکر الٰہی کو سُننے اور ذکر الٰہی کرنے والوں سے ملنے کے لئے) اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس وہ فرشتے (آ جاتے ہیں) اور اپنے پروں سے ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو ڈھانک لیتے ہیں۔ اور آسمانِ دُنیا تک پھیل جاتے ہیں۔ پھر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب فرشتے واپس جاتے ہیں تو) اُن کا پروردگار اُن سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ ان سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں تیری پاکی بیان کر رہے تھے۔ تیری عظمت و بزرگی کا ذکر کر رہے تھے پھر خداوند تعالےٰ کہتا ہے۔ اگر وہ مجھ کو دیکھ لیتے تو اُن کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ تجھ کو دیکھ لیتے تو تیری بہت زیادہ عبادت کرتے۔ اور بہت زیادہ تیری بزرگی بیان کرتے اور بہت زیادہ تیری پاکی کا ذکر کرتے پھر اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے جنّت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے۔ کیا اُنھوں نے جنّت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں۔ اگر وہ جنّت کو دیکھ لیتے تو جنّت کی خواہش اُن میں بڑھ جاتی۔ پھر اللہ تعالےٰ پُوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں دوزخ کی آگ سے۔ خدا تعالیٰ پوچھتا ہے۔ کیا اُنھوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ خدا کی قسم اے پروردگار اس کو اُنھوں نے نہیں دیکھا۔ خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو وہ اُس سے بہت زیادہ بھاگتے۔ اور وہ بہت زیادہ خوف زدہ ہوتے۔ خدا تعالےٰ کہتا ہے۔ مَیں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ مَیں نے اُن کو بخش دیا۔ (یہ سُن کر) ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے ان لوگوں میں تو ایک ایسا شخص بھی تھا جو ان میں شامل نہ تھا راہ چلتا کھڑا ہو گیا تھا۔ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ وہ (یعنی ذکر الٰہی کرنے والے لوگ) ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رکھا جاتا۔ (بخاری)

اصل علم

تو یہ ہے اور ہر کلمہ گو کے لئے اس کا پڑھنا پڑھانا لازمی ہے۔ بلکہ کھانے پینے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی آدمی فاقہ سے مر گیا اور دل میں ایمان سلامت تھا۔ تو قبر جنّت کا باغ بن جائے گی اور اگر بادشاہ سلامت مر گیا اور دل میں ایمان نہیں تھا تو اُس کے مرنے کے بعد قبر دوزخ کا گڑھا بن جائے گی۔ انسان کو جو تعلیم انگریز دے گیا ہے وہ ضروری نہیں ہے۔ البتہ اگر دین کا علم حاصل نہ کیا اور نہ اس پر عمل کیا تو ابدالآباد تک دوزخ میں جلنا پڑے گا۔ کیونکہ دوزخ اور جنّت کے درمیان

موت کو ذبح کیا جائے گا

ابن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے جس وقت جنتی جنّت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو لایا جائیگا اور دوزخ اور جنّت کے درمیان اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر اعلان کر دیا جائیگا کہ اے جنّتیو اور اے دوزخیو! اب موت نہیں آئے گی۔ یہ سُن کر جنتیوں کی فرحت و مُسرّت بڑھ جائے گی۔ اور دوزخی رنج و غم کے دریا میں ڈوب جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

قابلِ افسوس

ہے کہ بیمار ہو اور بیماری کو خاطر میں نہ لائے۔ اسی واسطے کہا کرتا ہوں ؎

دار ہستی کچھ سہی لیکن یہی پایا گیا۔
بے خبر ہنستے رہے اور باخبر رویا کئے

انگریز نطفے پلید کر گیا ہے۔ حاملین دین کا مذاق اُڑانا سکھا گیا ہے۔ آپ سمجھتے ہیں ترقی ہو گئی ہے۔ لڑکی بڑی قابل ہے انگریزی پڑھ گئی ہے۔ اکیلی سفر کر سکتی ہے مردوں سے زیادہ تیز انگریزی بول سکتی ہے۔

انگریز دین سے نفرت دلا گیا ہے۔ ایک تو علومِ دین سے جہالت ہے۔ اور دوسری حاملینِ دین سے نفرت ہے۔ اور وہ نفرت اتنی پک چکی ہے کہ اس نفرت عن الدین کو تبدیلِ محبت کرنا بہت مشکل ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری اور آپ کی مثال ایسی ہے کہ تم دوڑ دوڑ کر آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہیں پکڑ کر پیچھے ہٹاتا ہوں۔

قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کے حامل آتے رہیں گے۔

نیک عمل

وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ کو پسند ہیں بہترین پروگرام زندگی وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا گئے ہیں۔ جو مقصود کو غیر مقصود بنائے۔ اُس سے بڑا احمق اور کوئی نہیں ہے۔ مقصود بالذات تو ہے عبادت، لیکن کمانا اور بلڈنگیں بنانا مقصود بنا لیا ہے۔ یہ عقلمندی نہیں ہے۔ جن لوگوں کا تعلق بالقرآن درست نہیں وہ بیوقوف ہیں۔ احمق ہیں۔ سائنٹیفک تحقیقات اور ریسرچ اور ایجادات میں تو کھو گئے ہیں۔ سائنس میں جتنی ترقی ہوگی وہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے کمالات کا مشاہدہ ہوگا۔ میں سائنس اور علوم جدیدہ کا مخالف نہیں ہوں۔ مگر اس کو مقصود بالذات بنانے کے خلاف ہوں۔

انبیاء علیہم السلام

کی تعلیم میں صورتِ دین بھی ہے۔ اور سیرتِ دین بھی ہے۔ مگر تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کی کتب ضائع ہو گئی ہیں۔ جیسے مادیات میں تحقیقات کرتے ہو۔ روحانیت میں بھی تحقیق کرو۔

مرنے کے بعد کیا ہوگا

یہ ایک مستقل موضوع ہے۔ اس پر غور کیوں نہیں کرتے۔ اگر تمہارے پاس کوئی اہلِ باطن روحانی اُستاد نہیں ہے تو آؤ اسلام کے دروازہ پہ آؤ۔ اگر زنا کرنے اور ڈانس کھیلنے کی وجہ سے مادرزاد نورِ فطرت بجھ نہیں گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کے غلام اب بھی یہ نظارہ دکھا سکتے ہیں۔

اصل مقصود ذکرِ الٰہی ہے

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

نماز تمام قسم کے اذکار کی جامع ہے نماز میں ذکرِ لسانی بھی ہوتا ہے ذکرِ قلبی بھی ہوتا ہے۔ اور ذکرِ جوارح بھی ہوتا ہے۔ یعنی نماز میں سبحٰنک اللّٰھم۔ الحمد شریف اور قرآن مجید کا پڑھنا۔ رکوع سجود کی تسبیحات اور التحیّات وغیرہ سب ذکرِ لسانی ہے۔

پیشانی دو ہاتھ دو گھٹنے دو پاؤں سات اعضاء سجدہ میں اللہ کے ذکر کے لئے جھکے ہوئے ہیں۔ یہ ذکرِ جوارح ہے۔

ذکرِ قلبی

دل کو بھی متوجہ الی اللہ رکھنا پڑتا ہے۔ اگر زبان سے ذکر کرتے وقت دل دل کسی اور طرف مصروف ہے تو اس ذکر کا کوئی معتدبہ فائدہ نہیں ہوگا۔

ارشادِ باری تعالےٰ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ خبردار اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر کا تعلق دل سے بھی ہے۔ توجہ الی اللہ بھی ذکرِ قلبی ہے اگر زبان سے تو بولتا رہتا ہے اور دل میں بھولی ہوئی باتیں شیطان یاد دلا رہا ہو تو وہ نماز نماز نہیں ہے۔ وہ نماز میں شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ جیسے نئے کپڑے کو انگارہ لگ جائے تو وہ جل جاتا ہے۔ تو اسی طرح نماز بھی شیطان کا حصّہ بن جاتی ہے۔

حصنِ حصین

ایک کتاب ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اذکار کا مجموعہ ہے۔ میں کہا کرتا ہوں جتنے اذکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کئے ہیں اور فرمائے ہیں اگر کوئی ان اذکار کا عامل ہو تو مجھے بتاؤ اُس کے پاؤں دھو کر پئیں گے۔

جو متبعِ قرآن ہے۔ اگرچہ گودڑی پوش ہے وہ ہمارا امام ہے۔ اور جو متبعِ قرآن نہیں اگر آسمان پر بھی اُڑتا ہُوا نظر آئے وہ گمراہ ہے مضل ہے۔ انسان کی آنکھیں تو قرآن مجید پڑھنے سے کھلتی ہیں۔ اور صحیح دین کا نقشہ بھی کتاب و سنت کی روشنی ہی میں معلوم ہو سکتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

یَا اَللّٰہُ یَا فَتَّاحُ رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

درسِ قرآن کی ایک جھلک

جو بروز اتوار مورخہ ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۵۹ء کو ضبط ہوئی

مُرتّبہ عبدالواحد بیگ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ۝ سورہ البقرہ ع۹ پ۲ ۔

(ترجمہ۔ اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اُس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔)

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ

یہ دُنیا دارالمحن ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ۔ ترجمہ:۔ بیشک ہم نے انسان کو مصیبت میں پیدا کیا ہے۔ یعنی دُنیا میں انسان آرام پانے کے لئے نہیں آیا ہے۔ اگر دُنیا میں آرام مل جاتا تو آخرت کے لئے کون کوشش کرتا۔ دُنیا میں چین نصیب نہیں ہوتا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا وَّ نَحۡشُرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَعۡمٰی ۔سورہ طٰہٰ پ۱۶ ع۶ ۔ ترجمہ:۔ جو شخص میرے ذکر (قرآن مجید) سے مُنہ پھیرے گا۔ تو اُس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور قیامت کے دن اُسے اندھا کرکے اُٹھائیں گے۔ گویا جو شخص قرآن مجید کو دستورالعمل نہیں بنائے گا۔ اُسے دُنیا میں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دوں گا۔ اور قیامت کے دن بھی اندھا کرکے اُٹھاؤں گا۔ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِیۡۤ اَعۡمٰی وَ قَدۡ کُنۡتُ بَصِیۡرًا۔ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کرکے کیوں اُٹھایا۔ حالانکہ میں بینا تھا۔ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتۡکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیۡتَہَا ۚ وَ کَذٰلِکَ الۡیَوۡمَ تُنۡسٰی ۔ فرمائیگا اسی طرح تیرے پاس ہماری آئتیں پہنچی تھیں پھر تُونے انہیں بھُلا دیا تھا۔ لہذا آج تو بھی بھُلایا گیا ہے۔ بدوں کو تو اُنکے

گناہوں کی پاداش میں

تکلیف پہنچتی ہے اور نیکوں کو ابتلا آزمائش کے لئے تکلیف پہنچتی ہے۔ غرضیکہ دُنیا میں چین کسی کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔

قُلۡ ہُوَ الۡقَادِرُ عَلٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ اَوۡ یَلۡبِسَکُمۡ شِیَعًا وَّ یُذِیۡقَ بَعۡضَکُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ ؕ (سورۃ الانعام پ۷ ع۷) ترجمہ۔ کہہ دو وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف فرقے کرکے ٹکرا دے اور ایک کو دُوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔

جیسا کہ

لوطؑ کی قوم پر پتھر برسائے گئے یونسؑ کی قوم پر عذاب آ رہا تھا۔ لیکن اُن کی بر وقت توبہ کرنے سے عذاب ٹل گیا۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے عذاب بھیجنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرامین سے روگردانی کی وجہ سے عذاب آتے ہیں دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو تکلیف آئے۔ وُہ بے نتیجہ نہیں آئے گی۔ اس کا نتیجہ قیامت میں اجر ملے گا ؎

دریں دُنیا کسے بے غم نباشد
وگر باشد بنی آدم نباشد

فقط مجاہدین پر ہی مصیبتیں نہیں آئیں۔ عام مسلمانوں پر بھی تکلیف آتی ہے۔ جو

امتحان اور ابتلا

کے لئے ہوگی۔ دشمن کا خوف۔ فاقہ کشی۔ مالی، جانی اور فصلوں کا نقصان وغیرہ سے آزمائش ہوگی۔

خوشخبری

ہے اُن لوگوں کے لئے جو مصائب میں کہتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ؕ مخالفین پر عذاب الٰہی کی صورت میں مصیبتیں آئیں گی۔ اور موافقین پر ابتلا کے طور پر آئیں گی۔

یہ مت سمجھئے

کہ ہم نے ذکر اور شکر کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے اور کفران نعمت سے اپنے آپ کو بچا لیا ہے۔ لہذا مصائب نہیں آئیں گی۔

اَولاد کی موت

سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اگر بیٹا مر جائے تو خیال کرے۔ ممکن ہے اگر زندہ رہتا تو میرے لئے شاید کسی اُخروی مصیبت کا باعث بنتا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو چیز میرے لئے مفید یا مضر ہے۔ پہلے اُسکی مصلحت سمجھائے اور پھر تصرّف فرمائے۔ بس یہی تصوّر کرے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ملکیّت ہیں۔ جس طرح چاہے تصرّف کرے۔ صبر کرینگے تو اُس کا اجر اگر دُنیا میں نہ ملا۔ تو آخرت میں ضرور ملے گا۔ جزا اور سزا دُنیا کے اسباب کے اندر ہی اللہ تعالےٰ دیتے ہیں

بعض اوقات

نیک کی جزا مؤخّر کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے لئے دُنیا کے اسباب موافق نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ دنیا کا نظام بدلنا نہیں چاہتے۔ بدمعاش کو بدمعاشی کی سزا ملتی ہے۔ اگر اسباب مخالف ہیں تو اُس کی سزا مؤخر کر دی جاتی ہے۔ جتنی سزا اسباب دُنیاوی کے اندر آ سکتی ہے۔ وہ تو فوراً مل جاتی ہے۔ باقی مؤخر کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ ریاست کے ایک ولیعہد جو بدمعاش ہے اس کے گناہوں کی پاداش میں ریاست میں انقلاب لائے اور خونریزی ہو۔ اس لئے اس کی سزا مؤخّر کر دی جائے گی اور جونہی وہ مرے گا اگرچہ قبر تو سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہوگی۔ لیکن اندر دوزخ کا گڑھا ہوگی۔

ایک چوہدری ہے جو زمیندار ہے۔ مگر نہ وہ خود نماز پڑھتا ہے نہ اس کی چوہدرانی نماز پڑھتی ہے۔ وہ دونوں ملعون ہیں۔ روزانہ پانچ وقت نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے ان پر لعنت پڑتی ہے اور ملعون ہونے کے باوجود اچھے سے اچھا کھانا کھاتے ہیں اچھے سے اچھا لباس پہنتے ہیں اور عمدہ زندگی بسر کرتے ہیں اور ایک جولاہا جو کسی مسجد کے قریب رہتا ہے۔ محنت کرکے حلال رزق کما کر کھاتا ہے۔ نماز کے اوقات میں اذان دیتا ہے اور نماز پڑھا دیتا ہے اور اس کی بیوی بھی پانچ وقت نماز ادا کرتی ہے۔ ان دونوں پر اللہ کی رحمت پڑتی ہے۔ جولاہا مرحوم ہونے کے باوجود اچھے اچھے کھانوں سے محروم ہے۔ اس کا اجر مؤخر کر دیا جائے گا۔ اور جونہی وہ مرے گا۔ تو قبر جنّت کا باغ ہوگی۔ اللہ والے

راضی بقضا الٰہی ہوتے ہیں۔

ایک بزرگ کا بیٹا بیمار ہوا۔ برادری کے آدمی عیادت کے لئے آنے لگے۔ مریض کا انتقال ہو گیا تو اُس پر کپڑا ڈال دیا اور سرہانے بیٹھے وظیفہ پڑھتے رہے۔ جو پوچھنے کے لئے آتا۔ فرماتے آرام آ گیا ہے۔

اللہ والوں کی صحبت

میں آئے تو رنگ چڑھتا ہے۔ وہ رُخ پھیر دیتے ہیں۔ پندرہ سال تک اللہ نے ہمیں خوش رکھنے کے لئے کھلونا دے رکھا تھا۔ اُس نے امانت دی۔ ہم نے فائدہ اُٹھایا۔ جب مالک واپس مانگے تو رونے نہیں بیٹھ جانا چاہیئے۔ دُنیا میں طرح طرح کی مصیبتیں آئیں گی۔ خدا سے تعلق میں خلل نہ آنا چاہیئے۔ مالک اپنی مملوکہ چیز میں جو بھی تصرّف کرے وہ اُس کا حق ہے۔ ہمیں تو اپنی مملوکہ مُرغی کے چُوزے کو اُس کے سامنے ذبح کر کے کھا جانے کا حق ہے۔ ماں کے سامنے بچوں کو ذبح کر کے کھا جاتے ہیں۔ اور کبھی بچوں کے سامنے ماں کو ذبح کر کے کھا جاتے ہیں اور اس میں ہم اپنے آپ کو ظالم نہیں سمجھتے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں اتنا بھی حق نہیں ہے؟ عملی رنگ رنگین سے چڑھتا ہے۔ صبر۔ ضبط اور رضا بقضاءِ الٰہی رہنا صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔

تعلیم کے ساتھ تربیت

بھی ہونی چاہیئے۔ صرف تعلیم کافی نہیں۔ وہی حدیثیں جو صحابہ کرامؓ نے پڑھی تھیں ہم بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن جو رنگ صحابہ کرامؓ میں تھا۔ وہ رنگ ہم پر نہیں چڑھتا۔ کیونکہ وہ صحبت نبویؐ کا رنگ تھا اس لئے صحابہ کرام کو کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کا تمغہ ملا۔ وہ پھر کسی کو نہیں ملا۔ اتباع نبویؐ میں صحابہ کرامؓ نے وہ کر کے دکھایا کہ دُنیا میں کسی قوم نے اپنے پیغمبر کے لئے نہیں کیا۔

خدا پرست

بننے سے تکالیف زیادہ آئیں گی۔ کیونکہ باطل پرست مخالفت کی وجہ سے طرح طرح سے ستائیں گے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ پر بادشاہ وقت ناراض ہوا۔ اور حکم دیا کہ ان کو کوئی دُکاندار راشن وغیرہ نہ دے۔ خواجہ صاحبؒ نے اپنے ایک خادم کو ساتھ لیا اور جنگل میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دروازہ سرکنڈے کا بنا ہوا تھا۔ اندر گئے تو دوکانیں لگی ہوئی تھیں۔ خادم سے فرمایا۔ یہاں آ کر دال چاول آٹا لے جایا کرو۔ خادم نے دریافت کیا حضرت یہ کیا فرمایا۔ فرشتہ ہمارے لئے وہاں جو راشن لاتے تھے۔ وہ اب یہاں لاتے ہیں۔

مصائب آئیں گی۔ ہر مصیبت کو امتحان سمجھا جائے اور جزع فزع نہ کیا جائے جو آدمی مر جائے۔ اگر وہ اپنی زندگی میں منع کرتا ہے۔ کہ رونا منع ہے اور گناہ ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا۔ اور اگر مرنیوالا منع نہیں کیا کرتا تھا تو اس کے مرنے کے بعد رونے والوں کے گناہ میں یہ بھی شامل سمجھا جائے گا۔

جب کوئی دکھ پہنچائے

تو کہے اے اللہ یہ تیرے تعلّق کی بنا پر ہمیں دُکھ دے رہے ہیں۔ جب تک اِنکے ہمرنگ تھے تو کسی کو دکھ نہیں تھا اور جب قرآن کے دروازہ پر آئے اور کچھ ہدایت ہو گئی تو سب ستانے لگ جاتے ہیں۔ اکثر توہین کراتے ہیں۔ کھیتوں اور پھلوں کو نقصان پہنچاتے ہیں بعض اوقات ناراض ہو کر قتل بھی کرا دیتے ہیں۔ لہٰذا جب کبھی کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرے۔ اس کا اجر اگر دنیا میں نہ ملا۔ تو آخرت میں ضرور ملے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ خداوند کریم ہمیں استقامت عطا فرمائے اور باطل پرستوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

افضل صدقہ کون سا ہے؟

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: افضل صدقہ وہ ہے جو ذی رحم دشمن کو دیا جائے۔ (طبرانی: ۳۹۲۳)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۷ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد۔ آج کی معروضات کا عنوان ہے۔

انسان کو انسان بنانے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے

۱۔ تعلیم ۔ ۲۔ تربیت

انسان صحیح معنوں میں انسان تب بنتا ہے۔ جب اس کو انسانیت کی تعلیم دی جائے۔ اور اس کی تربیت بھی کی جائے۔ تعلیم ہوتی ہے ظاہر کی اور تربیت ہوتی ہے باطن کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن میں ہے۔ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ (سورۃ الجمعہ رکوع ۱ پ ۲۸) (ترجمہ۔ اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب سکھاتا ہے) تزکیہ اور تعلیم دو لفظ ہیں۔ عربی میں جو "و" آتی ہے اس کا اردو ترجمہ "اور" ہے۔ علمائے کرام تشریف فرما ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ "و" مغایرت کے لئے آتی ہے۔ گویا تعلیم اور ہے۔ اور تزکیہ اور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو تعلیم تو قرآن مجید کی دیتے تھے اور تزکیہ باطن کا فرماتے تھے۔

کھانا، پینا، بچے جننا اور ان کو پالنا یہ انسانیت نہیں ہے۔ یہ تو حیوانیت ہے۔ مثلاً گوشت ہم بھی کھاتے ہیں اور شیر بھی گوشت کھاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ ہم پکا کر کھاتے ہیں اور وہ کچا کھاتا ہے۔ گائے بھینس بھی شلغم سرسوں کا ساگ اور دوسری سبزیاں کھاتی ہیں۔ اور ہم بھی یہ چیزیں کھاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ کچی کھاتی ہیں اور ہم پکا کر اور نمک مرچ لگا کر کھاتے ہیں۔ اسی طرح حیوانات بھی بچے جنتے اور ان کو پالتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ انسانیت ان چیزوں سے بالاتر ہے۔ انسان تعلیم اور تربیت سے انسان بنتا ہے۔ انسانیت کی تعلیم قرآن مجید دیتا ہے اور اس کا عملی نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی ذات اقدس میں جامعیت تھی۔ آپ صحابہ کرام کو تعلیم قرآن مجید بھی دیتے تھے اور ان کی تربیت بھی فرماتے تھے۔ کسی نے آپ کے متعلق خوب کہا ہے ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

استاد جب تعلیم دیتا ہے۔ تو شاگرد اپنے شکوک و شبہات پیش کرتے ہیں۔ جن کو استاد حل کرتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے تو صحابہ کرام بھی سوال بعض اوقات کرتے تھے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ سورۃ الاحزاب ع ۷۔ پ ۲۲) ترجمہ۔ (بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو۔ تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو۔)

جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم ہے۔ لیکن صلوٰۃ بھیجنا معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا صلوٰۃ کی یہ دعا پڑھا کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ ترجمہ۔ اے اللہ! (حضرت) محمدؐ اور (حضرت) محمدؐ کی آل پر رحمت بھیج۔ جس طرح تو نے (حضرت) ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی آل پر رحمت بھیجی۔ بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! (حضرت) محمدؐ اور (حضرت) محمدؐ کی آل پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے (حضرت ابراہیمؑ اور (حضرت) ابراہیمؑ کی آل پر برکت نازل فرمائی تھی۔ بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے)۔ یہ تعلیم کتاب ہے۔ تزکیہ ہے۔ باطن کو امراض روحانی سے پاک کرنا۔ دونوں ہوں تو انسان کامل بنتا ہے۔ اگر تعلیم نہ ہو تو بھی انسان ادھورا رہتا ہے اسی طرح اگر تزکیہ باطن نہ ہو تو بھی انسان ادھورا ہے۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں۔ رنگ ہے قرآن۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (الآیۃ (سورۃ البقرہ رکوع ۱۶۔ پ ۲) ترجمہ۔ (اللہ کا رنگ۔ اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے)۔ اس رنگ کے رنگ فروش ہیں علمائے کرام۔ اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ بعض اللہ کے بندے جامع بھی ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ جامع کمالات تھے۔ وہ ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل تھے۔ ہند و پاکستان میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ساری دنیا میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ محض اپنے فضل سے حرمین شریفین کی زیارت کا موقعہ عطا فرمایا ہے۔ مکہ اور مدینہ منورہ میں اولیاء کرام کا مجمع ہوتا ہے۔ وہ خانہ کعبہ کے گرد والہانہ طواف کرتے ہیں۔ میں نے ان حضرات کا مجمع دیکھا ہے۔ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ حضرت مدنیؒ کی نظیر ساری دنیا میں نہیں ملتی۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت اور توہین کرنے والے ہیں وہ حضرت مدنیؒ کو کیا جانیں ——

مولانا عبداللہ فاروقی رح نے حضرت مدنی رح کا ایک واقعہ مجھے سُنایا۔ حضرت مدنی رح ان دنوں مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ مولانا فاروقی رح کا بیان ہے۔ کہ ان دنوں میں حج کے لئے گیا۔ جب میں مدینہ میں پہنچا تو حضرت مدنی رح کو دیکھا کہ اڈے پر موجود ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضرت! کیسے تشریف لائے۔ فرمانے لگے تمہیں کیوں بتلاؤں۔ کیسے آیا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا۔ پان دان گم کر آئے ہو۔ یہ حضرت رح کا ماضی کا کشف تھا۔ میں نے عرض کیا حضرت! ملے گا بھی یا نہیں۔ فرمایا ہاں ہاں مل جائے گا۔ یہ حضرت رح کا مستقبل کے متعلق کشف تھا۔ مولانا عبداللہ فاروقی رح کا دوسرا واقعہ سنئے وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک دفعہ حضرت رح کا جوتا اُٹھا کر دروازہ کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت رح تھوڑی دیر کے لئے پھر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد میرا جوتا اُٹھا کر سر پر رکھ لیا۔ اور فرمایا توبہ کرو۔ آئندہ میرے جوتے کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ میں نے عرض کی کہ حضرت! اگر اس ادب کا یہی صلہ ملنا ہے تو میں باز آیا۔

بعض اوقات تعلیم ہوتی ہے۔ تربیت یا تزکیہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات تزکیہ ہوتا ہے اور تعلیم نہیں ہوتی۔ اسی لئے میں اپنی جماعت سے کہا کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد کسی جاہل صوفی کے پاس ہرگز نہ بیٹھیں ؎

آنکہ خود گم است کرا رہبری کند

ہر انسان انسان نہیں ہوتا۔ انسانیت کا سانچہ یہی ہے۔ انسانیت آئیگی تو اسی سانچہ میں آئے گی۔ بھیڑ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ وغیرہ کے سانچہ میں انسانیت نہیں آئیگی۔ انسانوں میں بعض سؤر۔ بعض کُتّے۔ بعض بھیڑیئے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ اس کے لئے باطن کی آنکھوں کی ضرورت ہے جو اللہ تعالےٰ اولیاء کرام کو عطا فرماتے ہیں۔ میں نے ایسے اللہ والے دیکھے ہیں۔ ایک دفعہ لاہور میں سریاں، اوجھریاں والے بازار سے کشمیری بازار کی طرف آ رہا تھا۔ راستہ میں ایک پستہ قد سفید ریش بزرگ ایک دوکان کے تھڑہ پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھے کلائی سے پکڑ کر فرمایا تشریف رکھئے۔ میں بھی اسی دروازہ کا غلام ہوں۔ جس کے آپ ہیں۔ میں سمجھ گیا یہ میرے پیر بھائی ہیں۔ ان کو خوشبو آئی ہے۔ اس کے بعد فرمانے لگے۔ میں یہاں بیٹھا رہتا ہوں۔ اور لوگ گذرتے رہتے ہیں۔ مجھے ان میں سے کوئی سؤر۔ کوئی کُتا۔ کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔ آپ سمجھتے ہو کہ دو ٹانگوں سے انسان بن جاتا ہے۔ کل کا تازہ واقعہ ہے۔ ایک عورت میرے پاس آ کر بہت روئی اس نے مجھے بتلایا کہ میرا خاوند سرکاری افسر ہے۔ وہ مجھے سخت مارتا ہے۔ میری جوان بیٹیاں ہیں۔ ان کو بھی مارتا ہے۔ ان کے نکاح کی فکر نہیں کرتا۔ کیا ایسا شخص انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اگر بندر کو انسانی لباس پہنا دیا جائے تو کیا وہ انسان بن جائے گا؟

تعلیمی لحاظ سے انسانیت کا پروگرام قرآن مجید ہے اور اس کا اصلی نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن مجید میں حضور ؐ کے متعلق آتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ الانبیاء ع ۷۔ پ ۱۷)۔ (ترجمہ۔ اور ہم نے تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے)۔ یہ انسانیت کا نمونہ ہیں۔ انسان وہ ہے جو ماں۔ بیوی۔ اولاد۔ ہمسایہ سب کے لئے رحمت ہو۔ انسانیت یہ ہے کہ کسی کو کڑوا نہ لگے۔ حلوہ میٹھا ہے تو چڑیا۔ کوّے۔ کُتّے۔ بلی وغیرہ سب کو میٹھا لگتا ہے۔ اور سب کھا جاتے ہیں۔ کامل انسانوں کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

شنیدم کہ مردانِ راہ صفا
دل دشمناں ہم نکردند تنگ

رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانیت کا نمونہ ہیں۔ آپؐ نے قرآن مجید کی تعلیم اور اپنی صحبت کی برکت سے ایسے انسان بنائے کہ آسمان سے انکی تعریفیں آئیں۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآیہ (سورہ آل عمران ع ۱۲۔ پ ۴)۔ (ترجمہ۔ تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں) صحابہ کرام سے خطاب ہو رہا ہے کہ اے صحابہ کرام! تم بہترین امت ہو پاکباز۔ مقبول بارگاہ الہٰی۔ مغفور و مرحوم وغیرہ یہ سب معنی خیر کے ہو سکتے ہیں۔ حضور انور ؐ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعلمین بنایا۔ اور آپ نے صحابہ کرام کو خَيْرَ اُمَّةٍ بنایا۔ یہ آپ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ نکلا۔

میں عرض کر رہا تھا کہ انسان کو انسان بنانے کے لئے تعلیم اور تربیت کی ضرورت ہے۔ تعلیم ہے قرآن مجید کی اور تربیت کرنیوالے ہیں رحمۃ للعلمین حضور انور ؐ کے بعد آپ کے دروازہ کے غلام تربیت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ انہی کو کہتے ہیں صوفیائے عظام۔ علمائے کرام انسانیت کا مفہوم سمجھاتے ہیں اور صوفیائے عظام اس کا رنگ چڑھاتے ہیں۔ جس پر یہ رنگ چڑھ جائے۔ وہ انسانوں کا محبوب بن جاتا ہے انسان تعلیم اور تربیت دونوں سے کامل بنتا ہے۔ اگر تعلیم ہو اور تربیت نہ ہو تو ایسے عالم بے عمل کو اللہ تعالیٰ نے گدھے سے تشبیہہ دی ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ الآیہ۔ (سورۃ الجمعہ ع ۱۔ پ ۲۸) ترجمہ۔ (ان لوگوں کی مثال جنہیں تورات اٹھوائی گئی تھی۔ پھر انھوں نے اسے نہ اٹھایا۔ گدھے کی سی مثال ہے جو کتابیں اُٹھاتا ہے)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسانوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ نہ کہ گدھوں کو۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو انسان بنائے آمین یا الہ العالمین

جس طرح آپ کے ہاں تعلیم کے لئے ۱۴ سال صرف ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں بھی ۱۲۔ ۱۴ سال تعلیم میں خرچ ہوتے ہیں۔ لیکن تربیت کے لئے اس سے بھی زیادہ مدت درکار ہے۔ اس میں تعلیم سے زیادہ محنت اور مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ شیخ کامل ہو اور طالب صادق تو تربیت ہوتی ہے۔ طالب صادق وہ ہے جس کا عقیدت ادب اور اطاعت کی تین تاروں سے شیخ کامل

سکے۔ قلب سے کنکشن ہو۔ ان میں ایک تار بھی کٹ جائے تو طالب مر جاتا ہے۔ اللہ والے یہ سکھاتے ہیں کہ ع

آنچہ برما است از ما است

ترجمہ۔ جو تکلیف ہم پر آئی ہے وہ ہمارے شامت اعمال کی وجہ سے ہے) کسی نے ٹھیک کہا ہے سے

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

اس کے بعد انسان سوچتا ہے کہ میرے ہی کسی گناہ کی مجھے یہ سزا مل رہی ہے اور پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے کہ میں نے کونسا گناہ کیا ہے جس کی یہ سزا مل رہی ہے۔ پھر یہ جس کے ذریعہ سے تکلیف آئی ہے۔ اس سے نہیں لڑتا۔ بلکہ اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تربیت ہو جائے تو انسان خوش ہوتا ہے کہ اچھا ہوا میرے گناہ کی مجھے اسی دنیا میں سزا مل گئی۔ میں جن دنوں دہلی میں رہتا تھا۔ میرا بڑا لڑکا مولوی حبیب اللہ جو آج کل مدینہ منورہ میں رہتا ہے۔ چھوٹا سا تھا۔ ایک دن میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے ایک فاسد خیال آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے اس کو رد کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد میں سودا لینے کے لئے بازار گیا۔ دوکان پر بھیڑ تھی۔ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ پیچھے سے ایک کتا آیا جس نے میری پنڈلی پر چک (پنجابی) مارا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو چھوڑ کر چلا گیا۔ اس نے مجھے کاٹا نہیں میں نے کتے کو مارنے کی بجائے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ جھایا کہ یہ اس خیال فاسد کی تصویر ہے۔ اگر میں کتے کو مارتا تو وہ بارگاہ الٰہی میں فریاد کرتا اور میں اور زیادہ ملزم بنتا۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک کے ذروں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کی تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ ان میں ایک موتی یہ ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام رض کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا الہ العالمین

چھپا کر صدقہ کرنے کا اجر و ثواب

جو شخص اس طرح چھپا کر صدقہ دیتا ہے کہ سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی خبر نہیں ہوئی تو یہ شخص قیامت میں عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔ (بخاری)

چھپا کر صدقہ دینا اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ صلہ رحمی کرنا عمر کو بڑھاتا ہے۔ (طبرانی)

حضرت ابوذرؓ نے دریافت کیا افضل صدقہ کیا ہے؟ فرمایا چھپا کر دینا۔ (مسند احمد)

ضرورت مند بیوہ کی حاجت روائی کا اجر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بے چاری بے شوہر والی عورت یا کسی مسکین حاجت مند کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا بندہ (اللہ کے نزدیک اور اجر و ثواب میں) راہ خدا میں جہاد کرنے والے بندے کے مثل ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا تھا کہ اس قائم اللیل یعنی شب بیدار بندے کی طرح ہے جو (عبادت اور شب خیزی میں) سستی نہ کرتا ہو اور اس صائم الدہر بندے کی طرح ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی ناغہ نہ کرتا ہو۔ (صحیح بخاری: ۶۰۰۷، صحیح مسلم: ۲۹۸۲)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۱۴ ؍ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۳ ؍ اپریل ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

باطن کی صفائی ہادی کی صحبت میں حاصل ہوتی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اما بعد۔ عرض یہ ہے کہ ہمارا جمعرات کا یہ اجتماع خصوصی غرض کے لئے ہوتا ہے اور وہ خصوصی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی اندر کی صفائی اس طرح کر دے کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو جائے تو یہ کام آسان ہے۔ ورنہ ہے بڑا مشکل۔ اللہ تعالیٰ اندر کی صفائی کو دیکھتے ہیں۔ اور اس کے مطابق اعمال کی قیمت دیتے ہیں۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنۡظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمۡ وَ اَمۡوَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ یَّنۡظُرُ اِلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَاَعۡمَالِکُمۡ (کتاب الریاء والسمعۃ) رواہ مسلم

ترجمہ۔ "ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔"

اندر کی صفائی پر اعمال کی قبولیت کا مدار ہے۔ اندر کی صفائی ہو تو اللہ تعالیٰ اعمال کی قیمت دیتے ہیں۔ اندر کی صفائی نہ ہو تو ان کے ہاں کسی عمل کی کوئی قیمت نہیں۔ اندر کی صفائی کو تزکیہ کہتے ہیں۔ تزکیہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے۔ ھُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡھِمۡ وَ یُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ الآیہ (سورۃ الجمعہ ع ۱ ۔ پ ۲۸)۔

ترجمہ۔ "وہی ہے۔ جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔"

تعلیم ہوتی ہے ظاہر کی اور تزکیہ ہوتا ہے باطن کا۔ اگر اندر ٹھیک ہے تو اسی کے لحاظ سے اعمال کی قیمت ملے گی۔ اگر اندر ٹھیک نہیں تو تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ مثلاً اگر اندر شرک۔ کفر۔ نفاق اعتقادی یا ریا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی نیکی کی کوئی قیمت نہیں۔ نجات، رضائے الٰہی اور اعمال کی قبولیت کا مدار اور قلب کی صفائی پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اندر خود بخود صاف ہو جاتا تھا۔ آپؐ کے مبارک زمانہ میں زنا کا ایک ہی واقعہ ہوا ہے۔ جس مسلمان نے زنا کیا تھا۔ وہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے مجھے سزا دیجئے۔ آپؐ اسکی طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ وہ پھر آپؐ کے سامنے آ کر عرض کرتا ہے یا رسول اللہؐ! میں نے زنا کیا ہے مجھے سزا دیجئے۔ آپؐ نے اسکی طرف سے پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے چار مرتبہ اقرار جرم کیا۔ علمائے کرام تشریف فرما ہیں انکو یاد ہوگا کہ اسکے بعد حضور انورؐ اس سے چند سوالات کرتے ہیں۔ آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپؐ کی خواہش یہ ہے کہ وہ انکاری ہو جائے یا اپنے جوابات میں پھسل جائے تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ لیکن وہ بدستور اپنے جرم کا اقرار کرتا رہا۔ اس لئے مجبوراً اس کو سنگسار کرنا پڑا۔ اس کو سزا کا علم تھا۔ لیکن وہ بار بار سزا کیلئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ یہ ہے خوف خدا۔ رسول اللہؐ کے حضور میں دھڑا دھڑ تزکیہ نفس ہو جاتا تھا۔ اب یہ کسبی عمل کرنا پڑتا ہے۔ تزکیہ کو بدعت کہنا بے سمجھی ہے صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید سمجھنے کے لئے صرف و نحو پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ عربی ان کی مادری زبان تھی لیکن ہم یہ دونوں علوم پڑھے بغیر کتاب و سنت کے عالم ہو ہی نہیں سکتے۔ تو کیا صرف و نحو پڑھنا بدعت ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح تزکیہ کو بدعت کہنا بھی غلطی ہے۔

بچہ ماں کے پیٹ سے صحیح سلامت پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں کسی کو لقوہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پناہ دے۔ لقوہ میں انسان کا منہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ اس کے منہ کو دوبارہ سیدھا کرنا یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہزاروں میں شاید ہی کوئی حکیم یا ڈاکٹر ہوگا جو اس کا منہ دوبارہ سیدھا کر سکے۔ مزکی یہی کام کرتا ہے۔ حضور انورؐ فرماتے ہیں۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ (ترجمہ۔ ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں)

انسان کو اللہ تعالیٰ فطرت سلیمہ دے کر اس جہان میں بھجواتے ہیں۔ فطرت سلیمہ کے معنی ہیں قبولیت حق کی استعداد جس طرح صحیح سلامت پیدا ہونے کے بعد بعض بچوں کو لقوہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان بعض اوقات نور فطرت کھو بیٹھتا ہے۔ اور ایسا بگڑتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ اس کو بگاڑنے والے اس کے کئی دشمن ہیں۔ ان میں سے دو بڑے دشمن نفس اور شیطان ہیں۔ بگڑے ہوئے انسانوں کو ہادی سیدھا کرتا ہے۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ ہادی وہ ہے۔ جس کے دائیں ہاتھ میں ہو قرآن اور بائیں ہاتھ میں ہو حدیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہادی کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت کا عالم ہو۔ میں اپنی جماعت سے کہتا ہوں کہ کسی جاہل صوفی کے پاس ہرگز نہ بیٹھیں۔ ہم نے حضور انورؐ کے دروازہ سے گزر کر دربار الٰہی میں پہنچنا ہے۔ جو کتاب و سنت کا عالم نہیں۔ وہ ہماری کیا رہنمائی کرے گا ؎

آنکہ خود گم است کرا رہبری کند

ہادی کایا پلٹ دیتا ہے۔ پہلے

انسان اپنی خوبیاں اور دوسروں کے عیب دیکھتا تھا۔ ہادی کی صحبت میں تربیت پانے کے بعد اپنے عیب اور دوسروں کی خوبیاں دیکھنے لگتا ہے۔ الفاظ میں یہ چیز اس طرح بیان کی جا سکتی ہے کہ مرغ پاک تھا۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر میں شاغل تھا۔ اے خبیث انسان! تیرے پیٹ میں جا کر وہ پلید ہو گیا۔ چاول کیسے نفیس تھے۔ انسان کے پیٹ میں جا کر وہ بھی پلید ہو گئے۔ دودھ پاک تھا۔ انسان کے پیٹ میں جا کر وہ پلید ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ در اصل انسان ہی پلید ہے۔ جو اس سے نکلتا ہے وہ پلید ہو جاتا ہے ہادی کی صحبت میں اگر یہ باتیں سمجھ میں آ جائیں تو رخ بدل جاتا ہے۔ یہ نکتہ پک جائے تو پھر انسان کسی کو برا کہہ سکتا ہے؟ اسی لئے اللہ والے فرمایا کرتے ہیں۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

ترجمہ:۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی توفیق اللہ تعالےٰ ہی عطا فرماتے ہیں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا یہی مطلب ہے۔ جب تک اللہ والوں کے جوتوں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ نہ بنایا جائے۔ یہ باتیں سمجھ نہیں آتیں۔ ہادی ان کو حال بنا دیتا ہے

تزکیہ بڑا ہی مشکل کام ہے۔ انسان ماں کے پیٹ سے فطرت سلیمہ لے کر آتا ہے۔ اس ماحول میں آ کر اس کی فطرت بگڑ جاتی ہے بعض اوقات ایسی بگڑتی ہے کہ کہ انسان خود مکمل شیطان بن جاتا ہے۔ اگر خوش قسمتی سے کسی ہادی کے دامن سے وابستہ ہو گیا تو وہ رخ پھیر دے گا۔

اندر پاک نہ ہونے کے باعث مسلمان بہت بد دیانت ہے۔ ہندو اتنا بد دیانت نہ تھا۔ جتنا مسلمان ہے۔ اے مسلمان تو اتنا نیک بن کہ کافر بھی تیرے ہاں آ کر پناہ لیں۔ میں ایک دفعہ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے امروٹ شریف گیا ان دنوں ایک ہندو لڑکی سسرال کے ظلم سے تنگ آ کر حضرت رح کے کوٹ میں آ داخل ہوئی۔ اس کو حضرت رح پر اعتقاد تھا۔ وہ آپ کی پناہ میں آئی تھی۔ اس کے وارثوں کو پتہ چلا تو وہ حضرت رح کی خدمت میں اس کو لینے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ وعدہ کرو کہ اس کو ستاؤ گے نہیں اس شرط پر بھیجتا ہوں۔ حضرت امروٹی رح کا ایک اور واقعہ ہے۔ ایک مسلمان پر ایک ہندو کا قرضہ تھا۔ مسلمان ہندو کو لے کر حضرت رح کے ہاں حاضر ہوا۔ آپ نے ہندو سے فرمایا کہ اتنا لے لو اور باقی معاف کر دو۔ ہندو مان گیا۔ حضرت رح نے لنگر کا آٹا پیسنے کے لئے خراس میں جو ناگوری بیل جتا کرتا تھا۔ وہ اس ہندو کو دے دیا اور مسلمان کا دامن پاک کرا دیا۔ اسلام یہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں اے مسلمان تو بدنام کنندۂ نکو نام اسلام ہے

یہاں ہم اس لئے آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب محبوب اور مقصود ہو جائے ع

رضائے مولا بر ہمہ اولےٰ

خدا کرے کہ یہ میرا اور آپ کا حال بن جائے۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی ہادی کی صحبت میں عقیدت ادب اور اطاعت سے مدت مدیدہ تک زندگی بسر کرے آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جائے گا۔ صحبت کے بغیر انسان انسان نہیں بنتا۔ اکثر انسان انسان نہیں ہوتے۔ اس کا پتہ تو مرنے کے بعد لگے گا۔ لیکن اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہ ہو گا ؎

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

سارے قرآن مجید اور صحاح ستہ کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے۔ اِیْتَاءُ کُلِّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ (ترجمہ۔ ہر حقدار کو اس کا حق دے دو)۔ اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ صلعم ماں۔ باپ۔ بھائی۔ بہن۔ اولاد وغیرہ سب کا ہم پر حق ہے۔ انسان ان سب کے حقوق ادا کرے اور ساتھ ہی اَللّٰہُ ھُوْ بھی کرے۔ ادھر سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا نور آئے اور ادھر اندر پاک ہونا چاہئے۔ اس طرح انشاء اللہ دنیا اور آخرت میں کامیابی نصیب ہو جائے گی۔ اندر پاک نہ ہو۔ تو انسان کسی کام کا نہیں۔ مثلاً نماز پڑھی اندر پاک نہ ہو گا۔ تو ریا کی وجہ سے نماز قبول نہ ہو گی۔

اللہ تعالےٰ آپ کو یہاں لاتے ہیں۔ سوچا کیجئے کچھ حاصل بھی ہوا یا نہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھ سے جو کہلواتے ہیں۔ مجھے اور آپ کو ایسا بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا الہ العالمین۔

طالب عقیدت ادب اور اطاعت سے کامل کی صحبت میں رہے۔ تو بلا ساختہ عکس لیتا ہے۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے ؎

دل را بدل رہیست

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۱ر شوال المکرم ۱۳۷۸ھ مطابق ۳۰ر اپریل ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اِنسان کی رُوحانی تربیت کے لئے رُوحانی مُربّی کی ضرورت

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ؕ اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی ——— اَمَّا بَعد :-

عرض یہ ہے کہ انسان کے وجود میں دو چیزیں ہیں - عام فہم الفاظ میں ایک کو روح اور دوسری کو جسم کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے - ان دونوں کی تربیت کے لئے مربیّوں کی ضرورت ہے - جسمانی مُربّی ماں باپ ہیں - اصل مربی ماں ہے - باپ اس کا معین و مددگار ہوتا ہے - بچہ ماں ہی کی گود میں تربیت پاتا ہے - وہی اس کو کھلاتی پلاتی اور وہی اس کا پیشاب پاخانہ دھوتی ہے - باپ کما کر لاتا ہے اور بچّہ کی تربیت کے لئے اخراجات بہم پہنچاتا ہے - اس لئے کہا یہی جائیگا کہ دونوں تربیت کرتے ہیں - روحانی مربی انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں - اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام بھجوانے کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا - آخری نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - آپ تعلیم بھی دیتے تھے اور تزکیہ بھی فرماتے تھے - وَ یُزَکِّیھِم وَ یُعَلِّمُھُمُ الکِتٰبَ (سورہ الجمعہ رکوع ۱ پ ۲۸) (ترجمہ :- اور (پیغمبر) انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب سکھاتا ہے) تعلیم ظاہر کی ہوتی ہے اور تزکیہ باطن کا ہوتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا سے روپوش ہوئے تقریباً پونے چودہ سو سال ہو چکے ہیں - خدا جانے قیامت کب آئیگی - آپ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے داعی الی اللہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے -

وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیرًا وَّ نَذِیرًا الایہ (سورۃ السبا ع ۳ پ ۲۲)

(ترجمہ - اور ہم نے آپ کو جو بھیجا ہے تو صرف سب لوگوں کو خوشخبری اور ڈر سنانے کے لئے)

انسانوں کو روحانی تربیت کی ضرورت قیامت تک رہے گی - اس لئے اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہمیشہ رُوحانی مربی پیدا فرماتے رہے ہیں روحانی مربّی اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے - تعلیم اور تربیت کے جو اصول حضور انور کو اللہ تعالیٰ نے سکھلائے تھے وہ علمی طور پر کتاب و سنّت میں قیامت تک محفوظ کر دیئے گئے ہیں - آپ کے بعد تعلیم و تربیت کے یہ دونوں سلسلے چلے آ رہے ہیں - یہ مسلمانوں کی خصوصیت ہے - کہ ان کے پاس آسمانی کتاب بھی محفوظ ہے اور حضور انور کی پاک سیرت بھی محفوظ ہے - باقی کسی قوم کے پاس نہ آسمانی کتاب محفوظ ہے اور نہ ان کے نبی کے ارشادات - حضور انور فرماتے ہیں - انبیائے سابقین کے ارشادات میں سے صرف ایک فقرہ محفوظ رہا ہے - اِذَا لَم تَستَحیِ فَاصنَع مَا شِئتَ - جس کا کسی نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے - ؎

بے حیا باش ہرچہ خواہی کُن

قرآن مجید کے ساتھ صحاح ستہ بھی محفوظ ہیں جو احادیث کو نہیں مانتے وہ نہ مانیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ صحاح ستہ محفوظ ہیں - معلم قرآن بھی ہمیشہ رہیں گے - وہ قرآن سُنائیں گے اور قرآن پہنچائیں گے - اور مزکی بھی ہمیشہ رہیں گے - وہ باطن کی تربیت کریں گے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں - تزکیہ وہباً ہوتا ہے - اب کسبًا کرنا پڑتا ہے - حضور انور کا ارشاد ہے

عَن عَبدِ الرَّحمٰنِ بنِ غَنمٍ وَ اَسمَآءَ بِنتِ یَزِیدَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِینَ اِذَا رُاُوا ذُکِرَ اللّٰہُ اَلحَدِیث (باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ - عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آئے)

اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہیں - جن کی صحبت میں دل دنیا سے ہٹ کر آخرت کی طرف متوجہ ہوتا نظر آتا ہے - اس کو چودہ سو سال پیچھے لے جایئے - جو شخص بھی نیک نیتی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا - اس کا باطن پاک ہو جاتا تھا - اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہر زمانے میں رہیں گے - شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اپنے حاشیہ میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں "یعنی ہر امت اور ہر عہد کے لوگوں کا احوال اس وقت کے پیغمبر سے اور معتبر نیک بختوں سے بیان کروا دیں گے - منکروں کا انکار اور اطاعت والوں کی اطاعت بیان ہو گی" - (حاشیہ موضح القرآن سورۃ النساء آیت ۴۱-۴۲)

اس طرح ہر دور کے انسانوں پر اتمام حجت ہوتا رہے گا - تاکہ وہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں - مَا جَآءَنَا مِن بَشِیرٍ وَّ لَا نَذِیرٍ الایہ (سورہ المائدہ ع ۳ پ ۶) - (ترجمہ - ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا) حضور انور کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا - پھر یہ کام کون کرے گا؟ آپ کے دروازہ کے غلام یہ کام کریں گے - علمائے کرام تعلیم اور صوفیائے عظام تربیت کا کام کریں گے -

تزکیہ یہ ہے کہ دل ماسوائے اللہ سے پاک ہو جائے - نہ بیوی محبوب رہے نہ اولاد - نہ بڑے سے بڑا سیٹھ بننا مطلوب ہو - نہ بڑے سے بڑا زمیندار بننا - فقط اللہ تعالیٰ کی رضاء مطلوب - محبوب اور مقصود بن جائے - کتنے ہیں جن کا دل ماسوا اللہ سے پاک ہے - اکثریت ان کی ہے - جن کو نہ خدا یاد ہے اور نہ خدا کا رسول یاد ہے - کوئی بیوی پر مفتون ہے کوئی اولاد پر - کوئی بڑا سیٹھ اور کوئی بڑا زمیندار بننا چاہتا ہے - دولت آئے خدا روٹھ جائے تو روٹھ جائے - جائداد بن جائے - خواہ خدا ناراض ہو جائے -

کتنے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ساری دنیا روٹھ جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہونے پائے۔ بیوی۔ اولاد۔ برادری جو بھی اللہ تعالےٰ سے ٹکرائے سب کو کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ یہ ہے تزکیہ۔ اللہ تعالےٰ کا فضل شامل ہو جائے اور ہادی مل جائے تو دل ما سوا اللہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کو یہ درجہ حاصل ہے تو میں آپ کو اس پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اگر یہ درجہ حاصل نہیں تو تزکیہ کی ضرورت ہے۔

انسان کوئی چیز بھی سیکھے بغیر حاصل نہیں کر سکتا۔ دین بھی سیکھے بغیر نہیں آتا۔ لیکن مسلمان کو عام طور پر دین سیکھنے کی ضرورت کا احساس ہی نہیں ہے۔ شیطان انہیں گمراہ کر رہا ہے اور وہ گمراہی میں مست ہیں مثلاً لاہور میں دس ہزار حق مہر باندھا جاتا ہے۔ اس وقت شیطان ان کے منہ سے یہ الفاظ کہلواتا ہے۔ کس نے لینا ہے اور کس نے دینا ہے۔ یاد رکھو اگر میاں بیوی میں ان بن ہو جائے تو بیوی میاں کی ساری جائداد قرق کروا کر حق مہر وصول کر سکتی ہے عربی کا ایک مقولہ ہے قَدِّمِ الْخُرُوْجَ قَبْلَ الْوُلُوْجِ۔ (ترجمہ (کسی گڑھے میں) داخل ہونے سے پہلے نکلنے کا راستہ بھی سوچ لو) مہر تو دس ہزار باندھتے ہو یہ بھی سوچا کرو کہ ادا بھی کر سکتے ہو یا نہیں۔ فارسی میں کسی نے خوب کہا ہے ؎

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

میں تو اپنے دوستوں کو یہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ رشتہ کا فیصلہ کرنے سے پہلے حق مہر کا فیصلہ کر لیا کرو۔ حق مہر اپنی استطاعت کے مطابق باندھو

تزکیہ بڑا مشکل ہے۔ جس طرح ماں کو ہر وقت بچہ کی نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ وہ ضابطہ کی پابند ہو تو بچہ کی تربیت ٹھیک ہوتی ہے۔ ورنہ وہ اپنا اور ماں کا ہر وقت نقصان کرتا رہتا ہے اسی طرح ہادی ہر وقت نگرانی کرتا ہے۔ اول تو ہادی ملنا مشکل ہے۔ اگر ہادی مل جائے تو اس سے فیض حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں سب کچھ بننا ہے آسان۔ سب سے مشکل بننا ہے انسان۔ انسان ہادی بناتا ہے۔ حضرت دین پوری کے ہاں دستور تھا کہ اگر ان کے خدام میں سے کسی کی ایک رکعت جماعت سے رہ جاتی تو اس کو پانچ جوتے لگوائے جاتے تھے۔ حضرتؒ کے ہاں اپنی تربیت کرانے کے لئے ایک جماعت رہتی تھی۔ ان کو یہ سزا دی جاتی تھی۔ اگر کوئی مولوی صاحب باہر سے آتے اور ان کی ایک رکعت جماعت سے رہ جاتی تو حکم ہوتا تھا۔ کہ ان کے حصے کے جوتے فلاں خادم کو مارے جائیں اور یہ خادم خوش ہوتا تھا کہ کوئی خصوصیت ہے تو مجھے منتخب کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار لیلیٰ نے کھانا پکوایا اور فقراء میں تقسیم کیا سب کو پیالے بھر کر دیئے۔ جب مجنوں آیا تو اس کا پیالہ لے کر زمین پر دے مارا۔ مجنوں اچھلتا کودتا چلا گیا کہ مجھ میں کوئی خصوصیت ہے تو امتیازی سلوک کیا گیا ہے۔ حضرت دین پوریؒ کے ہاں جو خدام اللہ کا نام سیکھنے کے لئے آتے تھے وہ کھدر کے کپڑے کیکر کی چھال میں رنگ کر پہنا کرتے تھے۔ ان کو عشاء کی نماز کے بعد پھیکے بھات کا ایک پیالہ ملا کرتا تھا۔ جس میں نمک بھی نہ ہوتا تھا۔ دو تین گھنٹے کے بعد پیشاب آتا اور پیٹ خالی ہو جاتا تھا۔ پھر خدام اللہ اللہ کرنے بیٹھ جاتے تھے۔ تربیت یوں ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک خادم ایک بار مجھ سے پوچھتا ہے۔ مولوی صاحب! کیا ہم اللہ تعالےٰ کو قیامت کے دن دیکھیں گے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ اللہ تعالےٰ کو ہم ضرور دیکھیں گے اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتیں کھائی ہیں۔ اس کو دیکھنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ کیکر کی کھال میں رنگے ہوئے کھدر کے کپڑے پہنتے ہیں۔ رات کو پھیکا بھات اور دن کو گھنگھنیاں کھاتے ہیں۔ ان کو وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ یہ رنگ اس لئے ان پر چڑھا کہ پاک غذا کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں شاغل رہتے ہیں اور ہادی کی زیر نگرانی رہتے ہیں۔ لاہور میں کہیں بدمعاشی کے اڈے۔ کہیں شراب خانے۔ کہیں سینما گھر۔ اور کہیں ریڈیو پر رنڈیوں کے گانے ہیں۔ انگریز تمہیں یہ تمدن سکھا گیا ہے۔ تم پر کتاب و سنت کا رنگ کس طرح چڑھے ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

سرکار مدینہ تو فرمائیں کہ اَلْحَیَاءُ مِنْ شُعْبَةِ الْاِیْمَانِ (ترجمہ۔ حیا ایمان کا ایک حصہ ہے)۔ اور تم بے غیرت ہو گئے ہو۔ جوان اور کنواری بہو بیٹیوں کو رنڈیوں کے گانے سناتے ہو۔ تم کو ہادی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ تمہارے ہاں ہادی نہیں بھجواتے۔ جوہری جواہرات اور موتیوں کی ڈبیہ اس جگہ کھولتا ہے۔ جہاں ان چیزوں کے خریدار ہوں۔ انگریز تمہارا ایمان اور اسلام چھین کر لے گیا اور تم کو اس کا احساس بھی نہیں۔ تمہارے ہاں نماز ضروری نہیں نماز نہ پڑھنے سے لعنت پڑتی ہے۔ لعنت کیا ہے۔ اَللَّعْنَةُ اَلْبُعْدُ مِنَ الرَّحْمَةِ (ترجمہ۔ لعنت ہے رحمت سے دوری) تم خوش ہو کہ ترقی ہو گئی ہے۔ لیکن پتہ ہے ترقی کس چیز کی ہوئی؟ چوری بدمعاشی اور بےحیائی کی ترقی ہوئی ہے ؎

دارِ ہستی کچھ سہی لیکن یہی پایا گیا
بے خبر ہنستے رہے اور با خبر رویا کیے

طبیب تب مریض کا علاج کرتا ہے جب وہ خود آئے۔ نبض دکھائے۔ نسخہ لکھوائے اور تجویز کردہ دوا استعمال کرے ہادی بھی اسی کی تربیت کرتا ہے۔ جو اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو۔ شرعاً بے نماز اور غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز کھانی جائز ہے۔ لیکن تربیت کے لئے ان سے پرہیز ضروری ہے۔ جو باطن کا تزکیہ کرانا چاہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جس شخص کی للہیت۔ دیانت۔ امانت اور صلاحیت پر اعتماد ہو۔ اس کی کمائی کو اپنی ذات خاص پر خرچ کرے۔ لیکن تزکیہ کرانے والے بھی کم ہیں اور کرنے والے تو اور بھی کم ہیں۔ تزکیہ اگر یہاں نہ ہوا تو قبر میں ہوگا۔ قبر اور دوزخ کا عذاب فقط کفار مشرکین اور نفاق اعتقادی کے منافقوں کے لئے مخصوص نہیں۔ بلکہ فاسق مسلمانوں کو بھی ہوگا۔ اس سے وُہی بچ سکیں گے۔ جس کو اس جہان میں رضائے الٰہی مطلوب۔ محبوب اور مقصود تھی۔ ان کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ الآیۃ ۔ (سورۃ البقرہ ع۲۰ پ۲)

(ترجمہ ۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں۔ جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں ۔ جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں ۔ جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے۔ اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ہاں اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہ ترقی کا معیار ہے حدیث شریف میں حضور انورؐ نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے ۔ سہل بن سعدؓ سے روایت ہے ۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خیر (مال کثیر) خزانے ہیں۔ اور ان خزانوں کی کنجیاں ہیں ۔ پس اس بندہ کو خوشخبری ہو جس کو اللہ تعالےٰ نے خیر کے کھولنے اور شر کو بند کرنے کی کنجی بنایا ہے ۔ اور اس بندہ کو ہلاکت ہو جس کو اللہ تعا نے شر کو کھولنے اور خیر کو بند کرنے کی کنجی بنایا ہے (ابن ماجہ)

یہ ہے انسان کی تکمیل ۔ بڑا شر ہے کفر۔ شرک اور نفاق اعتقادی ۔ تزکیہ بڑا مشکل ہے ۔ اوّل تو مزکیؔ کا ملنا مشکل ہے ۔ ان کو دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔ اگر مل جائے تو تزکیہ کرانا مشکل ہے جب تک انسان ہادی کے ہاتھ میں اپنی باگ ڈور نہ دیدے تزکیہ نہیں ہو سکتا۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

ہادی ہستی مٹا دیتا ہے ۔ ہادی کی صحبت میں انسان حلال کھاتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ سے دل لگاتا ہے ۔ اس طرح کایا پلٹ جاتی ہے ؎

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کردے
ہستی مری مٹا دے خاکِ بے جان کردے

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے ۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مسلمانوں کا بہترین گھرانہ کون سا ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے گھرانوں میں بہترین گھرانہ وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابن ماجہ: ۳۶۷۹)

وہ شخص ایمان والا نہیں ۔۔۔۔!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! وہ شخص ایمان والا نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پڑوس میں بھوکا ہو۔ (بیہقی: ۱۹۶۶۸)

صدقہ کے عظیم فوائد

صدقہ مسلمان کی عمر بڑھاتا ہے، بری موت سے محفوظ رکھتا ہے اور صدقہ دینے سے کبر و فخر انسان میں پیدا نہیں ہوتا۔ (طبرانی)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۹ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ مطابق ۷ مئی ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد آج کا عنوان ہے۔

تزکیۂ نفس کی برکت

شریعت کا اتباع عقیدت سے بالاتر بصیرت سے ہو جاتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فرائض قرآن مجید میں ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے دو ہیں۔ تعلیم کتاب اور تزکیہ نفس۔ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ الآیہ (سورہ الجمعہ ع ۱۔ پ ۲۸) (ترجمہ۔ اور وہ (پیغمبر) انہیں پاک کرتا ہے۔ اور کتاب سکھاتا ہے)۔

یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے تعلیم کتاب کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا مفہوم سمجھا دینا اور اللہ تعالیٰ کی جو مراد ہے وہ بتلا دینا۔ تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ باطن کو امراض روحانی سے پاک کر کے اتباع شریعت کے لئے تیار کر دینا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید کا مطلب بھی سمجھ آ جاتا تھا اور ان کا اندر بھی روحانی امراض سے پاک ہو جاتا تھا۔ اندر پاک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے انسان کا تعلق درست ہو ہی نہیں سکتا اور اسکے اعمال بارگاہ الٰہی میں مقبول نہ ہوں گے۔ جس طرح مچھلی کھانے کے قابل تب ہوتی ہے۔ جب اس کے اندر کی انتڑیاں وغیرہ نکال کر اندر صاف کر لیا جائے۔ بکری بھی اندرونی آلائشوں کو صاف کرنے کے بعد کھانے کے قابل ہوتی ہے۔ اسی طرح جب تک انسان کا اندر امراض روحانی سے پاک نہ ہو۔ اس کے اعمال بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوتے۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ کبر۔ عجب۔ حسد۔ ریا۔ کفر۔ شرک اور نفاق اعتقادی سات روحانی امراض ہیں۔ ان کے متعلق میں پہلے تفصیل سے عرض کر چکا ہوں آج اُن کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے اندر خود بخود پاک ہو جاتا تھا۔ آپ کے بعد اللہ تعالےٰ کے بندوں نے اذکار کے کچھ طریقے مقرر کئے ہیں۔ اور وہ کچھ ہدایات دیتے ہیں۔ ان طریقوں اور ہدایات پر عمل کرنے سے اندر امراض روحانی سے پاک ہو جاتا ہے۔ آپؐ کے مبارک زمانہ میں تزکیہ دھڑا دھڑ ہوتا تھا۔ اب کسب حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اس کو بدعت کہنا غلطی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی مادری زبان عربی تھی۔ قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے کے لئے ان کو نہ صرف۔ نہ نحو اور نہ لغت کی ضرورت تھی۔ لیکن ان تینوں علوم کے بغیر کوئی پنجابی قرآن مجید کا مطلب پورے طور پر سمجھ ہی نہیں سکتا۔ صرف سے صیغوں کا پتہ چلتا ہے۔ نحو سے اعراب کا علم حاصل ہوتا ہے۔ انگریزی۔ اردو اور فارسی تینوں زبانوں میں آخر میں اعراب نہیں ہوتے عربی زبان میں کہیں زبر کہیں زیر اور کہیں پیش ہوتی ہے۔ اَلْحَمْدُ میں آخر میں پیش ہے لِلّٰہِ میں زیر ہے اور رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں زبر ہے۔ علم نحو سیکھے بغیر کوئی شخص بھی عربی ٹھیک نہیں پڑھ سکتا۔ تو کیا صرف۔ نحو اور لغت پڑھنا بدعت ہے؟ ہرگز نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تزکیہ دھڑا دھڑ ہوتا تھا۔ آپ کی نظر کیمیا اثر پڑی اور سینہ امراض روحانی سے پاک ہو گیا۔ نہ کبر رہا۔ نہ حسد رہا۔ سب امراض روحانی سے شفا ہو جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ غَنْمٍ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ (الحدیث) (باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم الفصل الثالث) (رواہما احمد والبیہقی فی شعب الایمان (ترجمہ عبدالرحمٰنؓ بن غنم اور اسماءؓ بنت یزید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جب انکو دیکھا جائے تو اللہ یاد آئے) باطن کا بینا ہو تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صحبت میں بیٹھنے سے ان کا عکس بے تحاشا پڑتا ہے۔ جس طرح بینا باغ میں جائے تو اسکو سرور حاصل ہوتا ہے باغ میں جتنے پودے ہیں۔ سب کی جڑ ایک سی ہے۔ لیکن اوپر کوئی سرخ۔ کوئی سفید اور کوئی زرد ہے۔ اندھے کو ان باتوں کا کوئی پتہ نہیں لگتا۔ مولا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولوی انور کے نانا کا ایک واقعہ مجھے مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے سنایا۔ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ لیکن کافی عرصہ سے ذکر چھوڑ بیٹھے تھے۔ وہ ایک بار حضرت دین پوریؒ کے ہاں دین پور شریف گئے۔ ان کا کہنا ہے کہ میں ابھی گاؤں سے دور کافی فاصلہ پر ہی تھا کہ میرے سب لطائف جاری ہو گئے۔ اندھیری رات تھی۔ لیکن روحانیت کا اثر پڑ رہا تھا۔

پہلے مسلمان عقیدت سے شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے۔ تزکیہ کے بعد بصیرت سے کرتا ہے۔ جس طرح طبیب دواؤں کی تاثیر کو بصیرتاً مانتا ہے۔ اس کو علم ہے کہ فلفل سیاہ بھی گرم ہے اور شہد بھی گرم ہے۔ دونوں معدہ میں جا کر گرمی پہنچائینگی۔ اور سردی دور ہو جائے گی۔ اس لئے وہ نسخہ بصیرت سے تجویز کرے گا۔ لیکن ایک عامی آدمی عقیدت سے دواؤں کی تاثیر کو مانتا ہے اسی طرح عام مومن شریعت کا اتباع عقیدت سے کرتے ہیں۔ نجات کے لئے یہ بھی کافی ہے۔ لیکن تزکیہ کی برکت سے انسان شریعت کا اتباع بصیرت سے کرنے لگتا ہے۔

بصیرت عقیدت سے بالاتر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ الآیۃ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۲ پ ۲) (ترجمہ۔ اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ)۔ ایک چور بھینس چوری کر کے لاتا ہے۔ تربیت یافتہ مسلمان اس بھینس کا دودھ پیئے گا۔ تو اندر کا نور بجھ جائے گا۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر سے جو سرور حاصل ہوتا تھا۔ وہ ختم ہو جائے گا۔ اس

کو اس کا احساس ہوگا۔ جو شخص تربیت یافتہ نہیں۔ وہ اگر چوری کی بھینس کا دودھ پیئیگا تو اس کو احساس بھی نہ ہوگا کہ اس سے اس کا کتنا نقصان ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی برکت سے بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے حلال اور حرام کا پتہ چلتا ہے۔ اسکی مثال یوں سمجھئے کہ بجلی کا بلب جل رہا ہو تو ہر چیز کا پتہ لگتا ہے۔ بجلی بجھا دیجئے تو سب ایک دوسرے پر گریں گے۔ کسی کا پاؤں دوسرے کے ہاتھ پر پڑے گا تزکیہ کی برکت سے نورِ باطن کے بجھ جانے کا پتہ لگتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی کرنے سے جو سرور حاصل ہوا تھا۔ وہ رخصت ہو گیا اور اس کی جگہ بے قراری اور پریشانی آ گئی۔ بعض اللہ والوں کے متعلق سُنا ہے کہ ان پر جب قبض طاری ہوئی۔۔۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے اللہ! قبض کھول دے نہیں تو پھانسی لے کر مرتا ہوں۔ وہ اس پریشانی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اللہ والوں کے ہاں قبض اور بسط دو لفظ مستعمل ہیں۔ بسط کے معنی ہیں یاد الٰہی سے طبیعت میں فرحت و سرور کا پیدا ہونا اور قبض کے معنی ہیں اس فرحت و سرور کا ختم ہو جانا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں فرحت و سرور حاصل ہو وہ نہ کپڑوں کو دیکھتا ہے اور نہ کپڑوں میں لگی ہوئی دھجیوں کو دیکھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر اس سرور پر ساری دنیا کی نعمتوں کو قربان کر دیا جائے تو سستا سودا ہے اگر کوئی بینا اندھا ہو جائے۔ تو وہ بینائی حاصل کرنے کے لئے سب کچھ دینے کے لئے تیار ہوگا۔

مزکی بھی لاکھوں میں کوئی ہوتا ہے اور تزکیہ کرانے والا بھی کوئی ہوتا ہے۔ بچہ جب تک جوان نہیں ہوتا ماں اس کی نگرانی کرتی ہے۔ وہ کہتی رہتی ہے۔ یہ نہ کھاتا اور وہ نہ کھاتا۔ جب وہ جوان ہو جاتا ہے۔ تو اس کو اپنے نفع اور نقصان کا خود احساس ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح ہادی پہلے تو ہر بات میں ہدایات دیتا ہے لیکن جب طالب کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تو اس کو خود احساس ہو جاتا ہے۔ ہادی کی صحبت میں آنے سے پہلے انسان عقیدت سے شریعت کا اتباع کرتا ہے۔ ا صحبت میں رہ کر جب تربیت پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نور بصیرت حاصل ہوتا ہے۔ پھر انسان احکام شرعیہ کی تعمیل اس نور بصیرت کی روشنی میں انجام دیتا ہے۔ جن کو یہ نعمت نصیب ہو جاتی ہے۔ وہی اس کی قیمت کو سمجھ سکتے ہیں۔ دُوسرے نہیں سمجھ سکتے۔ جب ذکر الٰہی کی لذّت سلب ہو جاتی ہے۔ تو وہ بے قرار ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کسی گناہ کی سزا ملی ہے۔ تربیت یافتہ انسان آہستہ آہستہ سزا کی علت بھی تجویز کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ آئندہ اس گناہ سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ جس کی اس کو سزا ملی ہے تزکیہ کی برکت سے انسان سمجھنے لگتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ فرمائے اسی میں رحمت اور اسی میں برکت ہے۔ پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا احساس ہوتا ہے۔ طہارت ظاہر کی صفائی کو کہتے ہیں اور تزکیہ باطنی کی صفائی کا نام ہے۔ اسلام نے دونوں قسم کی صفائی کو ضروری قرار دیا ہے۔

جس کام میں پیسے ملتے ہیں۔ اس میں آپ سب محنت کرتے ہیں۔ لیکن جب ذکر الٰہی کے لئے کہا جائے تو جواب ملتا ہے کہ فرصت ہی نہیں ملتی۔ اس میں بھی محنت کی ضرورت ہے۔ کسی زمانہ میں لائل پور کا ضلع اتنا بڑا جنگل تھا کہ قتل کرنے کے بعد اس میں قاتل چھپ جاتا تو اس کا پتہ نہ چلتا تھا۔ زمینداروں نے محنت کی تو سارا علاقہ آباد ہو گیا۔ فارسی میں کسی نے کہا ہے ؎

ہر آں کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بھی محنت کی ضرورت ہے۔ اس میں محنت کی جائے تو یہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے کہ انسان شریعت کا اتباع بصیرت سے کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو یہ درجہ نصیب فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

جن کو یہ درجہ نصیب ہو جاتا ہے۔ ان سے جب گناہ ہو جائے تو ان کو پتہ لگتا ہے کہ اندر کا نور بجھ گیا۔ وہ فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار ہونگے اور اللہ تعالیٰ معاف فرما دیگا۔ اور اندر کا نور دوبارہ روشن ہو جائیگا۔ جبتک آپ ذکر الٰہی کی طرف خاص توجہ نہ کرینگے۔ کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً۔

(باب الاستغفار والتوبۃ۔ الفصل الاوّل) (رواہ البخاری)

(ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی۔ البتہ میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں اور اسکی طرف توبہ کرتا ہوں۔ دن میں ستّر بار سے زیادہ)۔ آپؐ کا استغفار گناہوں سے نہیں تھا۔ آپؐ کے دامن میں کوئی گناہ نہیں تھا۔ آپؐ ہر گناہ سے کبیرہ ہو یا صغیرہ معصوم تھے۔ لیکن دوسروں کے گناہوں کا عکس پڑتا تھا۔ جس طرح انسان جب کسی بدبودار چیز کے پاس سے گزرتا ہے تو اس کا دماغ بکڑا جاتا ہے۔ حالانکہ اس بدبودار چیز کے پاس سے ہی فقط گزرا ہے۔ تزکیہ کی برکت سے انسان مردم شناس ہو جاتا ہے۔ اس کو نیک و بد کا پتہ چلتا ہے۔ اس پر نیک کی نیکی اور بد کی بدی کا عکس پڑتا ہے۔ جب چودھویں صدی میں ایسے اللہ کے بندے موجود ہیں۔ جن کو گناہوں کی بو آتی ہے تو حضور انورؐ کے مزاج میں کتنی لطافت ہوگی؟

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے شفایاب ہو کر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

تزکیہ کے مختلف مدارج ہیں۔ جس طرح ایک ایک زینہ چڑھ کر انسان بہت اونچا چڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح ہادی آہستہ آہستہ چلاتا ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے۔ کہ انسان درجۂ تکمیل پر پہنچ جاتا ہے۔ باطن کے بینا کو جو راحت حاصل ہوتی ہے۔ وہ بڑے سے بڑے دُنیا دار کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔ لیکن ان باتوں کی سمجھ کتنوں کو ہے؟ اکثریت ان کی ہے جن کو نہ خود سمجھ ہے اور نہ دوسروں کے سمجھانے سے سمجھتے ہیں۔ جو سمجھانے سے بھی نہ سمجھے پھر اس کو خدا سمجھے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو تزکیہ کی برکت سے وہ درجہ نصیب فرمائے۔ جس میں ہم شریعت کا اتباع بصیرت سے کر سکیں۔

آمین یا الٰہ العالمین

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۵ ذیقعدہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اما بعد

آج کی معروضات کا عنوان ہے:

انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنانے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے

۱۔ تعلیم ۲۔ صحبت

ان دو چیزوں کے بغیر انسان صورتاً انسان ہوتا ہے لیکن حقیقت میں انسان نہیں ہوتا۔ قبر میں اس کا پتہ چلے گا جو صحیح معنوں میں انسان ہیں۔ قبر میں ان کے ساتھ انسانوں والا سلوک ہوگا۔ جو صرف صورت میں انسان ہیں ان کے ساتھ انسانوں والا سلوک نہ ہوگا۔ اصلی اور نقلی چیز کی شناخت بڑی مشکل ہے۔ لاہور میں بعض ایسے کاریگر ہیں جو مٹی کے بینگن ایسے بناتے ہیں کہ اگر ایک ہی ٹوکرا میں اصلی اور نقلی بینگن اکٹھے رکھے ہوئے ہوں۔ تو آپ تمیز نہیں کر سکیں گے۔ اسی طرح اصلی اور نقلی انسان میں تمیز کرنی مشکل کام ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو صحیح معنوں میں انسان بن کر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

انسانیت آئے گی تو اسی سانچہ میں۔ بھیڑ۔ بکری۔ بھینس وغیرہ کے سانچہ میں نہیں آئیگی۔ لیکن اس سانچہ میں بھی تعلیم صحبت سے آتی ہے۔ تعلیم وہ ہو جو اللہ تعالےٰ آسمان سے نازل فرمائے اور اس کا عملی نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہو۔ بالفاظ دیگر کتاب و سنت کی تعلیم ہو۔ ایک چیز یہ ہے۔ دوسری چیز ہے صحبت۔ جن پہ کتاب و سنت کا رنگ چڑھا ہوا ہو۔ ان کی صحبت میں رہنا ضروری ہے۔ جو کاریگر کوئی چیز بناتا ہے اس سے اس چیز کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ آپ نے یہ چیز کس مقصد کے لئے بنائی ہے۔ انسان کو بنانے والا اللہ تعالےٰ ہے۔ اسے نہ اس کے ابّا نے بنایا ہے۔ نہ امّاں نے۔ اگر ابّا اور اماں بناتے۔ تو بے اولاد کوئی نہ ہوتا۔ بعض لڑکوں کو روتے ہیں۔ سات آٹھ لڑکیاں ہیں۔ لڑکا ایک بھی نہیں۔ بعض لڑکیوں کو ترستے ہیں۔ چھ سات لڑکے ہیں۔ لڑکی ایک بھی نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے بہت دولت دے رکھی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لڑکی دے تو اس کو زیورات اور ریشمی کپڑے پہنائیں۔ کسی کو کوئی دُکھ ہے اور کسی کو کوئی۔ اگر اس دنیا میں پورا سُکھ مل جاتا۔ تو جنّت کے لئے کون جہاد کرتا اور کون تہجّد پڑھتا۔ غرضیکہ ہر چیز کے بنانے والے سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ نے اس چیز کو کیوں بنایا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک چیز بنائے کوئی اور اس کو بنانے کا مقصد دوسرا بتلائے۔ ولایت سے جو ڈاکٹری دوائیں بن کر آتی ہیں۔ ان کی پوری تفصیل ساتھ آتی ہے مثلاً خوراک کتنی ہونی چاہیئے۔ فلاں چیز سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کھانے سے پہلے یا بعد استعمال کی جائے۔ انسان کو اللہ تعالےٰ نے بنایا ہے۔ اس لئے اس سے پوچھنا چاہیئے کہ اے اللہ! آپ نے اسے کیوں بنایا ہے؟ جو اس سے نہیں پوچھتے۔ وہ بیوقوف ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے پوچھا جائے۔ تو وہ اس کی تخلیق کا مقصد یوں بیان فرماتے ہیں۔ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ۝ (سورہ الذاریٰت رکوع ۳ پ ۲۷)

(ترجمہ۔ اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے)

فارسی میں انسان کی تخلیق کے مقصد کو کسی نے یوں بیان کیا ہے ؎

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

یہ عقل کی باتیں ہیں۔ مشینری بنانے والے سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ نے یہ مشینری کیوں بنائی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ سے نہیں پوچھتے کہ آپ نے ہمیں کیوں بنایا ہے۔ وہ گدھے سے بدتر ہیں۔ گدھا اپنے مالک مجازی کے کام آتا ہے۔ لیکن یہ اپنے مالک حقیقی کے کسی کام کا نہیں۔ یہ بسکٹ۔ کیک۔ انڈے۔ پلاؤ زردہ کھا کر پیشاب پاخانہ بنا دیتا ہے کیا اللہ تعالےٰ نے اس کو اس لئے بنایا ہے؟ بیٹا تم جنو۔ اس کو پالو بھی تم اور اس سے کام غیر لے۔ یہ بات عقل میں آتی ہے؟ پاؤں میں چلنے کی طاقت۔ ہاتھوں میں پکڑنے کی طاقت۔ زبان میں قوت گویائی کان میں قوت شنوائی۔ آنکھ میں بینائی سب کچھ اللہ تعالےٰ نے دیا ہے۔ تو پھر اس کا کوئی حق نہیں؟

قرآن مجید کی تعلیم پائے۔ اور نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنے رکھے۔ تب انسان انسان بنتا ہے۔ جو کتاب و سنّت کے مطابق اپنی زندگی کا پروگرام نہیں بناتے۔ ان کو عقلاً انسان کہنا بھی بیوقوفی ہے۔

جو ماں جنے۔ جس باپ کی کمائی کھا کر بڑا ہوا ہو۔ جو بیٹا اسی ماں اور باپ کو ستائے۔ اس کو کوئی شریف کہہ سکتا ہے؟ وہ تو سؤر اور کتّے سے بھی بدتر ہے۔ میں نہیں کہتا اللہ تعالےٰ خود فرماتے ہیں لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ۝ (سورہ تین ع ۱ پ ۳۰)

(ترجمہ۔ بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے سب سے نیچے پھینک دیا ہے)

جو سئور پالتے ہیں۔ وہ ان کو بیچ کر پیسے کماتے ہیں اور ان کے بچے ذبح کرکے ان کا گوشت کھاتے ہیں۔ سئور اپنے مالک مجازی کے کام آتا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے نافرمان ہیں وہ انسان کس کام کے ہیں۔ وہ تو سئور سے بھی بدتر ہیں۔ وہ چائے پی کر پیشاب اور کیک کھا کر پاخانہ بنا دیتے ہیں۔ کیا یہ انسانیت ہے؟

میں عرض کر رہا تھا کہ انسان کتاب و سنّت کی تعلیم سے بنتا ہے جو انسان اللہ تعالےٰ کے باغی ہیں وہ سب سے گھٹیل ہیں۔ اگر سئور سب سے گھٹیل ہے تو یہ انسان ہو کر سئور سے بھی گھٹیل ہیں۔ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ کا یہی مطلب ہے۔ جو انسان نہ کتاب و سُنت کی تعلیم پائے اور نہ اس تعلیم پر عمل کرے۔ وہ سئور سے بھی بدتر ہے۔ وہ صرف پاخانہ اور پیشاب بنانے کی مشین ہے۔ یہ باتیں میں تمہارے کان کھولنے کے لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ سئور سے بھی بدتر ہے اول تو کتاب و سنت کا علم نہیں ہے۔ اگر علم ہے تو عمل نہیں ہے بعض بڑے بڑے قابل ہیں۔ وہ جب کسی موضوع پر لکھنے کے لئے قلم اُٹھاتے ہیں تو زمین و آسمان کے ایسے قلابے ملاتے ہیں کہ عالم بھی حیران رہ جاتے ہیں۔ لیکن عمل کے لحاظ سے کھوٹے ہیں۔ ان کو انگریز نے پی۔ ایچ۔ ڈی تو بنا دیا۔ لیکن مقصدِ حیات نہ سمجھایا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ کے سامنے سر نہیں جھکاتے ان کی ڈگری پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اَللَّعْنَتُ اَلْبُعْدُ مِنَ الرَّحْمَۃِ۔ (ترجمہ۔ لعنت ہے (اللہ تعالےٰ کی) رحمت سے دوری)

لاہور میں آپ کو بڑے بڑے تیس مار خاں ملیں گے۔ لیکن وہ عمل میں بالکل کورے ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی صاحبِ عمل کی صحبت نصیب نہیں ہوئی۔

فارسی میں کسی نے کہا ہے ع

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

زمین صحبت ہے۔ بیج اگر کرم خوردہ نہ ہو اور اسے زمین میں ڈالا جائے تو وہ اُگتا ہے۔ اسی طرح اگر اندر ایمان ہو تو کسی صاحب عمل کی صحبت میں آہستہ آہستہ رنگ چڑھتا ہے۔

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ ایمان لفظوں میں یہ ہے کہ اے اللہ! میں تیرا اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم دل سے مانتا ہوں۔ جن کو اللہ تعالےٰ باطن کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں۔ ان کو پتہ لگتا ہے کہ اکثر پی۔ ایچ۔ ڈی ڈاکٹروں کے دل میں ایمان نہیں ہے۔ جو باطن کے اندھے ہیں ان کو کیا پتہ کہ اندر ایمان ہے یا نہیں۔ جس طرح ظاہری آنکھوں کے اندھے کو آپ ساری انار کلی پھرا لایئے۔ اس کو اس بازار کی دُکانوں کی رونق کا کچھ بھی لطف نہ آئے گا۔ اسی طرح باطن کے اندھوں کو ایمان کا پتہ نہیں لگتا میں تو جرأت سے کہتا ہوں کہ جو یہ کہتے تھے۔ ہم پاکستان میں ملا اِزم قائم نہیں ہونے دیں گے۔ ان میں سے بعض مر گئے ہیں۔ کسی با خدا کو ان کی قبریں تو دکھلایئے۔ یقیناً وہ جہنم کی گڑھا بنی ہوئی ہونگی۔ میری عادت نہیں کہ کسی مسلمان کو مرنے کے بعد بھی نام لے کر بدنام کیا جائے۔ لیکن میں یہ باتیں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ جو اب بھی اسی قسم کی بکواس کرتے ہیں۔ شائد اللہ تعالےٰ ان کو مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرمادیں۔ میں دربار الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی کرسی یعنی منبر پر بیٹھا ہوں۔ یہ منبر تمہاری کرسیوں سے اعلےٰ ہے جو تم کو انگریز دے گیا ہے۔ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں وہ کتاب و سنّت کی روشنی میں عرض کر رہا ہوں۔ مانو گے تو تمہارا ہی بھلا ہوگا۔ نہ مانو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر فن کے کامل کی صحبت میں مدّت مدیدہ تک رہنے سے آہستہ آہستہ انسان اس فن میں کامل ہو جاتا ہے۔ اِدھر بھی یہی ہے انسان بننے کے لئے کامل انسان کی صحبت ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو سدا ہی اپنے دروازہ پر لائے۔ مجھے قرآن مجید اور حدیث شریف سنانے اور آپ کو سُننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ اس طرح اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہم سب انسان بن جائیں گے۔

بدقسمت ہیں وہ جو دروازۂ الٰہی پر نہیں آتے۔ وہ بی اے اور ایم اے تو ہوں گے۔ لیکن ان کو قرآن مجید ناظرہ بھی نہیں آتا ہوگا۔ کلمہ طیبہ بھی نہیں آتا ہوگا۔ وہ صورت میں انسان ہیں۔ لیکن اندر انسان نہیں ہونگے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو کتاب و سنّت کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت نصیب فرمائے اور ہم سب کو صحیح معنوں میں انسان بنائے۔ آمین یا الٰہ العالمین ۞

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امّا بعد آج کا عنوان ہے :-

اللہ جل شانہ کے پاک نام اللہ ھُو کی برکت سے ایک بہت بڑی برکت باطن کی بینائی حاصل ہوتی ہے

آج اسی کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں بینائی دو قسم کی ہوتی ہے -۱- ظاہری بینائی جو ان ظاہری آنکھوں میں ہے ۲- باطن کی بینائی- ظاہری بینائی کو بصارت اور باطن کی بینائی کو بصیرت کہتے ہیں- باطن کی بینائی کا ذکر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں :- فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ۝ (سورہ الحج - رکوع ۶ پ ۱۷) - ترجمہ :- پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں- بلکہ دل جو سینوں میں ہیں - اندھے ہو جاتے ہیں -

اللہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے باطن کی بینائی حاصل ہو جاتی ہے - بشرطیکہ سکھانے والا کامل ہو اور سیکھنے والا صادق ہو - طالب صادق کے متعلق ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ کامل کے قلب سے اس کا عقیدت ادب اور اطاعت کی تین تاروں سے تعلق ہو اور ان میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہ آنے پائے - اگر ایک تار بھی کٹ جائے تو طالب مارا جاتا ہے - جب کامل اللہ ھُو کا پاک نام سکھاتا ہے تو باطن کی بینائی حاصل ہو جاتی ہے - اگر یہ بینائی نہ ہو تو اس کا اثر کیا ہوتا ہے ؟ جس طرح ان آنکھوں کا اندھا نہ اپنے رنگ کو دیکھتا ہے نہ اپنی مملوکہ اشیاء کے رنگ کو دیکھتا ہے کہ اس کے کپڑے اُجلے ہیں یا میلے اور نہ وہ اپنے احباب و متعلقین کے رنگ کو پہچانتا ہے - اسی طرح اگر باطن کی بینائی نہ ہو تو انسان نہ اپنے آپ کو پہچانتا ہے کہ میرے اندر نور رضائے الٰہی ہے یا نہیں - نہ اپنی مملوکہ اشیاء کو پہچانتا ہے کہ حلال ہیں یا حرام - اور نہ اپنے احباب اور متعلقین کو پہچان سکتا ہے کہ میرے متعلق مخلص ہیں یا منافق - باطن کی بینائی حاصل ہو جائے تو انسان اپنے آپ کو پہچانتا ہے - اگر حرام چیز کھائے گا - تو ذکر الٰہی میں جو لذت اور سرور حاصل ہوتا تھا وہ سلب ہو جائے گا - اس کو پتہ لگے گا - کہ اندر شیطان گھس گیا ہے - اگر باطن کی بینائی نہ ہو تو کیک - بسکٹ - پلاؤ - زردہ - قورمہ وغیرہ سب کچھ کھا جائے گا - لیکن پتہ نہ لگے گا کہ یہ چیزیں واقع میں حلال تھیں یا حرام - میں کہا کرتا ہوں کہ اگر شیخ کامل ہو - اور طالب صادق ہو تو محنت شاقہ - ریاضت شدیدہ اور مدت مدیدہ کے بعد باطن کی بینائی حاصل ہو جاتی ہے پھر پتہ لگتا ہے کہ حلال کھایا ہے یا حرام - اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد میں نے پیش کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل کی بھی بینائی ہے - یہ بینائی حاصل ہو جائے تو انسان کو پتہ لگتا ہے کہ میں کیا ہوں - میرے اندر حلال گیا ہے یا حرام اور میرے سامنے جو شخص بیٹھا ہے - وہ مخلص ہے یا منافق - لیکن باطن کا بینا آج کل ایک لاکھ کی تعداد میں ایک بھی نہیں ملتا - اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ آپ کہتے ہیں بینا سارے - اندھا کوئی - میں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی - لاہور کی آبادی ۱۴ لاکھ ہے - اگر ایک لاکھ میں ایک باطن کا بینا ہوتا تو لاہور میں ۱۴ تو ہونے چاہیئے تھے - اگر ۱۴ ہوتے تو نہ شرک رہتا - نہ کفر رہتا - آج کل مخلوق کی حالت ایسی ہے - جیسے ایک اندھے کو آگے لگا کر پیچھے اندھوں کی ایک قطار چلا دی جائے - وہ سب کو جا کر کسی گڑھے یا کنوئیں میں گرا دے گا - اور منزل مقصود تک نہیں پہنچائیگا ملتانی زبان میں کہتے ہیں - اندھا اندھی رلیا ہکو جھگا گلیا - (اندھا اور اندھی مل گئے تو سارا گھر برباد ہو گیا) باطن کے بینا کو پتہ لگتا ہے کہ صبح طبیعت میں سکون تھا - مکھن - ٹوسٹ - چائے سے ناشتہ کیا - تو طبیعت پریشان ہو گئی - وہ دیکھیگا کہ ان میں کون سی چیز حرام تھی - اندھے کو پتہ نہیں لگتا -

یہاں اندھا رہنے کا نتیجہ کیا نکلے گا - اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ملاحظہ ہو -

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَ کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان) (باب الکسب و طلب الحلال - الفصل الاوّل)

ترجمہ - حضرت جابرؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - حرام (مال) سے پرورش پانے والا گوشت جنت میں داخل نہ ہوگا - اور حرام (مال) سے پرورش پانے والا ہر گوشت اس قابل ہے کہ دوزخ اس کو اپنے اندر سمیٹے -

لاہور میں بمشکل کوئی چیز حلال ملتی ہے - اکثر چیزیں حرام ہوتی ہیں - اس لئے میں جن کو خاص وظیفہ پڑھنے کیلئے بتلایا کرتا ہوں - ان سے کہتا ہوں کہ کم از کم لاہور کا گوشت چھوڑ دو - تمہیں پاخانہ سے اتنی بدبو نہیں آتی - جتنی اللہ تعالیٰ کو حرام مال سے آتی ہے - اللہ تعالیٰ اتنا نازک مزاج ہے کہ اس کی نزاکت کا ہم اندازہ بھی

نہیں کر سکتے۔ تم پیٹ میں حرام کھاؤ۔ پھر بھی تمہیں اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرما دے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

باطن کا بینا ہو تو انسان عبادت کرتا جائے گا۔ حلال کھائے گا اور حرام سے اپنے آپ کو بچائے گا۔ تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے نجات ہو جائے گی۔

باطن کے بینا کو پتہ لگتا ہے کہ میرے اندر نور ہے یا ظلمت ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اَللہُ ھُوْ کے پاک نام کی برکت سے یہ نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔ جن کو اللہ تعالےٰ یہ نعمت عطا فرما دیتے ہیں۔ وہ اس کے مقابلہ میں بادشاہوں کے جواہرات سے مرصّع تاجوں کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے۔ اے میرے بندے! مجھے یہ نعمت واپس دیدے۔ میں اسکی بجائے تجھے تخت و تاج کا مالک بنا دونگا۔ وہ عرض کرے گا۔ اے اللہ! جو تاج و تخت مانگتے ہیں ان کو دے دیجئے۔ میرے پاس نور باطن کی نعمت ہی رہنے دیجئے۔ ایسے شخص کے سامنے آپ حرام کا پلاؤ۔ زردہ۔ قورمہ اور مرغ مسلم لا کر رکھ دیں اور اسے کہیں کہ حضور کھائیے۔ وہ کہے گا کہ اٹھا کر لے جائیے۔ اگر ایک شخص کو پتہ تو لگ جائے کہ دودھ میں سنکھیا ملا ہوا ہے۔ آپ اس دودھ کی لاکھ تعریف کریں وہ ہرگز نہیں پیئے گا۔ جن کو اللہ تعالےٰ باطن کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں۔ ان کو حرام کھانے کے بعد پتہ لگتا ہے کہ وصال الی اللہ سے بُعد من اللہ ہو گیا۔ ان کو قرب الی اللہ سے جو لذت حاصل ہوتی ہے۔ وہ بادشاہوں کو اپنے سر پر تاج رکھوا کر بھی نصیب نہیں ہوتی۔

لاہور میں باطن کے بینا کتنے ہیں؟ ایک لاکھ میں ایک بھی نہیں۔ تمہارے بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی امرأ وزراء اور تاجر سب باطن کے اندھے ہیں۔ چوبرجی مفتی باقر میں میرے ایک دوست کی گھی کی دوکان تھی۔ بہت عرصہ کے بعد وہ مجھے ایک دن ملے۔ تو میں نے پوچھا۔ آپ کو کبھی دوکان پر نہیں دیکھا کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ گاہک کو اصلی اور نقلی گھی کی تمیز نہیں اس لئے میں نے دوکان بند کر دی ہے لاہور ہر فن کے کاملین کا مرکز ہے۔ اس کا یہ حال ہے کہ ایک لاکھ میں ایک بھی باطن کا بینا نہیں۔ اگر ایک لاکھ میں ایک ہوتا تو ۱۴ تو ہوتے۔ پھر نہ یہاں کفر رہتا نہ شرک رہتا۔

انسان یا تو خود بینا ہو یا اگر اندھا ہے تو کسی بینا کے ہاتھ میں لاٹھی دیدے تو منزل مقصود پر صحیح سلامت پہنچ جائے گا۔ ادھر بھی یہی ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ باطن کی بینائی عطا فرمائے۔ اگر باطن کا اندھا ہے۔ تو کسی بینا کے ہاتھ میں ہاتھ دیدے۔ ہر معاملہ میں اس سے پوچھ کر قدم اٹھائے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو باطن کی بینائی عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اگر وبا پھیل جائے تو اس سے بہت کم انسان محفوظ رہتے ہیں۔ انفلوائنزا کے دنوں میں زکام اور نزلہ سے شاید ہی کوئی بچا ہوگا۔ آج کل شہروں میں حرام خوری کی وبا عام ہے۔ جتنا بڑا شہر ہوگا۔ اتنی ہی حرامخوری زیادہ ہوگی۔ لاہور میں جتنا حرام بکتا ہے شائد ہی کسی دوسرے شہر میں بکتا ہو۔ دیہات میں حرام کم ہوتا ہے۔ دیہاتی گوشت نہیں کھاتے۔ وہ تین روپیہ سیر کا گوشت کھا سکتے ہیں۔ وہ صبح کو لسی سے اور رات کو دودھ سے روٹی کھا لیتے ہیں۔ یہ حقائق ہیں جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو حرام سے بچنے اور حلال کھانے کی توفیق عطا فرمائے اور حلال کی برکت سے ہمیں باطن کی بینائی عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

ہادی کے ذریعہ سے تزکیہ کی ضرورت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اما بعد

عرض یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر ایک خاص مقصد کیلئے جمع ہوتے ہیں۔ فرائض عینیہ کے بعد یہ مقصد سب سے زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس مقصد سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔ جس مقصد کیلئے ہم اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر جمع ہوتے ہیں۔ وہ قرآن مجید کے الفاظ وَیُزَکِّیْھِمْ (ترجمہ۔ اور وہ (پیغمبر) ان کو پاک کرتا ہے) سے برآمد ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بھی ذمہ داریاں تھیں۔ آپ کی دو ذمہ داریاں یہ تھیں۔ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ (سورۃ الجمعۃ ع ۱ پ ۲۸) (ترجمہ اور وہ (پیغمبر) ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب سکھاتا ہے)

آپ معلّم قرآن ہیں۔ قرآن مجید کی آیات سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے۔ آپ اس کی تفصیل بیان فرماتے ہیں۔

وحی متلو اور غیر متلو

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک سرٹیفکیٹ دے رکھا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (سورۃ النجم ع ۱ پ ۲۷) (ترجمہ۔ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے) دین کے معاملہ میں آپؐ نے بحیثیت رسول اللہ جو کچھ فرمایا۔ وہ سب دین ہے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کے قلب اطہر پر القاء ہوتا تھا۔ اگر معانی پر الفاظ کا جامہ بھی اللہ تعالیٰ پہنا کر بھجوائیں تو وہ قرآن مجید ہے۔ اگر معانی پر الفاظ کا جامہ آپؐ خود پہنائیں تو وہ حدیث شریف ہے۔ دونوں وحی ہیں۔ قرآن مجید وحی متلو اور حدیث شریف وحی غیر متلو ہے۔

طہارت اور تزکیہ

عربی زبان میں طہارت اور تزکیہ دو لفظ مستعمل ہیں۔ طہارت ظاہر کی پاکیزگی کو کہتے ہیں۔ جیسے وضو۔ تزکیہ سے مراد باطن کی پاکیزگی ہے۔ شرک۔ کفر۔ نفاق اعتقادی۔ حسد۔ کبر۔ ریا۔ عجب۔ وغیرہ یہ باطن کی پلیدیاں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں خود بخود ان روحانی بیماریوں سے اکثر شفا ہو جاتی تھی۔ جس طرح سورج نکلنے کے بعد ہر ایک کو روشنی مفت ملتی ہے۔ کسی کو روشنی کے لئے اپنا علیحدہ انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن سورج غروب ہونے کے بعد ہر ایک کو روشنی کے لئے اپنا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تزکیہ دہیاً ہوتا تھا۔ اب کسباً کرنا پڑتا ہے

اس کا ثبوت

حضرت حنظلہؓ کے ایک واقعہ سے ملتا ہے جس کا ذکر مشکوٰۃ شریف کے باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ کی فصل اول میں آتا ہے۔ عَنْ حَنْظَلَۃَ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاُسَیْدِیِّ قَالَ لَقِیَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ کَیْفَ اَنْتَ یَا حَنْظَلَۃُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا تَقُوْلُ قُلْتُ نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَاْیُ عَیْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ فَوَاللّٰہِ اِنَّا لَنَلْقٰی مِثْلَ ھٰذَا فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاکَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَاْیُ عَیْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِکَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَا حَنْظَلَۃُ سَاعَۃً وَسَاعَۃً ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (رواہ مسلم)

(ترجمہ۔ حنظلہؓ بن ربیع اسیدی سے روایت ہے۔ کہا مجھ سے ابو بکرؓ ملے اور فرمایا حنظلہؓ تیرا کیا حال ہے۔ میں نے کہا۔ حنظلہؓ منافق ہو گیا۔ ابو بکرؓ نے کہا اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ حنظلہؓ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپؐ ہم کو نصیحت کرتے ہیں اور دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم دوزخ اور جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ اور بیوی بچوں اور زمینوں کے کاروبار میں گھر جاتے ہیں۔ تو ان باتوں سے ہم بہت سی بھول جاتے ہیں۔ ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہماری بھی یہی حالت ہے۔ پس میں اور ابو بکرؓ دونوں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ حنظلہؓ منافق ہو گیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہم کو نصیحت فرماتے اور ہمارے سامنے دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم ایسا محسوس کرتے ہیں۔ گویا دوزخ اور جنت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور بیوی بچوں اور زمینوں کے جھگڑوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم (نصیحت) کی بہت سی باتوں کو بھول جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی۔ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم ہمیشہ اس حال میں رہو۔ جس حال میں کہ میرے پاس رہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہو تو البتہ تم سے فرشتے مصافحہ کریں۔ تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں۔ لیکن حنظلہؓ یہ ایک ساعت ہے اور ایک ساعت یہ ہے۔ آپ نے تین بار یہ الفاظ فرمائے)

آپؐ کے حضور میں ان اشغال کی ضرورت نہ تھی۔ اب ہر ایک کو اپنا چراغ جلانا

پڑتا ہے۔

پہلے کوئی بیمار ہوتا تھا

میں نے بعض دیہاتیوں سے سُنا ہے کہ پہلے زمانہ میں ان کے ہاں شاید ہی کبھی کوئی بیمار ہوتا تھا۔ بزرگوں سے کبھی سُنا کرتے تھے کہ کوئی بیمار ہوتا تھا۔ سارا دن ہل جوتنا۔ صبح مکھن اور لسی اور رات کو دودھ سے روٹی کھانا بیماری کہاں سے آتی۔ بیماری تو بیکاری اور ثقیل غذاؤں سے پیدا ہوتی ہے میں جب لاہور میں آیا تھا تو اس زمانہ میں یہاں دو ہی حکیم تھے۔ حکیم عالم شاہ مرحوم اور مفتی سلیم اللہ مرحوم اب اس مسجد کے سو قدم کے فاصلہ پر ایک طبیب اور ایک ڈاکٹر سامنے ہے اور ایک طبیب اور ایک ڈاکٹر دائیں طرف ہے۔ سب کے بال بچے پل رہے ہیں۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

پہلے لاہور کی لاکھوں کی آبادی میں صرف دو حکیم تھے۔ کیونکہ بیمار کم تھے۔

بیمار کیوں کم تھے ؟

کیونکہ ہماری مائیں۔ دادیاں اور نانیاں آدھی رات کو اُٹھ کر چکی پیستی تھیں۔ کوئی چار سیر آٹا پیستی تھی۔ کوئی پانچ سیر۔ یہ محنت مشقت کا کام ہے۔ اس سے سارا جسم ہلتا ہے۔ اور سردی میں بھی پسینہ آ جاتا ہے اور بیماری خشک ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ دودھ بلوتی تھیں۔ اس میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوتا تھا۔ اس میں بھی سارا جسم ہلتا تھا۔ پھر نماز پڑھ کر بچوں کے لئے ناشتہ تیار کرتی تھیں۔ خالص مکھن کھانا اور لسی دودھ پینا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ بیماری کہاں سے آتی ؟ امرأ کے ہاں بھی یہی تمدن تھا۔ اب ہر گھر میں بیمار ہی بیمار نظر آتے ہیں اور مردوں عورتوں سب کو ڈاکٹر نے کہہ رکھا ہے کہ صبح سیر کرنے جایا کرو۔ اب لڑکیاں جناح باغ اور گول باغ میں سیر کرنے کے لئے جاتی ہیں۔ نہ وہ محنت مشقت کے کام رہے اور نہ خالص غذا۔ اس لئے بیماریاں عام ہو رہی ہیں۔ اب دیہات میں بھی ڈاکٹر اور طبیب عام ہیں۔

تزکیہ کی ضرورت

اس لئے ہے کہ دل پاک ہو جائے رجوع الی اللہ فکر عاقبت۔ للّٰہیت اور خوفِ خدا پیدا ہو جائے۔ پہلے یہ صفات عام تھیں۔ اب نہیں ہیں۔ اس لئے اللہ والوں نے یہ صفات پیدا کرنے کے نسخے تجویز کر رکھے ہیں۔ جیسے اس زمانہ میں جسمانی بیماریاں زیادہ ہیں۔ ویسے روحانی بیماریاں بھی زیادہ ہیں۔ اس لئے اب تزکیہ کی بھی زیادہ ضرورت ہے۔ رسول اللہؐ کے حضور تزکیہ وہباً ہوتا تھا۔ اب کسباً حاصل کرنا پڑتا ہے۔ تزکیہ کی برکت سے تعلق باللہ کے بگڑنے کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ یا تو انسان خود بینا ہو۔ اگر خود اندھا ہے تو کسی بینا کے ہاتھ میں لاٹھی دیدے تو منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ لیکن اگر نہ خود بینا ہو اور نہ بینا کے ہاتھ میں لاٹھی دے تو یقیناً وہ کسی گڑھے یا کنوئیں میں گر کر رہیگا۔ ادھر بھی یہی ہے یا تو خود باطن کا بینا ہو یا کسی بینا کے دامن سے وابستہ ہو اور ہر معاملہ میں اس سے پوچھ کر قدم اٹھائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا تو نجات ہو جائیگی اگر نہ خود باطن کا بینا ہے اور نہ کسی بینا کے دامن سے وابستہ ہے تو حلال اور حرام کی تمیز نہ ہوگی۔ حلال کے ساتھ حرام بھی کھائے گا۔ اوّل تو عبادت کی توفیق نہ ہوگی۔ اگر کریگا تو قبول نہوگی۔

لاہور کی اکثر چیزیں

حرام ہیں۔ حرام خوری کا نتیجہ یہ ہے کہ عورتوں میں حیا نہیں رہی۔ اور مردوں میں غیرت نہیں رہی۔ حرام خوری کی وجہ سے بدکاری عام ہو رہی ہے۔ عربی میں کسی نے ٹھیک کہا ہے۔ اَلْحَرَامُ یَنْجَرُّ اِلَی الْحَرَامِ (ترجمہ حرام حرام کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے) دولتمند اکثر حرام کھاتے ہیں۔ اس لئے ان کی اولاد اکثر بے دین ہوتی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ حرام کھانے سے جذبات اور خیالات میں حرام گھس جاتا ہے۔ حرام خوری کی وجہ سے ہماری قوم کی الا ماشاء اللہ اخلاقی حالت یہاں تک گر چکی ہے کہ کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ مرچوں میں سرخ رنگ اور ہلدی میں زرد رنگ کی اینٹیں پیس کر ملائی جاتی ہیں۔ آٹے میں سفید پتھر پیس کر ملاتے ہیں۔ یورپ والے ہیں تو بے ایمان لیکن کاروبار میں کھرے ہیں۔ ولایت سے جتنی دوائیں آتی ہیں۔ وہ سب ٹھیک آتی ہیں۔ اس لئے ان کی تجارت کو فروغ حاصل ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم

میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن مجید کی تعلیم کے دو حصّے ہیں۔ ایک حصّہ پر عمل کرنے سے دنیا میں عزت ملتی ہے اور دوسرے پر عمل کرنے سے جنت میں داخلہ کا ٹکٹ ملتا ہے۔ جو قوم دونوں حصّوں پر عمل کرے گی وہ دنیا میں عزت پائے گی اور آخرت میں جنت الفردوس کی وارث بنا دی جائے گی۔ جیسے صحابۂ کرامؓ۔ جو قوم صرف پہلے حصہ پر عمل کرے گی۔ وہ دنیا میں بام عروج پر پہنچا دی جائے گی۔ لیکن دوسرے حصہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آخرت میں جہنم رسید ہوگی۔ جیسے یورپ اور امریکہ والے۔ جو قوم دوسرے حصّے پر عمل کرے گی۔ وہ آخرت میں تو عذاب الٰہی سے نجات پائیگی۔ لیکن پہلے حصہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے دنیا میں ٹھوکریں کھائے گی۔

ہمیں اللہ تعالےٰ نے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورہ البقرہ ع ۲۵ پ۲) (ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا)

دین کیا ہے

اصلاح دنیا کا نام دین ہے۔ اسلام خواہشات نفسانی سے روکتا نہیں۔ بلکہ ان کی اصلاح کرتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ حلال کھاؤ۔ حرام نہ کھاؤ۔ نکاح کرو۔ زنا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ الآیہ۔

باقی صفحہ ۱۸ پر

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۲ سے آگے

سورہ اعراف ع ۴ پ ۸) (ترجمہ۔ کہہ دو اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہیں اور کس نے کھانے کی ستھری چیزیں (حرام کیں) کہہ دو دنیا کی زندگی میں یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے لئے ہیں۔ قیامت کے دن خالص انہیں کے لئے ہو جائیں گی)

دُنیا دار

اکثر اندھے ہیں۔ ان کو حلال حرام کی تمیز نہیں اس لئے حلال کے ساتھ حرام بھی کھا جاتے ہیں اللہ ھو کے پاک نام کی برکت سے پتہ چلتا ہے کہ هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ (ترجمہ۔ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے) حرام خوری کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان) (باب الکسب و طلب الحلال۔ الفصل الثالث)۔

(ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرام (مال) سے پرورش پانے والا گوشت جنت میں نہ داخل ہوگا۔ اور حرام (مال) سے پرورش پانے والا ہر گوشت اسی قابل ہے کہ دوزخ اس کو اپنے اندر سمیٹے) اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ ھو کے پاک نام کی مشق کی جائے۔

صحت روحانی

یہ جہان ہی ایسا ہے کہ یہاں انسان کی صحت روحانی بحال رہ ہی نہیں سکتی۔ جس طرح انسان ہزار کوشش کرے کہ میرے کپڑے میلے نہ ہونے پائیں لیکن ہوا میں مٹی کے ذرات ہیں۔ وہ بیساختہ آکر کپڑوں پر پڑتے ہیں۔ ان ذرات کا پتہ خوردبین سے ہی چل سکتا ہے اسیطرح یہاں روحانیت پر بیساختہ برے لگتے رہتے ہیں۔ ایک بار شیشہ قلب صاف ہونے کے بعد انسان ہزار احتیاط کرے کہ یہ میلا نہ ہونے پائے۔ میلا پن بیساختہ آتا ہے۔ ذکر الٰہی اور استغفار کرتے رہنے سے شیشۂ قلب میلا ہونے کے بعد صاف ہوتا رہے گا۔ جس طرح کپڑے پر چھینٹے پڑے صابن سے دھو ڈالے۔ کپڑا صاف ہو گیا۔ پھر مٹی وغیرہ کے دھبے پڑ گئے۔ پھر دھو ڈالے۔ پھر کپڑا صاف ہو گیا۔ روحانی صحت کا بھی یہی حال ہے۔ پہلے بحال تھی۔ ذرا بے احتیاطی کی بگڑ گئی۔ ذکر الٰہی اور استغفار کیا۔ پھر بحال ہو گئی۔ اگر صحت روحانی کے بگڑنے کا احساس بھی نہ ہو تو حرام کھانے سے آہستہ آہستہ سارا دل سیاہ ہو جائے گا۔ پھر نہ یاد الٰہی اور نہ استغفار کرنے کی توفیق ہوگی۔ خود بھی بے دین ہوگا۔ اور بیوی بچے بھی بے دین رہیں گے۔ مرنے کے بعد سب کی قبریں جہنم کا گڑھا بن جائینگی۔ حرامخوری کی زد کہاں پڑتی ہے۔ آپ خود اندازہ کیجئے کہ اللہ ھو کے پاک نام کی کتنی ضرورت ہے۔ اللہ ھو کے پاک نام کی برکت سے دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ ھو کے پاک نام کی برکت سے حلال اور حرام کی تمیز عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

یتیم کی پرورش کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے جس بندے نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم کے بچے کو لے لیا اور اپنے کھانے پینے میں شریک کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بالضرور جنت میں داخل کرے گا۔ الا یہ کہ اس نے کوئی ایسا جرم کیا ہو جو ناقابل معافی ہو۔ (ترمذی: ۱۹۱۷)

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۶ ذیقعد ۱۳۷۸ھ مطابق ۴ جون ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اللہ جل شانہٗ کے پاک نام کی برکت سے دِل میں تقویٰ کا پودا اگتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اما بعد

عرض یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے پاک نام کی برکت سے قلب میں ایک چیز پیدا ہوتی ہے۔ جس کا نام تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ کا نتیجہ جنت کا داخلہ ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (سورہ آل عمران رکوع ۱۴ پ ۴) (ترجمہ۔ اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو۔ اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے۔ جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے)

اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ میں ھِیَ ضمیر واحد مؤنث جنت کی طرف راجع ہے۔ یعنی جنت متقیوں (پرہیزگاروں) کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام کی برکت سے تقویٰ کا پودا دل میں اُگتا ہے۔ اس کی کئی مثالیں دنیا میں ملتی ہیں۔ بعض اوقات مکان کی دوسری منزل کی چھت پر پانی کی نالی پر پیپل کا درخت اُگا ہُوا ہوتا ہے۔ وہ درخت وہاں کسی نے بویا نہیں۔ مسلسل پانی پڑتے رہنے سے وہ خود بخود اُگ آیا ہے۔ دیہات میں کنوؤں میں بھی پیپل اُگا ہُوا ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ اتنا بڑا درخت بن جاتا ہے کہ کنوئیں کو بھی اکھیڑ کر رکھ دیتا ہے۔ کنوئیں میں پیپل کسی نے بویا نہیں۔ مسلسل پانی پڑتے رہنے سے پہلے سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ پیپل کا درخت بن جاتا ہے۔ ثابت یہ کرتا ہے کہ پانی بکثرت اور مسلسل پڑتے رہنے سے پیپل کا درخت خود بخود اُگتا ہے۔ اسی طرح اللہ ھُوْ کے پاک نام کی برکت سے دل میں تقویٰ کا پودا اُگتا ہے۔ میں جب مردوں کو بیعت کرتا ہوں۔ تو ان کو ہاتھ لگا کر بتلاتا ہوں کہ یہاں دل ہے۔ عورتوں کو ہاتھ لگانا گناہ ہے۔ اس لئے ان کو زبانی بتلا دیتا ہوں کہ بیٹی بائیں جانب پسلیوں کے نیچے دل ہے۔ مردوں اور عورتوں سب سے کہا کرتا ہوں کہ اَللّٰہ ھُوْ کی چوٹ دل پر پڑے اور دل کو محسوس ہو کہ چوٹ پڑ رہی ہے۔

اس طرح اگر اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام کی دس تسبیح کی جائیں اور ہر آن دل پر چوٹ پڑے۔ خلوت اور جلوت میں اٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے ہر وقت اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام کی چوٹ پڑتی رہے۔ تو انسان کے دل میں تقوے کا پودا اُگتا ہے۔ جس کی وجہ سے جنت میں داخلہ کا ٹکٹ ملتا ہے۔ اسی لئے میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام میں بیشمار برکتیں ہیں۔ لاتعد و لاتحصیٰ و لا یعلم تعدادھا الا اللہ۔ ان بیشمار برکتوں کو دینے والا جانتا ہے یا لینے والا جانتا ہے۔ ان میں سے ایک تقویٰ ہے یہ حاصل ہو جائے تو جنت کے داخلہ کا ٹکٹ مل جاتا ہے۔

اَللّٰہ ھُوْ کا پاک نام کثرت سے لیا جائے تو انسان کے دل میں تقویٰ کا پودا اُگتا ہے۔ بڑھتا ہے۔ پھلتا ہے۔ پھولتا ہے۔ پھر یہ اتنا بڑا ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے الفاظ۔ اقوال۔ اعمال۔ خیالات بلکہ زندگی کے ۲۴ گھنٹوں پر حاوی ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص سے گناہ ہو سکتا ہے جب گناہ نہ کریگا تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے جنت کے داخلہ کا ٹکٹ مل جائے گا۔ پہلے دل میں تقویٰ نہیں تھا۔ اور نہ ہی باہر سے لا کر تقوے کا پودا لگایا گیا ہے اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام کی برکت سے خود بخود پیدا ہو گیا ہے اَللّٰہ ھُوْ کا پاک نام کسی سے سیکھنے سے پہلے انسان دنیادار ہوتا ہے۔ جو چاہتا ہے کھاتا ہے جو چاہتا ہے پیتا ہے۔ جیسا لباس چاہتا ہے پہنتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے شیک ہینڈ کرتا ہے۔ جس کے ساتھ چاہتا ہے۔ ڈانس کرتا ہے۔ غرضیکہ ہر معاملہ میں آزاد ہوتا ہے کسی اللہ والے سے اَللّٰہ ھُوْ کا پاک نام سیکھنے کے بعد ہر معاملہ میں شریعت کی پابندی کی کوشش کرتا ہے۔ اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام سے حلال اور حرام کا پتہ لگتا ہے۔ شربت کا ایک گھونٹ اندر گیا۔ طبیعت پریشان ہو گئی۔ دیا سلائی کے منہ پر ذرا سا مصالحہ ہوتا ہے۔ وہ جلا کر جسم کے کسی حصہ پر لگا دی جائے تو انسان فوراً چیخ اٹھتا ہے۔ اسی طرح شربت میں اگر کھانڈ حرام کی ہو تو اس کے ایک گھونٹ سے بھی متقی انسان کی طبیعت تڑپ اٹھتی ہے کھانڈ حرام کی کس طرح ہوتی ہے؟ ڈپو والے جتنی بوریاں کھانڈ کی لاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو کارڈ والوں کو تقسیم کر دیتے ہیں ایک دو بوری چھپا لیتے ہیں جو آیا اس سے کہہ دیا۔ کھانڈ ختم ہو گئی۔ اور یہ ایک دو بوری کھانڈ ۶-۱ روپیہ سیر کی بجائے ۱۵-۱ روپیہ سیر بلیک مارکیٹ میں فروخت کر دی۔ یہ کھانڈ حرام کی ہو گئی۔ کیونکہ یہ کھانڈ در اصل راشن کارڈ والوں کے حق کی تھی۔ جو کھلائے گا اس پر اثر ہوگا۔ اکثر مسلمان کاروبار میں کھوٹے ہیں۔ اس لئے وہ جائز اور ناجائز کی پرواہ نہیں کرتے۔

اَللّٰہ ھُوْ کا پاک نام لینے والوں کے بے شمار درجے ہیں۔ آج میں صرف دو کا ذکر کرونگا۔ ادنےٰ درجہ یہ ہے کہ حرام کی کوئی چیز اندر گئی اور طبیعت پریشان ہو گئی۔ یہ درجہ بھی نصیب ہو جائے تو انسان آئندہ حرام سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے اوپر ایک اعلےٰ درجہ آتا ہے۔ اس میں کھانے سے پہلے پتہ لگتا ہے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اس کے لئے کسی کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہ کر تربیت کرانے کی ضرورت ہے۔ بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے آپ نے ۱۴ سال باپ کی کمائی کھائی اور ماں نے پکا کر کھلایا۔ تب آپ بی اے بنتے ہیں۔ لیکن ادھر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آج کامل سے بیعت کریں اور کل خود کامل ہو جائیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالے نے وہ چیزیں ہیں گن گن کر بتلا دی ہیں۔ جن سے بچنے کی ضرورت ہے۔ ان میں سے چند عرض کرتا ہوں۔ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَآءَ سَبِيْلًا ٥ (سورہ بنی اسرائیل ع ۴ پ ۱۵) ترجمہ (اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بیحیائی ہے اور بری راہ ہے) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ (سورہ المائدہ رکوع ۱۲ پ ۷) (ترجمہ۔ اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ الآیہ (سورۃ النور ع ۴ ۔ پ ۱۸)۔ (ترجمہ۔ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں) وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ الآیہ (سورہ النور رکوع ۴ ۔ پ ۱۸)۔ (ترجمہ اور ایمان والیوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں) یہ تقوے کے پیدا کرنے کیلئے ہدایات دی جا رہی ہیں۔ جس طرح ماں بچہ کو سکھاتی ہے یہ نہ کھاؤ۔ وہ نہ پیو۔ بڑا ہو کر وہ خود تجربہ کار اور فاضل بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسولؐ نے وہ چیزیں تفصیل سے بیان فرمائی ہیں۔ جن سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اور وہ ہمارے لئے کافی شافی ہیں۔ لیکن بعض چیزیں بظاہر حلال اور اندر میں حرام ہوتی ہیں۔ بعض کھانے اور پینے کی چیزیں حرام کی ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ کئی مکان بھی حرام کے ہوتے ہیں۔ میں ایک نئی چیز عرض کر رہا ہوں کہ اللہ ہو کا پاک نام کثرت سے لیا جائے تو تقویٰ کا پودا اندر اُگتا ہے۔ اگر تقوے پیدا ہو جائے تو حلال اور حرام کا پتہ چلتا ہے۔ حلال وہ ہے جس کے حاصل کرنے میں کسی کی حق تلفی نہ کی گئی ہو۔ جو طریقہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے بتلایا ہے۔ اس طریقہ سے کوئی چیز حاصل کی جائے تو وہ حلال ہے۔ حرام وہ چیز ہے جو کسی کی حق تلفی کر کے لائی جائے۔ تقوے کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی ناپسندیدہ چیزوں سے بچنا۔ الوقی والوقایہ نگہداشتن۔ بعض کھانے اور پینے کی چیزیں اللہ تعالے اور رسول اللہؐ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔ ان کے استعمال سے بچنا تقوے ہے۔ بعض لباس ان کو ناپسند ہیں۔ ان لباسوں کو نا پہننا تقویٰ ہے۔ بعض الفاظ ان کو نا پسند ہیں۔ ان الفاظ کو زبان پہ نہ لانا تقوے ہے۔ بعض مجالس میں بیٹھنا ممنوع ہے۔ ان مجلس سے بچنا تقویٰ ہے صرف سؤر اور کتا وغیرہ ہی حرام نہیں ہیں اور چیزیں بھی حرام ہوتی ہیں۔ مثلاً چوری کی ہوئی چیزیں بھی حرام ہیں لاہور میں کھانڈ۔ دودھ۔ گھی نمک وغیرہ چیزیں بھی حرام کی ہوتی ہیں۔ اگر آپ کی بھینس کسی کے کھیت میں گھس کر اس کی مرضی کے بغیر چارہ کھالے تو یہ چارہ حرام کا ہوگا اس چارہ سے جو دودھ پیدا ہوگا۔ وہ بھی حرام کا ہوگا۔ اس دودھ سے جو مکھن نکلیگا وہ بھی حرام کا ہوگا۔ اس مکھن سے جو گھی بنے گا وہ بھی حرام ہوگا۔

جن کو اَللّٰہ ھو کے پاک نام کی برکت سے حلال حرام کی تمیز نصیب ہو جاتی ہے۔ بعض ان چیزوں کو بھی حرام کہتے ہیں جن کو آپ حلال کہتے ہیں۔ دوسروں کے باطن کی اصلاح فقط وہ شخص کر سکتا ہے۔ جس کو یہ نعمت نصیب ہو۔ جیسے طبیب وہی ہو سکتا ہے جو مریض کی نبض دیکھ کر مرض بتلا سکے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اَللّٰہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے تقوے کی نعمت عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کا اجر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے نکلا اور اس کو پورا کیا، یہ اس کے لیے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

(الترغیب والترہیب: ٦٦٢)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۳ ذی الحج ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۱ر جون ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدوم ومنا و مرشدنا مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

تزکیۂ باطن کی اہمیت اور اسکی ضرورت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اَمَّا بَعْدُ ط

اس مجلس میں دو قسم کے احباب شریک ہوتے ہیں۔ (۱) وہ جو تبرکاً آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تشریف آوری ان کے لئے مبارک کرے اور ان کو اس مجلس کی برکتوں سے مستفیض فرمائے۔ اس مجلس کی برکتوں کا ذکر حدیث شریف میں آتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَآئِکَۃً یَّطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَھْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَّذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَنَادَوْا ھَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِکُمْ قَالَ فَیَحُفُّوْنَھُمْ بِاَجْنِحَتِھِمْ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا قَالَ فَیَسْاَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالَ یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ وَیُمَجِّدُوْنَکَ قَالَ یَقُوْلُ ھَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰہِ مَا رَاَوْکَ قَالَ فَیَقُوْلُ کَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْکَ کَانُوْا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَۃً وَّاَشَدَّ لَکَ تَمْجِیْدًا وَّاَکْثَرَ لَکَ تَسْبِیْحًا قَالَ فَیَقُوْلُ فَمَا یَسْاَلُوْنَ قَالُوْا یَسْاَلُوْنَکَ الْجَنَّۃَ قَالَ یَقُوْلُ وَھَلْ رَاَوْھَا فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّھُمْ رَاَوْھَا کَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْھَا حِرْصًا وَّاَشَدَّ لَھَا طَلَبًا وَّاَعْظَمَ فِیْھَا رَغْبَۃً قَالَ فَمِمَّ یَتَعَوَّذُوْنَ قَالَ یَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ قَالَ یَقُوْلُ فَھَلْ رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُ فَکَیْفَ لَوْ رَاَوْھَا قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْھَا کَانُوْا اَشَدَّ مِنْھَا فِرَارًا وَّاَشَدَّ لَھَا مَخَافَۃً قَالَ فَیَقُوْلُ فَاُشْھِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھُمْ قَالَ یَقُوْلُ مَلَکٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ فِیْھِمْ فُلَانٌ لَّیْسَ مِنْھُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَۃٍ قَالَ ھُمُ الْجُلَسَآءُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ (رواہ البخاری)

(باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ الفصل الاول)

ترجمہ۔ (حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں میں ان لوگوں کو تلاش کرتی رہتی ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ پس جب وہ کسی جگہ ذکر الٰہی کرنیوالے لوگوں کو پالیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہتے ہیں۔ آؤ اپنے مقصد کی طرف آؤ (یعنی ذکر الٰہی کو سننے اور ذکر اللہ کرنے والوں سے ملنے کے لئے اس کے بعد) آپؐ نے فرمایا۔ بس وہ (فرشتے آجاتے ہیں اور) اپنے پروں سے ذکر الٰہی کرنے والوں کو ڈھانک لیتے ہیں۔ اور آسمان دنیا تک جا پہنچتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ان کا رب ان سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ ان سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہوتا ہے۔ کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ فرشتے کہتے ہیں۔ تیری پاکی بیان کر رہے تھے تیری عظمت و بزرگی کا ذکر کر رہے تھے۔ تیری تعریف کر رہے تھے اور تیری عظمت کے ساتھ تجھے یاد کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے آپؐ نے فرمایا۔ پھر وہ (فرشتے) کہتے ہیں۔ نہیں اللہ کی قسم انہوں نے آپ کو دیکھا نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر (اللہ تعالےٰ) فرماتا ہے ——— اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر وہ (فرشتے) کہتے ہیں۔ اگر وہ آپ کو دیکھ لیں، تو آپ کی بہت زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ آپ کی بزرگی بیان کرتے۔ اور بہت زیادہ آپ کی تسبیح بیان کرتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ پھر وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔ (آپؐ نے فرمایا) فرشتے کہتے ہیں آپ سے بہشت مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ اور کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ پھر وہ (فرشتے) کہتے ہیں۔ نہیں۔ خدا کی قسم۔ اے (ہمارے) رب انہوں نے بہشت کو دیکھا نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ اگر یہ لوگ اسے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ (فرشتے) کہتے ہیں۔ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو بہشت کی خواہش ان میں بہت زیادہ بڑھ جاتی اور بہشت کی طلب ان میں سخت ہو جاتی۔ اور بہشت کی طرف ان کی رغبت بہت بڑھ جاتی۔ آپؐ نے فرمایا پھر وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ (فرشتے) عرض کرتے ہیں۔ آگ سے۔ آپؐ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ پس کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ (فرشتے) کہتے ہیں نہیں۔ اللہ کی قسم۔ اے (ہمارے) رب انہوں نے دوزخ کو دیکھا نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر (فرشتے) کہتے ہیں۔ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں۔ تو وہ اس سے بہت زیادہ بھاگیں۔ اور اس سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ پھر میں تمہیں گواہ کرتا ہوں۔ کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے۔ ان لوگوں میں فلاں شخص ہے۔ جو ان میں شامل نہیں ہے۔ (مثلاً کسی کام کے لئے ان کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ لوگ ایسے بیٹھنے والے ہیں۔ کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رکھا جاتا (لہذا وہ بھی بخشا گیا)

(۲) وہ جو اس گنہگار سے بیعت ہیں۔ اور اپنی روحانی تربیت کروانا چاہتے ہیں۔ تربیت کے لئے ایک نصاب مقرر ہے۔ الفاظ میں تو یہ نصاب پانچ منٹ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن نصاب کے سبق پکانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے کسی کو ۱۵ سال اور کسی کو ۲۰ سال صرف کرنے پڑتے ہیں۔

میں پہلے کسی مجلس میں عرض کر چکا ہوں کہ باطن کی بینائی حاصل ہو جائے تو انسان اپنی مملوکہ اشیاء کو بھی پہچانتا ہے۔ کہ حلال ہیں یا حرام۔ اپنے آپ کو بھی پہچانتا ہے۔ کہ میرے اندر رضائے الٰہی کا نور ہے یا نہیں۔ اور اپنے سامنے بیٹھنے والوں کو بھی پہچانتا ہے کہ مخلص ہیں یا منافق۔ جس طرح ظاہر کا اندھا نہ اپنے کو پہچانتا ہے۔ نہ اپنی مملوکہ اشیاء کے رنگ کو پہچانتا ہے اور نہ اپنے احباب کے رنگ کو پہچانتا ہے۔ اسی طرح باطن کا اندھا نہ اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ نہ اپنی مملوکہ اشیاء کو پہچانتا ہے اور نہ اپنے متعلقین کو پہچانتا ہے۔

لاہور کی کثر چیزیں حرام ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں بددیانتی عام ہے۔ ہندو اتنا بددیانت، اتنا جھوٹا، اتنا کھوٹا، اتنا ظالم اور اتنا ٹھگ نہ تھا جتنا آج کل کا مسلمان ہے میں دنیا کے معاملات میں ہندو کو مسلمان پر ترجیح دے رہا ہوں حالانکہ وہ کافر ہے۔ اگر اسے ایمان نصیب نہ ہوا تو وہ جہنم میں جائے گا۔

باطن کی بینائی حاصل ہو جائے تو حلال اور حرام کی تمیز حاصل ہو جاتی ہے۔ باطن کی بینائی کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے۔

فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ (سورۃ الحج ع ۶ پ ۱۷) ترجمہ (پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں) جب دستار فضیلت باندھ کر علمائے کرام آتے ہیں تو وہ سو میں سے سو فی صدی باطن کے اندھے ہوتے ہیں۔ تمہارا

انگریزی دانوں کا تو اس کھاتہ میں نام ہی نہیں آتا۔ تم تو حکومت کی مشینری کے پرزے بنتے ہو۔ لاہور کے امراء کا تو گوشت کے بغیر گذارا نہیں ہوتا ان کو کھانے کے لئے پلاؤ چاہیئے۔ پلاؤ کے لئے گھی چاہیئے اور لاہور میں یہ چیزیں اکثر حرام کی ہوتی ہیں۔ دیہات میں اتنا حرام نہیں ہوتا جتنا لاہور میں ہوتا ہے۔ خود لاہوریوں کو حلال حرام کی تمیز نہیں ہے۔ اس لئے یہاں بے حیائی اور بدمعاشی زیادہ ہے۔ ایک ہزار دیہات اکٹھے کئے جائیں تو ان میں اتنے بدمعاش نہ ہوں گے جتنے لاہور میں ہیں عربی میں کسی نے کہا ہے اَلْحَرَامُ يَنْجَرُّ اِلَى الْحَرَامِ (ترجمہ حرام حرام کی طرف کھینچ کرلے جاتا ہے)

اللہ والوں کو جو سرور اللہ ہو کے پاک نام میں حاصل ہوتا ہے وہ بادشاہوں کو تاج شاہی سر پر رکھوا کر بھی نصیب نہیں ہوتا۔

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

یہی وجہ ہے کہ بادشاہ طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور اللہ والے مسرور ہوتے ہیں۔

اللہ ہو کا ایک سبق بعض اوقات تین سال تک نہیں پکتا۔ یہ تب پکتا ہے جب اس کے نتائج مرتب ہوں۔ ایک سبق پک جائے تو دل میں سرور پیدا ہوتا ہے۔

شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو وہ خاموشی میں کچھ دیدیتے ہیں اور یہ لے لیتا ہے۔ طالب صادق کے معنی ہیں

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ جب تک زندہ رہے ہیں انکی خدمت میں جب حاضر ہوتا تھا۔ تو صرف ایک رات رہتا تھا مجھے یاد ہے انہوں نے کبھی تقریر نہ فرمائی تھی۔ میں تو لمبی تقریریں کرتا ہوں۔ میں ان کے حضور میں خاموشی سے جا کر بیٹھ جاتا تھا۔ اس آنے جانے اور خاموشی سے بیٹھنے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو کچھ ملتا ہے وہ لینے والا جانے یا دینے والا جانے۔

باطن کی بینائی حاصل ہو جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہے یا ناراض۔ اس کے بغیر علماء وزراء، امراء، بادشاہوں اور زمینداروں کو پتہ نہیں چلتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے یا ناراض اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں انسانوں کے دلوں کی چابیاں ہیں جس سے راضی ہوتا ہے اس کو اپنے دروازہ پر بلاتا ہے۔ اور جس سے ناراض ہو اس کو اپنے دروازہ سے ہٹا دیتا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ یہ مت سمجھو کہ حرامخور نماز کے لئے نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بلاتے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی حرامخوری کی وجہ سے ان کے گوشت اور پوست سے بو آتی ہے۔ اس لئے ان کو اپنے دروازہ پر نہیں بلاتے۔

میں اپنی جماعت سے کہتا ہوں کہ اللہ کا نام بکثرت لیا کریں تاکہ باطن کی بینائی حاصل ہو ۴۵

۴۳

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام سیکھنے والا بھی کوئی ہوتا ہے اور سکھانے والا بھی کوئی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اللہ ھو کا نام لینے اور اس کی برکت سے باطن کی بینائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مریض کی عیادت کا اجر و ثواب

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن کے وقت کسی مریض کا حال دریافت کرنے کے لیے نکلا اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے چلتے ہیں اور وہ شام تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ شام کے وقت وقت مریض کی خیریت دریافت کرنے کے لیے نکلا تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں اور وہ صبح تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں پھل ہوں گے۔ (مسند احمد:۹۷۵)

مجلس ذکر

منعقدہ جمعرات ۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۵ر جون ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ۔ آج کا عنوان ہے

پایہ تکمیل تک پہنچنے کے بعد انسان کی صحّتِ رُوحانی مرتے دم تک خطرہ میں رہتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امّت کو دو قسم کی تعلیم دی ہے ۱۔ تعلیم۔ ۲۔ تزکیہ نفس۔ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ الآیہ (سورۃ الجمعۃ ع ۱ پ ۲۸) (ترجمہ۔ اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب سکھاتا ہے)

تعلیم ظاہر کی ہوتی ہے اور تزکیہ باطن کا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ اب علمائے کرام تعلیم کتاب دیتے ہیں۔ میرا صبح کا درس تعلیم کتاب میں ہی آتا ہے۔ تزکیہ نفس بہت کم ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس کرنے والے نایاب نہیں۔ کم یاب ہیں۔ ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ امراض روحانی سے شفایاب نہ ہو۔ تو انسان مقبول بارگاہ الٰہی ہو ہی نہیں سکتا ایک روحانی بیماری ریا ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ کا ارشاد ہے۔ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّیَاءُ (رواہ احمد)۔ (باب الرِّیَاءِ وَالسُّمْعَۃِ۔

ترجمہ (محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس چیز سے میں تمہارے لئے بہت ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے۔ فرمایا ریا۔)

کام نیکی کا کیا جائے اور دکھلاوا لوگوں کا پیش نظر ہو۔ یہ ریاء ہے۔ رضائے الٰہی مطلوب۔ محبوب اور مقصود ہو جائے یہ بہت مشکل ہے۔ سندھی میں ایک ضرب المثل ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اندھی پیستی گئی اور کتیا چاٹتی گئی۔ اگر تربیت یافتہ نہ ہو تو انسان نیکیوں کے انبار لگاتا جاتا ہے۔ مگر شیطان ریا سے سب کو برباد کرتا جاتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ریا کو سب سے بڑا خطرہ فرما رہے ہیں۔ گویا کہ اس سے آگے اور کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جب تک کسی با خدا کی صحبت میں مدّت مدیدہ رہ کر انسان اپنی تربیت نہ کرائے۔ شیطان ریا سے نہیں بچنے دیگا۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ میں اس دن چندہ دیتے ہیں۔ جس دن مجمع زیادہ ہو۔ مثلاً اتوار چندوں کا اعلان ہوتا جاتا ہے۔ تالیاں بجتی رہتی ہیں اور میاں صاحب دل میں بڑے خوش ہیں کہ ہم نے بڑا نیکی کا کام کیا میاں صاحب کی طرف سے ۵۰۰ روپیہ بیگم صاحبہ کی طرف سے ۱۰۰ روپیہ۔ بڑے صاحبزادہ کی طرف سے ۱۰۰ روپیہ بڑی بہو کی طرف سے ۱۰۰ روپیہ۔ چھوٹے صاحبزادہ کی طرف سے ۱۰۰ روپیہ۔ چھوٹی بہو کی طرف سے ۱۰۰ روپیہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایں خانہ ہمہ نور است۔ میاں صاحب ہزار روپیہ بھی دے آئے اور اللہ تعالیٰ کو بھی ناراض کر آئے۔

اللہ تعالےٰ کے جن نیک بندوں کی صحبت میں امراض روحانی سے شفا ہوتی ہے ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَّ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ اَنَّ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ الحدیث (رواھما احمد والبیھقی فی شعب الایمان دباب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم - الفصل الثالث) ترجمہ:— (عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماءؓ - بنت یزیدرضؓ سے روایت ہے - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اللہ تعالٰے کے بہترین بندے وہ ہیں - جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آئے -)

چودھویں صدی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے اللہ کے بندے موجود ہیں - جن کی صحبت میں دل دُنیا سے اچاٹ ہو کر متوجہ الی اللہ ہوتا نظر آتا ہے - اس کو چودہ سو سال پیچھے لے جایئے - رسول اللہ کی صحبت میں کتنا اثر ہوتا ہوگا - آپ کے حضور میں تزکیہ وھبًا ہوتا تھا - لیکن اب کسبًا حاصل کرنا پڑتا ہے - جو لوگ تصوف کو بدعت کہتے ہیں وہ بے سمجھ ہیں - قرآن مجید سمجھنے کے لئے صحابہ کرامؓ کو نہ صرف - نہ نحو اور نہ علم ادب کی ضرورت تھی لیکن ہمارے لئے یہ تینوں علوم ضروری ہیں - ان کے بغیر ہم قرآن مجید سمجھ ہی نہیں سکتے تو کیا یہ علوم پڑھنا بدعت ہے؟ ہرگز نہیں - پچھلے سال جب میں عمرہ کے لئے گیا تو راستہ میں داہران ٹھہرنا پڑا - وہاں جس مسجد میں میں نماز پڑھا کرتا تھا - اس کا امام حنبلی مذہب کا تھا - وہ ہر چیز کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو - بدعت سمجھتا تھا - میں نے اس سے کہا کہ اگر ایک شخص روزانہ ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اور یہ رسول اللہؐ سے منقول نہیں تو کیا آپ اس کو بدعت کہیں گے - وہ کہنے لگا نہیں - پھر میں نے اسے سمجھایا کہ بدعت کے معنی ہیں کہ دین کے رنگ میں کوئی نئی چیز ایجاد کرنا اور اس کو ساری امت پر لازم قرار دینا اور نہ کرنے والے پر طعن کرنا - وہ مان گیا کہ میرا علم ناقص ہے

میں نے ایسی شکلیں دیکھی ہیں - جن پر صحبت کا رنگ چڑھا ہوا تھا - حضرت امروٹی رحؒ کا ایک خادم تھا - جس کا نام حاجی اللہ ورایا تھا - وہ جاہل مطلق تھا - اس کا کام تھا مہمانوں کے لئے لنگر سے کھانا لاکر دینا اور خالی برتن لنگر میں پہنچا دینا - میرے سامنے ایک شخص نے حضرتؒ سے شکایت کی کہ دارالحفاظ کے بچے کچی کھجوریں توڑ کر کھاتے ہیں - حضرتؒ کا مزاج جلالی تھا - آپ نے فرمایا - اللہ ورایا ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ تو میں ان کو سزا دوں - حاجی اللہ ورایا جھٹ کہتا ہے - کہ حضرت سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں - اس نے حضرت رحؒ کی طبیعت کا رخ پھیر دیا اور آپ خاموش ہو گئے -

اولیائے کرام کے چار طریقے ہیں - چشتی - قادری - نقشبندی اور سہروردی - اور بھی ہیں - لیکن مشہور یہی چار ہیں - ہر ایک طریقہ کا نصاب تعلیم علیحدہ علیحدہ ہے - جو شخص تزکیہ نفس کسبًا حاصل کرنا چاہے اس کے لئے اس نصاب تعلیم پر عمل کرنا ضروری ہے جو تزکیہ نفس نہیں کرانا چاہتے ان کو کون مجبور کرتا ہے - اسی طرح اگر ایک شخص مادر زاد ولی ہے تو اس کو تزکیہ نفس کی ضرورت ہی نہیں - تزکیہ نفس کے بغیر شیطان کے وار سے بچنا مشکل ہے اگر تزکیہ نفس ہو جائے تو شیطان کے وار کا پتہ چلتا ہے اور اس کو اخلاص کی ڈھال پر روکنا پڑتا ہے - پہلے جب تلوار کی لڑائی تھی تو سپاہی ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں ڈھال رکھتا تھا - تلوار سے دشمن پر وار کرتا تھا اور ڈھال سے اس کے وار کو روکتا تھا - اسی طرح تربیت یافتہ انسان شیطان کے وار کو اخلاص کی ڈھال پر روکتا ہے - شیطان مجھ پر تقریر کے دوران حملے کرتا ہے - قاری پر بھی حملہ کرتا ہے - وہ قرآن مجید پڑھتا جائے گا اور یہ آگ لگاتا جائے گا - قاری صاحب خوش ہو رہے ہوں گے کہ آج لوگوں کو بہت لطف آ رہا ہوگا -

لحد قبر میں داخل ہونے سے پہلے ایمان اور اسلام ہر وقت خطرہ میں رہتے ہیں - اللہ والوں نے ایمان اور اسلام کی حفاظت کے لئے طریقے بتلائے ہیں - اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک کے ذرّوں میں جو موتی ملتے ہیں - وہ بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ہوتے - نہیں ہوتے - نہیں ہوتے - یہ موتی قبر اور حشر میں ساتھ جائیں گے - ان موتیوں کی برکت سے جہنم سے بچا کر جنت میں پہنچا دیا جائے گا - اللہ والے وہ ہیں جو کتاب و سنت سے باہر نہ جائیں ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

آپ کو یاد ہوگا کہ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص صوفی کہلائے لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے - لیکن اگر اس کا مسلک کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی بیعت کرنی حرام ہے - اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے - ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا - اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا - ہم اللہ تعالٰے کے بندے ہیں - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں - جو شخص ہمیں دروازۂ محمدی سے گذار کر دربار الٰہی میں لے جائے وہ ہمارا امام ہو سکتا ہے

ہمیں اپنے ایمان اور اسلام کو شیطان کی زد سے بچانے کے لئے ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے - عوام تو بجائے خود رہے - پایہ تکمیل تک پہنچنے والوں کو بھی ہر وقت خطرہ دامنگیر رہتا ہے - حضرت امروٹی رحؒ ایک بار حج کے لئے جا رہے تھے - اسی جہاز میں پنجاب کے ایک پیر صاحب بھی جا رہے تھے ان پیر صاحب کا ایک خادم بھی ہمراہ تھا - خدا کی قدرت اس خادم کا جہاز میں انتقال ہو گیا - اور مرتے وقت اس کا ایمان سلب ہو گیا - دونوں بزرگ حیران تھے کہ خدا جانے کہ کس گناہ کی شامت پڑی - جب تک انسان لحد قبر میں نہ پہنچ جائے یہ ہر وقت خطرہ میں رہتا ہے - باطن کی تکمیل کے بعد بھی خطرہ لگا رہتا ہے - میرے دونوں مربیوں نے مجھے مجاز بنایا ہوا ہے - میرے دادا پیر ایک تھے اور میرے پیر دو تھے اس کے کچھ اسباب تھے - دونوں کی طرف سے میرے کاسۂ گدائی میں کچھ نہ کچھ پڑتا رہتا تھا - دونوں کی طرف سے مجاز ہونے کے باوجود مجھے بھی ہر وقت اپنے ایمان کا خطرہ لگا رہتا ہے - میرے دونوں مربی جب تک زندہ رہے - میں ان کے دروازہ کی کوچہ نوردی کرتا ہی رہا - آخری بار جب میں حضرت امروٹی رحؒ کے حضور میں حاضر ہوا - میرے آنے کے پندرہ دن بعد ان کا انتقال ہو گیا - جب میں واپس آنے لگا - ٹانگا بھی آ گیا اور کھانا بھی آ گیا - میں نے جلدی جلدی تھوڑا سا کھانا کھا لیا - کیونکہ میں حضرتؒ کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا تھا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضِی اللہ عنہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: بلاشبہ ایک عورت چھپانے کے لائق ہے۔ جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت سے قریب زیادہ اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہوتی ہے۔

(ترمذی کتاب الرضاع: ۱۱۷۳)

ایک صحابیہ ام خلاد رضِی اللہ عنہا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں اپنے شہید بیٹے کا انجام دریافت کرنے آئیں۔ وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک صحابی نے ان کی اس استقامت پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ نقاب پہن کر اپنے بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میرا بیٹا مرا ہے حیا نہیں مری۔ (ابوداؤد: ۲۴۸۸ في إسناده ضعف)

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۰ سے آگے

میں نے ابھی کچھ عرض نہ کیا تھا۔ کہ حضرتؒ نے فرمایا، جا بیٹا! میں تیرے لئے دن رات دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ میں جب باہر جاتا ہوں۔ تو میں نے کبھی اپنا پروگرام نہیں بدلا لیکن حضرتؒ جب فرماتے کہ بیٹا آج تو میرے لئے رہ جاؤ تو میں اپنا پروگرام بدل دیتا۔ طالب اپنی ہستی کو شیخ کی رضا میں فنا کر دے تو فائدہ ہوتا ہے ؎

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اللہ تعالے مجھے اور آپ کو اول پایہ تکمیل تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اس پر استقامت عطا فرمائے

آمین یا الہ العالمین

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۲ جولائی ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

اولیاء اللہ بادشاہوں سے زیادہ نازک مزاج ہوتے ہیں

عرض یہ ہے کہ دنیا میں ایک مقولہ مشہور ہے کہ بادشاہ بڑے نازک مزاج ہوتے ہیں ؎

نازک مزاج شاہاں تابِ سخن ندارد

میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے۔ اولیاء کرام کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم وہ ہے۔ جن کو اللہ تعالےٰ نورِ باطن عطا فرماتے ہیں۔ اصل میں وہ نازک مزاج ہوتے ہیں۔ بادشاہ سلامت کا جب کھانا آتا ہے۔ وہ اس وقت تک نہیں کھا سکتے۔ جب تک ڈاکٹر نہ آئیں اور ٹیسٹ کرکے پتہ نہ لگائیں کہ کھانے میں کسی نے زہر تو نہیں ملا دیا۔ بادشاہ سلامت کے سامنے کھانا رکھا ہے۔ لیکن ان کو پتہ نہیں کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے یا نہیں۔ ان کے مقابلہ میں اولیاء کرام دس میل بلکہ سو میل سے بتلا دیں گے کہ پلاؤ میں چاول حلال کے ہیں یا حرام کے۔ گوشت حلال کا ہے یا حرام کا۔ گھی حلال کا ہے یا حرام کا۔ پیاز حلال کا ہے۔ یا حرام کا۔ پانی حلال کا ہے یا حرام کا بعض۔ اوقات پانی بھی حرام کا ہوتا ہے اسی طرح قورمہ میں بتلا دیں گے کہ گوشت حلال کا ہے یا حرام کا۔ گھی حلال کا ہے یا حرام کا۔ پیاز حلال کا ہے یا حرام کا۔ پانی حلال کا ہے یا حرام کا آپ ان کو صرف سمت بتلا دیں جہاں کھانا رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو ایسی دید عطا فرماتے ہیں کہ وہ ایک منٹ سے پہلے بتلا دیں گے کہ ھٰذَا حَلَالٌ وَّ ھٰذَا حَرَامٌ (یہ حلال ہے یہ حرام ہے) بادشاہ سلامت کے سامنے کھانا رکھا ہے۔ لیکن ان کو پتہ نہیں لگتا کہ اس میں زہر ہے یا نہیں۔ اولیاء کرام سو میل سے بتلا دیں گے کہ کھانا حلال کا ہے یا حرام کا۔ بادشاہ نازک مزاج ہوئے یا اولیاء کرام؟ ان کو جب پتہ لگ جاتا ہے کہ کھانا حرام کا ہے تو آپ ان کو کروڑ روپیہ بھی دیں تو وہ کھانا ہرگز نہیں کھائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ میں آپ کے کروڑ روپیہ پر پیشاب بھی نہیں کر سکتا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ انگریز کی وائرلیس دیر میں آتی ہے اولیاء کرام کی وائرلیس ایک منٹ سے بھی پہلے اطلاع دیتی ہے۔ یہ علم غیب نہیں ہے۔ علم غیب وہ ہے جو بلا وسیلہ بلا ذریعہ خود بخود حاصل ہو۔ یہ فقط اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ الآیہ (سورۃ النمل رکوع ۵ پ ۲۰)۔

ترجمہ۔ (کہدیجئے۔ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا)۔ جس طرح کیمیاگر لاکھوں میں کوئی ہوتا ہے۔ بعض انسان کیمیا کے پیچھے پڑ کر اپنی جائداد اولاد بیوی کے زیور فروخت کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی ایسے بہت کم ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ نور باطن عطا فرماتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں اوّل تو شیخ کامل کا ملنا مشکل ہے۔ اگر مل جائے تو ان سے فیض حاصل کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو اور اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو مدت مدیدہ کے بعد نورِ باطن حاصل ہو جاتا ہے۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ طالب صادق وہ ہے جس کا شیخ کامل کے قلب سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی تین "تاروں کے ذریعہ کنکشن ہو۔ اگر ان میں سے ایک تار بھی کٹ جائے تو طالب کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ نور باطن کا حاصل ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اگر شیخ کامل مل جائے تو نور باطن حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن لینے والا بھی کوئی ہوتا ہے اور دینے والا بھی کوئی اور مدتہائے مدیدہ کی محنت اور ریاضت کے بعد یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔ لہذا اولیاء کرام کی اس استعداد اور قابلیت کو علم غیب ہرگز ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ اولیاء کرام کی برکت سے یہ نعمت حاصل ہوتی ہے جنکو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔ وہ اسکے مقابلہ میں دنیا و مافیہا کے سارے خزانوں کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ ایسا شخص محال ہے۔ حرام چیز کھائے یا حرام چیز پیئے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے حرام کھایا یا پیا تو اللہ تعالیٰ کے نام کا نور بجھ جائے گا۔ مرنے کے بعد دنیا و مافیہا کے خزانے یہیں رہ جائیں گے۔ لیکن یہ نور قبر میں بھی ساتھ جائے گا۔ میدان محشر میں بھی اس کو ساتھ لے کر اٹھیں گے۔ اور اسی نور کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے وہاں بھی مورد بنیں گے۔ اللہ ھو کے پاک نام میں لذت اتنی ہے کہ دنیا کی کوئی لذت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ راستہ یہی ہے۔ جس پر آپ جا رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ جس کو چاہے اس پر چلائے۔

مسئلہ یہ ہے کہ کافر کے ذبیحہ کے سوا اس کی ہر چیز کھانی جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں ہمارے مذہب کی رو سے کوئی حرام چیز کی ملاوٹ نہ ہو۔ اسکے ہاتھ کے پکے ہوئے پکوڑے اور مٹھائی وغیرہ کھانی شرعاً جائز ہے۔ تقسیم سے پہلے اکثر مسلمان ان کی دکانوں سے لے کر یہ چیزیں کھایا کرتے تھے۔ لیکن اس راہ پر چلنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کافر کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز سے پرہیز کریں۔ کیونکہ اس کا روحانیت پر اثر پڑتا ہے۔ بے نماز مسلمان کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز میں تاثیر ہوتی ہے۔ کافر کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز کی تاثیر تو زیادہ ہوگی۔ یہ تقویٰ ہے

ایک مولوی صاحب مجھ سے اللہ تعالیٰ کا نام پوچھ گئے۔ سال کے بعد آئے اور کہنے لگے کہ مجھے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے پوچھا آپ روٹی کہاں سے کھاتے ہیں۔ کہنے لگے کہ طلباء کے لئے لوگوں کے گھروں سے جو روٹیاں آتی ہیں اس میں سے میں بھی کھا لیتا ہوں۔ میں نے کہا اسی وجہ سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پکانے والی کوئی بے نماز ہوگی کوئی جنبی ہوگی۔ کسی کے ہاں کمائی حرام کی ہوگی۔ آپ حلال حرام سب کچھ کھا

جائیں اور پھر چاہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا نور بھی آئے۔ یہ مشکل ہے ؎

ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دوں
ایں خیال و ست و محال است و جنوں

میں عرض کر رہا تھا کہ اولیاء اللہ کی ایک قسم وہ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ باطن کا نور فرماتے ہیں۔ اصل میں وہ نازک مزاج ہوتے ہیں۔ دس میل بلکہ سو میل کے فاصلہ پر آپ کوئی چیز پکا کر رکھ آئیں۔ وہ ایک منٹ میں بتلا دینگے کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے جب کھانے پینے کی چیزوں میں تمیز پیدا ہو جاتی ہے تو ہر چیز میں تمیز ہو جاتی ہے۔ کپڑے میں تمیز ہوتی ہے۔ مکان میں تمیز ہوتی ہے کہ حلال کی کمائی سے بنا ہؤا ہے یا حرام کی کمائی سے۔ حرام مال سے بنے ہوئے مکان میں رہنے کی بجائے اللہ والے مسجد میں رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو نورِ باطن عطا فرمائے۔ تاکہ ہم کھانے پینے کی چیزوں کپڑوں اور مکان کے متعلق حرام سے بچ سکیں ۔ آمین یا الٰہ العالمین

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے سفر میں ہم لوگ حالتِ احرام میں مکہ کی طرف جا رہے تھے۔ جب مسافر ہمارے سامنے گزرنے لگتے تو ہم عورتیں اپنے سر سے چادریں کھینچ کر منہ پر ڈال لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو وہ منہ کھول لیتی تھیں۔ (ابو داؤد: ۱۸۳۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے حیا کرنی چاہیے۔ صحابہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا الحمد اللہ ہم خدا سے حیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں، بلکہ اللہ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ سر کی اور سر میں جو افکار اور خیالات ہیں ان سب کی حفاظت کرو اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہے اس سب کی نگرانی کرو اور موت اور موت کے بعد قبر میں تمھاری جو حالت ہونی ہے اس کو یاد رکھو۔ جس نے یہ سب کچھ کیا سمجھو اللہ سے حیا کرنے کا حق اسی نے ادا کیا۔ (ترمذی: ۳۴۵۸)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

نور باطن والے اولیاء کرام سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں

گزشتہ جمعرات میں نے عرض کیا تھا کہ اولیاء اللہ کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم ان اولیاء اللہ کی ہے۔ جن کو اللہ تعالےٰ باطن کا نور عطا فرماتے ہیں یہ حضرات بادشاہوں سے زیادہ نازک مزاج ہوتے ہیں۔ باطن کی بینائی کا ذکر قرآن مجید میں بھی آتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝ (سورۃ الحج رکوع ۶۔ پ ۱۷)۔ ترجمہ۔ پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں)۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اندھوں کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ ظاہری آنکھوں کے اندھے۔ ۲۔ دل کے اندھے۔ اگر انسان دل کے اندھے ہوتے ہیں۔ تو دل کے بینا بھی تو ہونگے۔ یوں تو مومن مرد اور عورتیں سب اللہ تعالےٰ کے دوست ہیں۔ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا دشمن نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی ایک قسم وہ ہے۔ جن کو اللہ تعالےٰ نور باطن عطا فرماتے ہیں۔

میں گزشتہ جمعرات عرض کر چکا ہوں۔ کہ بادشاہ سلامت کے پاس کھانا رکھا ہو تو ان کو پتہ نہیں چلتا کہ اس میں زہر ہے یا نہیں۔ لیکن جن اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نور باطن عطا فرماتے ہیں۔ وہ آپ کو ایک منٹ سے پہلے بتلا دیں گے۔ کہ کھانے میں روحانیت کے لئے کوئی زہر ہے یا نہیں۔ آپ دس میل بلکہ سو میل کے فاصلے پر کھانا تیار کر کے رکھ آئیں اور ان سے کہیں حضرت! کھانا تیار ہے لے آؤں۔ وہ یہیں سے دیکھ کر آپ کو بتلا دیں گے کہ پلاؤ میں چاول حلال کے ہیں یا حرام کے۔ گھی حلال کا ہے یا حرام کا۔ پانی حلال کا ہے یا حرام کا۔ نمک حلال کا ہے یا حرام کا۔ ان اولیاء اللہ میں ایک خاص چیز ہوتی ہے۔ وہ سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کی ناراضگی کا عکس ان پر فوراً پڑتا ہے۔ باقی بھی ڈرتے ہیں لیکن جتنا یہ ڈرتے ہیں اور کوئی نہیں ڈرتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے ہر عمل کے چار درجے ہوتے ہیں۔ ۱۔ الانبعاث من النفس۔ پہلے دل میں ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ پہلا درجہ ہے۔ ۲۔ عود الی النفس۔ عمل کرنے کے بعد اس کا اثر طبیعت پر لوٹ کر آتا ہے۔ یہ دوسرا درجہ ہے ۳۔ تشبث بذیل النفس۔ دل میں اس عمل کا اثر آ کر جم جاتا ہے۔ مثلاً بُرا عمل تھا۔ تو پشیمانی پیدا ہوتی ہے۔ نیک عمل تھا تو سرور پیدا ہوتا ہے۔ یہ تیسرا درجہ ہے۔ ۴۔ احصا علی النفس نفس اس عمل کے اثر کو محفوظ رکھتا ہے یہ چوتھا درجہ ہے۔

انسان فعل باہر کرتا ہے۔ لیکن اس فعل کا اثر اندر دل پر آ کر پڑتا ہے۔ مثلاً اُستاد نے بچہ کو تھپڑ مارا۔ بچہ کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ خون بہنے لگا۔ اُستاد پشیمان ہوا۔ اُستاد نے تھپڑ باہر مارا۔ اور پشیمانی اس کے دل میں لوٹ کر آئی کہ مجھے اتنا سخت نہیں مارنا چاہیئے تھا۔

عالم الغیب والشہادۃ تو فقط اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔ اہل اللہ عالم الغیب نہیں ہوتے۔ لیکن وہ ایک منٹ سے پہلے بتلا دیں گے۔ کہ ان کے سامنے مخلص بیٹھا ہے یا منافق۔ اللہ تعالےٰ یہ نعمت ان کو عطا فرماتے ہیں۔ اس قسم کے اللہ والے نایاب نہیں۔ کمیاب ضرور ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا نام سکھانے والے تو سینکڑوں ہوں گے۔ مگر اس درجہ پر پہنچنے والے بہت ہی کم ہوں گے۔ گناہوں سے جتنا یہ حضرات بچتے ہیں دوسرے نہیں بچ سکتے۔ وہ خیر و شر۔ نیک و بد حلال و حرام کو سمجھتے ہیں۔ بعض اوقات اگر توجہ کئے بغیر غلطی سے یہ حضرات حرام کھا بیٹھتے ہیں جب حرام چیز اندر جاتی ہے تو ان کو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اندر شیطان ناچ رہا ہے۔ وہ فوراً اللہ تعالےٰ سے معافی مانگتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں لیکن حرام کا اثر رہے گا۔ جب تک اس کے اثرات اندر سے نکلنے نہ پائیں۔ لاہور میں اس قسم کے اولیاء اللہ ایک لاکھ میں ایک بھی نہیں۔ اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ آپ کہتے ہیں بینا سارے۔ اندھا کوئی۔ میں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی۔ اگر لاہور میں ایک لاکھ میں ایک باطن کا بینا ہوتا تو ۱۴ لاکھ کی آبادی میں ۱۴ تو ہوتے۔ اگر ۱۴ ہوتے تو لاہور میں اتنی گمراہی نہ ہوتی۔ جتنی اب ہے۔

جو حضرات باطن کے بینا ہیں۔ ان کو جن گھروں کے متعلق احساس ہو جاتا ہے کہ ان کی کمائی حرام کی ہے۔ اس گھر والے ہزار زور لگائیں۔ وہ ان کا کھانا ہرگز نہیں کھائیں گے۔ ہر عیب سے پاک تو اللہ تعالےٰ کی ذات ہے یا پھر انبیاء علیہم السلام پاک ہوتے ہیں پاک کرنے والا اللہ تعالےٰ ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کو پاک کر کے بھیجتا ہے۔ اولیاء اللہ کی یہ قسم بھی جنکو اللہ تعالیٰ نور باطن عطا فرماتے ہیں پاک ہوتی ہے۔

میں پہلے کسی مجلس ذکر میں عرض کر چکا ہوں کہ ظاہری آنکھوں کا اندھا نہ اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ نہ اپنی مملوکہ اشیاء کو پہچانتا ہے اور نہ اپنے دوست احباب کو پہچانتا ہے۔ باطن کے اندھوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ وہ نہ اپنے آپ کو پہچانتے ہیں۔ نہ اپنی مملوکہ اشیا کو پہچانتے ہیں۔ اور نہ دوست احباب کو پہچانتے ہیں۔ باطن کے بینا اپنے آپ کو بھی پہچانتے ہیں۔ اپنی مملوکہ اشیاء کو بھی پہچانتے ہیں اور دوست احباب کو بھی پہچانتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا ارشاد بالکل ٹھیک ہے کہ جب انسان

عمل کرتا ہے تو اس عمل کا اثر اس کو لوٹ کر آتا ہے۔ عمل نیک ہو یا بد اللہ والے اس کے اثر کو محسوس کرتے ہیں۔ ان سے جب کوئی گناہ ہوتا ہے تو ان کو فوراً اس کا احساس ہوتا ہے وہ توبہ کرتے ہیں اور وہ معاف ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (رواہ ابن ماجہ) (باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثالث) ۔ ترجمہ۔ (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گناہ سے توبہ کرنے والا اُس شخص کی مانند ہے۔ جس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں

اس درجہ کے اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ اس طریقہ سے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ یہ حضرات ہر ایک کے ساتھ یکساں ملتے ہیں۔ لیکن وہ مخلص اور منافق کو پہچانتے ہیں۔ منافق مزاج ان کی لاکھ خوشامد کریں۔ لیکن چونکہ ان کی نظر دل پر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ منافق پر کبھی اعتماد نہیں کرتے۔ اس قسم کے حضرات کی صحبت میں نورِ باطن پیدا ہو جاتا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے باطن کی بینائی پیدا ہو جاتی ہے طالب صادق کے معنی ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ جس کا تعلق کامل کے قلب سے عقیدت ادب اور اطاعت کی۔ تین تاروں سے ہو۔ وہ کامل کی "ہاں" میں "ہاں" اور "نہ" میں "نہ" ملائے اپنی نہ "ہاں" ہو اور نہ "نہ" ہو

یاد رکھیئے شیطان عقیدت میں فرق لاتا ہے۔ وہ کامل اور طالب کے تعلق میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ان اولیاء کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جن کو اس نے نورِ باطن کی نعمت عطا فرما رکھی ہے آمین یا الٰہ العالمین۔

حرام کھانے والوں کی دو قسمیں ہیں

۱۔ جو دانستہ حرام کھاتے ہیں۔ جو مسلمان شراب پیتے ہیں یا رشوت لیتے ہیں۔ وہ جان بوجھ کر دانستہ حرام کھاتے ہیں۔ یہ تو شرعاً مجرم ہیں۔

۲۔ جو بے سمجھی سے حرام کھاتے ہیں یہ شرعاً مجرم نہیں۔ لیکن حرام اپنا اثر ضرور کرے گا اگر ایک شخص کوزہ مصری سمجھ کر غلطی سے سنکھیا کھا جائے تو سنکھیا پیغام موت ضرور لائے گا۔ اگرچہ وہ شرعاً خودکشی کا مجرم نہ ہوگا جان بوجھ کر زہر کھانے والا خودکشی کا مجرم ہے اور جہنم میں جائے گا۔ عبادت میں جو لذت ہے وہ حرام کھانے سے سلب ہو جاتی ہے۔ میرے پاس لوگ آتے ہیں کہ نماز میں لذت نہیں آتی میرا ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ تم نے حرام کھایا ہوگا۔ جان بوجھ کر حرام کھانے والا فاسق ہے۔ بلا سمجھے کھانے والا فاسق نہیں۔ لاہور میں اکثر چیزیں حرام ہوتی ہیں۔ یہاں گوشت حرام کا ہوتا ہے۔ دودھ حرام کا۔ گھی حرام کا۔ چاول حرام کے۔ کھانڈ حرام کی۔ مثلاً ڈپو ہولڈر کو دو بوری کھانڈ ملی۔ ایک تو راشن کارڈ والوں میں بانٹ دی۔ اور ایک چھپا لی۔ جو آیا اس سے کہہ دیا کہ ختم ہو گئی اور وہ بوری بلیک مارکیٹ میں مہنگے دام بیچ لی۔ یہ کھانڈ حرام کی ہو گئی۔ کیونکہ یہ راشن کارڈ والوں کا حق تھا۔ جو ان سے چھین کر اس نے ان کو دیا ہے۔ دیہات میں اتنا حرام نہیں ہوتا جتنا یہاں ہے۔

دنیا میں ہر شخص اوپر چڑھنے کا خواہشمند ہے۔ تاجر چاہتا ہے کہ میں سب سے بڑا سیٹھ بن جاؤں۔ زمیندار چاہتا ہے کہ میں سب سے زیادہ رقبہ زمین پر قابض ہو جاؤں سرکاری ملازم چاہتا ہے کہ بڑے سے بڑے عہدے پر پہنچ کر ریٹائر ہوں۔ تاکہ مجھے زیادہ سے زیادہ پنشن ملے۔ ادھر بھی اوپر چڑھنے کی کوشش کیا کیجئے یا تو انسان خود باطن کا بینا ہو یا کسی بینا کے دامن سے وابستہ ہو جائے۔ جو کام کرے اس سے پوچھ کر کرے۔ مولانا غلام صدیق صاحبؒ میرے حضرت دین پوریؒ کے خدام میں سے تھے۔ انہوں نے مجھے حضرتؒ کے ایک خادم کا واقعہ سنایا۔ حضرتؒ کی مسجد بن رہی تھی اور یہ خادم معمار کا کام کر رہا تھا۔ حضرتؒ دیکھ رہے تھے۔ وہ جب اینٹ رکھتا تھا تو اس سے فرماتے اٹھا جو اینٹ تم نے غلط رکھی ہے وہ ہر بار یہی عرض کرتا۔ ہاں میرے سائیں۔ اور وہ اینٹ اٹھا لیتا تھا۔ پھر دوبارہ رکھتا تھا۔ یہ نہیں کہا کہ معمار میں ہوں یا آپ۔ آپ کیا جانیں۔ یہ ہے۔ "ہاں" میں "ہاں" ملانا۔ اور اسی سے طالب کو فائدہ ہوتا ہے۔

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ہم اللہ تعالےٰ کے بندے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں۔ ہمارا امام وہی ہو سکتا ہے جو کتاب و سنت کا متبع ہو۔ اگر ایک شخص صوفی کہلائے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے۔ آسمان پر اڑتا ہوا نظر آئے۔ اور قبلہ عالم کہلائے۔ اگر اس کا مسلک کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اور اگر ہو جائے۔ تو توڑنا فرض عین ہے۔ ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا۔ اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنے پاک نام کی لذت نصیب فرمائے۔ حلال کمانے اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین یا الٰہ العالمین

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۹ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۶ جولائی ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

اصلاح حال کا مقصد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :-

اما بعد۔ عرض یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ یہ جو کام کرنا چاہتا ہے۔ پہلے اس میں اپنا نفع سوچتا ہے۔ بڑوں کو تو جانے دیجئے۔ ایک چھوٹا سا بچہ بھی بلا مقصد کوئی کام نہیں کرتا۔ وہ جب کسی سہانی چیز کو دیکھتا ہے تو اس کی طرف دوڑتا ہے اور اس کو اٹھا لاتا ہے۔ پھر دوسری طرف جاتا ہے۔ غرضیکہ انسان کوئی قدم بعد میں اٹھاتا ہے۔ مقصد پہلے سوچ لیتا ہے

اس مجلس

میں بیٹھنے کا بھی ایک مقصد ہے۔ اور وہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی اصلاح حال فرما دیں۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اصلاح دو قسم کی ہوتی ہے۔ ۱۔ اصلاح قال۔ ۲۔ اصلاح حال۔ اصلاح قال بھی ضروری ہے لیکن اصلاح حال زیادہ ضروری ہے۔ اصلاح قال سے انسان کو بولنے کی تمیز آ جاتی ہے۔ وہ اپنے مخاطب کے مرتبہ کو پہچان کر اس سے بات کرتا ہے۔ اصلاح قال نہ ہو تو بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا۔

اصلاح قال

کا تعلق دنیا کی زندگی سے ہے۔ مرنے کے بعد اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اصلاح حال دنیا میں بھی کام آتی ہے اور مرنے کے بعد بھی کام آتی ہے۔ الحمد للہ۔ مسلمان میں ابھی تک ایمان باقی ہے۔ وہ اللہ تعالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو دل سے مانتے ہیں۔ قبر کے متعلق رسول اللہؐ کا ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ (رواہ الترمذی)۔ (باب البکاء والخوف۔ الفصل الثانی۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ۔ ترجمہ (سوائے اس کے نہیں کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے باغ ہوتی ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے گڑھا)

ہر پیغمبر

کی اُمت کی اکثریت شیطان کے ساتھ رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اکثریت بھی شیطان کے اڈے چڑھی ہوئی ہے۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط الایۃ (سورۃ الانعام ع ۸ - پ ۷)۔ (کہہ دیجئے وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف فرقے کرکے ٹکرا دے اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھاوے)۔ اس وقت اکثریت ان لوگوں کی ہے۔ جن کا تعلق باللہ بگڑا ہوا ہے۔ اس لئے وہ ایک دوسرے کو تباہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ یہ اللہ تعالے کا عذاب ہے پہلے یہ لوگ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک آپس میں ٹکرائے۔ اب پھر تیاریاں ہو رہی ہیں یہ یاد رکھئے کہ دولت سے چین نصیب نہیں ہوتا۔ چین اللہ تعالیٰ کی یاد میں ملتا ہے۔

دو زندگیاں

انسان کی دو زندگیاں ہیں۔ ۱۔ دنیا کی زندگی جو ہم اب بسر کر رہے ہیں۔ ۲۔ آخرت کی زندگی جو مرنے کے بعد شروع ہوگی۔ جن کی اس دنیا میں اصلاح حال ہو جاتی ہے۔ ان کی قبر بہشت کے باغوں میں سے باغ بن جاتی ہے۔ اصلاح حال نہ ہو تو قبر جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا بن جاتی ہے۔ لاہور میں بڑے بڑے قابل ایڈیٹر اور مضمون نگار موجود ہیں۔ ہزاروں روپیہ ماہوار کماتے ہیں۔ لیکن اصلاح حال نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالے کے ہاں ان کی کوئی قیمت نہیں۔ دنیا میں تو اصلاح قال سے کام چل جاتا ہے۔ لیکن مرنے کے بعد اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہاں اصلاح حال کی ضرورت ہے۔

اصلاحِ حال کیا ہے

اصلاح حال یہ ہے کہ ہر عمل حیات اللہ تعالے کی رضا کے ماتحت ہو جائے وہ چیز کھائے۔ جس کی اللہ تعالے اجازت دیں۔ وہ چیز پیئے۔ جس کی اللہ تعالیٰ اجازت دیں۔ اس وقت سوئے جس وقت اللہ تعالیٰ سونے کی اجازت دیں۔ جب جاگنے کا حکم دیں تو جاگ اُٹھے۔ وہ کپڑا پہنے۔ جس کی اللہ تعالے نے اجازت دی ہے گرمی کا موسم ہے دروازہ پر خس کی ٹٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ کمرے میں بجلی کے پنکھے چل رہے ہیں۔ برف کے تودے رکھے ہوئے ہیں۔ کمرہ شملہ بنا ہوا ہے اس وقت حی علی الصلوٰۃ سنا اور مسجد میں آ گئے تو سمجھئے کہ اصلاح حال ہو چکی ہے۔ اصلاح قال نہ ہو۔ لیکن اصلاح حال ہو جائے تو اللہ تعالے کی رحمت نازل ہوگی۔ اور اگر اصلاح قال تو ہو جائے۔ لیکن اصلاحِ حال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مردود ہوگا۔ بڑے کورس پڑھے اور بڑے قابل ہیں۔ لیکن مرنے کے بعد کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اصلاح حال کی جتنی ضرورت ہے اُتنی ہی اس طرف توجہ کم ہے۔ دل میں رضائے مولا بر ہمہ اولیٰ کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ خوف ہو تو فقط اللہ تعالے کا۔ رضا مطلوب ہو تو فقط اللہ تعالے کی۔ یہ اصلاح حال ہے۔ اللہ تعالے مجھے اور آپ کو اپنی اصلاح حال کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین

گفتن و کردن فرقے دارد

جو کچھ میں عرض کر گیا ہوں۔ ایسا بننا یہ بہت مشکل کام ہے۔ یہاں سے اُٹھ کر ابھی گھر جائیں گے۔ بیوی نے ذرا خلاف طبع بات کہہ دی تو بگڑ گئے۔ اور اس کے مُنہ پر ایک تھپڑ مار دیا۔ ماں سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ پندرہ دن گزر گئے ہیں۔ گھر بھی نہیں آئے۔ یہ اصلاح حال ہے؟ ہرگز نہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہی ہے۔ ہم اللہ تعالے

کے بندے نہیں۔ نفس کے بندے ہیں۔ گھوڑے۔ بیل۔ ہاتھی۔ سب کی اصلاح حال آسان ہے۔ لیکن انسان کی اصلاح حال سب سے زیادہ مشکل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعلمین ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ الانبیاء ع ۷۔ پ ۱۷)۔ (ترجمہ۔ اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے) کفار مکہ آپؐ سے لڑتے لڑتے جہنم رسید ہو گئے۔ لیکن ان کی اصلاح حال نہ ہوئی۔

ایک مثال

جوہری جواہرات کی ڈبیا وہاں لاکر کھولتا ہے۔ جہاں اس کے قدردان موجود ہوں۔ دہلی میں چاندنی چوک اور لاہور میں انار کلی میں جواہرات کی دکانیں ملینگی۔ کیونکہ راجے۔ مہاراجے اور نواب یہیں آتے ہیں۔ دیہات میں جوہری جواہرات لے کر نہیں جاتے۔ وہاں تو گاجر مولیاں بیچنے والے جاتے ہیں۔ آپ کو چونکہ اصلاح حال کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اصلاح حال کرنے والوں کو آپ کے ہاں نہیں بھجواتے۔

شیخ کامل

ہو اور طالب صادق ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اصلاح حاصل ہو جاتی ہے طالب صادق کے معنی ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ جس کا کامل کے قلب سے عقیدت ادب اور اطاعت کی تین تاروں کے ذریعہ کنکشن ہو۔ شیخ کامل وہ ہوسکتا ہے۔ جو کتاب و سنت کا متبع ہو۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ایک شخص صوفی کہلائے۔ آسمان پر اڑتا ہوا آئے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے۔ اور قبلہ عالم کہلائے۔ اگر اس کا مسلک کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اسکی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اسکی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔ ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

پنجابیوں کے پیر

پنجابیوں کے ہاں پیر کی علامات یہ ہیں گیروے کپڑے پہنے۔ سر پر لٹیں رکھے۔ اور اُلٹی سیدھی باتیں کرے تو ایسے شخص کو پنجابی بڑا بزرگ سمجھتے ہیں۔

اس مجلس

کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی اصلاح حال فرما دیں اور ہم سب کا دل تابع فرمان الٰہی ہو جائے۔ اس معنی میں ایک لاکھ۔ دو لاکھ بلکہ تین لاکھ میں اوسطاً ایک بھی نہیں۔ جس کی اصلاح حال ہو چکی ہو یہ ایک مستقل فن ہے۔ اس کا مستقل پروگرام ہے۔ اور مستقل کورس ہے۔ کوئی دس سال کوئی بیس سال اور کوئی تیس سال میں اس کا کورس پڑھتا ہے۔ کامل زینہ بزینہ حسب استعداد اوپر چڑھاتا ہے۔ جو شخص کھانے میں، پینے میں پہننے میں لینے میں، دینے میں، محبت میں۔ اور دشمنی میں۔ غرضیکہ ہر عمل حیات میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو جائے۔ ایسے شخص کے متعلق کہا جائے گا کہ اس کی اصلاح حال ہو گئی ہے۔

دو قسم کی آنکھیں

آنکھوں کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ ظاہر کی آنکھیں جو گنگا رام اور خوشحال سنگھ کو بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہوئی ہیں۔ ۲۔ باطن کی جو مسلمانوں کو بہت کم ملتی ہیں۔ باطن کی آنکھوں کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝۔ باطن کی آنکھوں سے حلال حرام کا پتہ چلتا ہے۔ اندازہ کیجئے قرآن مجید کی رو سے باطن کے اندھے کتنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو باطن کی بینائی عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

تابع رضائے الٰہی کا جذبہ

پہلے دل میں یہ جذبہ پیدا کیجئے کہ ہر عمل حیات تابع رضائے الٰہی ہو جائے کسی سے راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے۔ کسی سے ناراض ہوں تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے۔ جب دل میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے۔ تو ہر معاملہ میں کسی عالم سے پوچھ لیا کیجئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ لیکن ایسا بندۂ خدا کوئی کوئی ملے گا۔ باقی سارے بندۂ نفس ہیں میرے پاس مرد اور عورتیں شکایتیں لے کر آتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ لڑکی کا نکاح کر دیا ہے لیکن رخصتی نہیں کرتے کوئی کہتا ہے کہ منگنی ہو گئی ہے۔ لیکن شادی کی تاریخ مقرر نہیں کرتے۔ جب کہتے ہیں تو یہ جواب دیتے ہیں کہ لڑکا افریقہ گیا ہوا ہے وہ واپس آئے گا۔ تو شادی کریں گے۔ بیوی کہتی ہے کہ میرا خاوند کمائی تو بہت کرتا ہے۔ لیکن خدا جانے خرچ کہاں کرتا ہے۔ یہ اسلام ہے؟

قبر میں اصلاح حال

مرنے کے بعد قبر میں تو اصلاح حال سب کی ہو جائے گی۔ لیکن اس کا کیا فائدہ؟ اصلاح حال اس دنیا میں ہو جائے تو فائدہ ہے ؎

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

اس وقت سینما۔ شراب خانے۔ بدمعاشی کے اڈے مسلمانوں کے دم سے آباد ہیں۔

اس مجلس میں آنے کا فائدہ

جب آپ کو اللہ تعالیٰ یہاں لاتے ہیں تو جو وہ مجھ سے کہلواتے ہیں اس کو غور سے سنا کیجئے۔ زبان سے اللہ ھُو کا پاک نام لیا جائے تو اس کا فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ یہاں آنے جانے میں ہی رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اللہ ھُو کا پاک نام لینے والے غیر اللہ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ ایک طرف نبی اکیلا ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف تمام قوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی کی امداد فرماتے ہیں۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ (سورہ محمد ع ۱ پ ۲۶) (ترجمہ۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدم جمائے رکھے گا)۔ اللہ ھُو کے پاک نام سے انسان کے دل میں جرأت پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ غیر اللہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس مجلس میں آنے اور اپنی اصلاح حال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا مطلب ہی یہ ہے۔ کہ ہمارا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں اور ہمارا بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے قلبی تعلق نہیں۔ یہ کھرا کلمہ ہے لیکن مسلمانوں کی اکثریت کی یہ حالت ہے

باقی صفحہ ۱۸

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیا ایمان ہے اور ایمان بہشت میں لے جائے گا اور بے حیائی جفا ہے اور جہنم کا موجب ہے۔ (مسند احمد: ۱۰۵۱۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیا اور ایمان ہمیشہ اکٹھے رہتے ہیں جب ان میں سے کوئی اٹھا لیا جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔ (مشکاۃ المصابیح: ۵۰۹۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورتیں لباس پہنے ہوئے بھی عریاں ہیں، خود بھی حق سے ہٹی ہوئی ہیں دوسرے لوگوں کو بھی حق سے ہٹاتی ہیں۔ وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے آتی ہے۔ (موطا: ۷)

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۰ سے آگے

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۰ سے آگے

کہ نکاح مسلمانوں کا پڑھاتے ہیں۔ اور سہرا ہندوؤں کا باندھ لیتے ہیں ؎

ہم وہ بدمست قلندر ہیں کبھی مسجد میں کبھی مندر ہیں

یہ کھرا کلمہ نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ راضی رہے۔ باقی کوئی راضی ہو یا نہ ہو۔ یہ کھرا اسلام ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اسی کا بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

جو اللہ تعالےٰ کا ہے وہ ہمارا ہے جو اللہ تعالےٰ کا نہیں۔ اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ یہ جذبہ اللہ ھو کے پاک نام کی برکت سے اور اس مجلس میں بیٹھنے سے پیدا ہو جاتا ہے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو سدا اپنے دروازہ پر آنے اور فقط اس کا بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا الہ العالمین۔

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۶ر محرم الحرام ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۳ر جولائی ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اما بعد

آج یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ

صحیح معنوں میں عزت اللہ تعالیٰ اولیائے کرام کو عطا فرماتے ہیں

اکثر لوگ بے راہ روی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ کوئی زیادہ سے زیادہ رقبہ زمین پر قبضہ جمانے میں عزت سمجھتا ہے۔ کوئی بڑے سے بڑے عہدے پر پہنچنے میں عزت سمجھتا ہے۔ یہ سب غلط راستہ پر جا رہے ہیں۔ عزت نہ زمین کا رقبہ بڑھانے۔ نہ بڑا سیٹھ بننے اور نہ عہدہ بڑھانے میں ہے۔ یہ سب ظاہری اسباب پر قبضہ جما کر عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ عزت جھک کر سلام کرنے یا حضور کہنے میں نہیں ہے۔ عزت وہ ہے جو دل میں ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسی عزت اپنے مقبولین کو عطا فرماتے ہیں اگر یہ نکتہ دنیا میں حل نہ ہوا تو مرنے کے بعد پتہ چلے گا کہ کرنا کیا چاہیئے تھا اور کر کے کیا آئے ہیں۔

تعلقات دنیا

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ دنیا میں انسان کو تعلقات دنیا کا کلوروفارم سنگھا دیا گیا ہے۔ بیوی بڑی پیاری ہے۔ اولاد بڑی پیاری ہے . . . . جائداد بڑی پیاری ہے۔ کاروبار بڑا پیارا ہے۔ یہ کلوروفارم ہیں جو انسان کو سنگھائے گئے ہیں۔ مرنے کے بعد ان کا نشہ اتر جائے گا۔ اور ان میں سے کوئی چیز وہاں کام نہ آئے گی۔ خوش نصیب ہیں وہ جن کو اس دنیا میں ہادی مل جائے اور اسکی صحبت میں آخرت مطلوب محبوب اور مقصود بن جائے۔ اللھم اجعلنا منھم

عزت اللہ تعالیٰ دیتے ہیں

عزت اپنے بنائے سے نہیں بنتی بلکہ عزت اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔ منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَیَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَھُمُ الۡعِزَّۃَ فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ۝ (سورۃ النساء رکوع ۲۰ پ ۵) ۔ ترجمہ:۔ (کیا ان کے ہاں سے عزت چاہتے ہیں سو ساری عزت اللہ ہی کے قبضہ میں ہے)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

مُذَبۡذَبِیۡنَ بَیۡنَ ذٰلِکَ لَاۤ اِلٰی ھٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰی ھٰۤؤُلَآءِ (سورۃ النساء ع ۲۱ پ ۵)

ترجمہ۔ (نہ پورے اس طرف ہیں۔ نہ پورے اس طرف)۔

منافق کہلاتے تھے مسلمان اور یاری کفار سے رکھتے تھے۔ منافق یہود کے ہاں عزت پانے کے لئے گئے تھے۔ لیکن ہو گئے ذلیل۔ ساری عزت تو اللہ کے ہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ عزت ان کو دیتے ہیں جن سے خوش ہوتے ہیں۔ اولیاء کرام کے غیر متناہی درجے ہیں۔ ولی کے معنی ایک مسلمان جو شرک کفر اور نفاق اعتقادی سے پاک ہے۔ نماز کا پابند ہے رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہے۔ زکوٰۃ اگر فرض ہے تو پائی پائی حساب کر کے دیتا ہے۔ حج اگر فرض ہے۔ تو کر چکا ہے۔ غرضیکہ فرائض عینیہ ادا کرتا ہے اور نواہی سے بچتا ہے۔ وہ بھی ولی اللہ یعنی اللہ کا دوست ہے۔ آخری درجہ انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سب سے بلند درجہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ایک معمولی درجہ کے ولی کے درمیان اولیاء کرام کی غیر متناہی قسمیں ہیں۔ جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عزت دیتے ہیں۔ ان کی عزت دل میں ہوتی ہے۔ یہی حقیقی عزت ہے اور یہ

عزت اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملتی ہے

منافقانہ عزت

ریچھ درندہ ہے اس کے ناک میں نکیل ہوتی ہے۔ وہ قلندر کے اشارہ پر ناچتا اور کرتب دکھاتا ہے۔ کیوں؟ قلندر کے ہاتھ میں ڈنڈا ہوتا ہے۔ زمیندار۔ سیٹھ اور عہدیدار سب اسی کھاتہ میں آتے ہیں۔ لوگ انہیں ریاکاری کے طور پر عزت دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ يُكْرَمُ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ (ترجمہ:۔ (بعض اوقات) ایک آدمی کی عزت اسکی شر سے بچنے کے لئے کی جاتی ہے) لوگ زمینداروں اور سرکاری عہدیداروں کی شر سے بچنے کے لئے ان کی عزت کرتے ہیں۔ اولیاء کرام کی لوگ دل سے عزت کرتے ہیں۔ ان سے کسی قسم کے ضرر کا خطرہ نہیں ہوتا۔

سب سے معزز

خلق خدا میں سب سے زیادہ معزز انبیاءؑ ہوتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں۔ کہ نبی اپنے زمانہ میں ازھد الناس (سب لوگوں سے زیادہ دنیا سے دل برداشتہ) اتقی الناس (سب لوگوں سے زیادہ پرہیزگار) اقربھم الی اللہ (ان میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب) اعلمھم باللہ (ان میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا) ہوتا ہے۔ یہ حضرات سب سے زیادہ مقبول بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں۔ انبیاءؑ میں سب سے زیادہ معزز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کے گھر کا یہ حال تھا کہ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ دو دو چاند گذر جاتے تھے کہ گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ کیونکہ کھانے پکانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تھا۔ جب کسی نے دودھ یا کھجور کے چند دانے بھجوا دیئے تو سب نے کھا لئے۔ ایک بار کچھ صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے فاقوں کی شکایت کی اور پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے آپؐ کو دکھائے۔ آپؐ نے دکھایا کہ آپؐ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے اور سنئے عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَا لِيْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا (رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ) (کتاب الرقاق الفصل الثانی)

(ترجمہ۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سوئے پھر (جب) اٹھے تو آپ کے جسم مبارک پر (چٹائی کے) نشان تھے۔ پھر ابن مسعودرضؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ اگر آپؐ ہمیں حکم فرمائیں تو ہم آپؐ کے لئے ایک بستر بنائیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا کام۔ نہیں ہے میری اور دنیا کی مثال مگر ایک مسافر کی جو ایک درخت کے سایہ میں آرام کرنے بیٹھ گیا ہو۔ پھر چل دیا اور اس کو چھوڑ گیا) یہ سیدالانبیاءؑ ہیں ان کے ہاں کھانے کا وہ حال تھا۔ بستروں کا یہ حال تھا۔ دوستی کا وہ درجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ ہر دور میں اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندے رکھتا ہے۔ جن کی برکت سے آج تک اسلام زندہ رہا ہے۔ اب بھی ہے اور قیامت تک رہیگا

حقیقی عزت

ان مقبولین بارگاہ الٰہی کی ہوتی ہے جس طرح شمع پر پروانے اور شہد پر مکھیاں گرتی ہیں۔ اسی طرح لوگ ان پر گرتے ہیں۔ حقیقی عزت یہ ہے۔ ان کو یہ عزت اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ فَيُحِبُّهٗ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِیْ فِی السَّمَاءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ الحدیث (رواہ مسلم) (باب الحب فی اللہ ومن اللہ الفصل الاول)

(ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیلؑ کو فرماتا ہے کہ میں فلاں (بندہ) سے محبت کرتا ہوں۔ پس تو بھی اس سے محبت کر۔ آپؐ نے فرمایا پھر جبرئیل اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر وہ آسمان میں پکار کر کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتے ہیں۔ تم بھی اس سے محبت کرو پھر آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس کے لئے زمین میں مقبولیت آ جاتی ہے)۔ بعض اوقات لوگ مقبولین بارگاہ الٰہی کی عزت کرنے میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور اولیاء کرام کے مزارات پر سجدے کرنے لگتے ہیں۔ یہ سب کچھ محبت کی وجہ سے کرتے ہیں اگرچہ یہ سب خلاف شرع اور ممنوع ہیں۔

میں عرض کر رہا تھا کہ حقیقی عزت وہ ہے جو دلوں میں ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ یہ نہ دولت۔ نہ زمین اور نہ عہدہ سے حاصل ہوتی ہے۔ زمینداروں اور عہدہ داروں کی عزت طمع کے لئے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اللہ والوں کی جماعت میں شامل فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

قیامت کے دن

اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس جماعت میں شامل فرمائے گا۔ جس سے کہ اس کو دنیا میں محبت تھی۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (ترجمہ۔ (قیامت کے دن) ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا۔ جس سے اس کو محبت تھی) جب ملک تقسیم ہو گیا تو میں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک خط لکھ کر عرض کیا کہ جن کے دامن میں پناہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچنے کی امید تھی۔ انہوں نے ہمیں اپنے سے علیحدہ کر دیا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ کلا واللہ۔ ہم سب شیخ الہندؒ کے دربار دُربار گوہر بار کے خواجہ تاش ہونگے۔ میرا خط اور حضرتؒ کا جواب مکتوبات شیخ الاسلام میں چھپ گئے ہیں۔ حضرتؒ کا جواب میں نے شیشہ میں فریم کرا کے رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس قسم کے مقبولین بارگاہ الٰہی کے دامن سے دنیا میں وابستہ رکھے۔ اور قیامت کے دن ان کے ساتھ شامل فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۳ر محرم الحرام ۱۳۷۹ھ مطابق ۳۰ر جولائی ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

صحت روحانی کی بحالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ امابعد

آج میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس مجلس میں آنے کی غرض کیا ہے؟ وہ عرض ہے "صحت روحانی کی بحالی"۔ اگر صحت روحانی بگڑی ہوئی ہے تو ٹھیک ہو جائے۔ اگر ٹھیک ہے تو اور زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔

انسان کی صحت

دو قسم کی ہے۔ ۱۔ جسمانی صحت۔ جسمانی صحت کا احساس ہر انسان کو ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کھانا کھائیں گے تو طاقت آئے گی۔ طاقت ہو گی تو زیادہ سے زیادہ کام کر سکیں گے۔ جو اللہ تعالےٰ کو نہیں مانتے۔ ان کو بھی صحت جسمانی کا احساس ہے۔

۲۔ صحت روحانی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندے کا تعلق اللہ تعالےٰ سے ٹھیک ہو جائے۔ کھانے پینے پہننے نشست و برخاست۔ لینے دینے سونے جاگنے۔ غرضیکہ ۲۴ گھنٹے کے ہر لحہ اور ہر عمل حیات میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب۔ محبوب اور مقصود ہو جائے صحت روحانی کی بحالی کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو وقتاً فوقتاً مبعوث فرماتے رہے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام صحت روحانی کی بحالی کے لئے ہدایات دیتے ہیں کہ یہ کام نہ کرنا اور وہ کام نہ کرنا۔ سب سے آخری نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کی غلامی کا ہمیں شرف حاصل ہوا ہے۔ جس طرح ماں کو سب بچے یکساں پیارے ہوتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتی کہ پندرہ سالہ لڑکا ڈیڑھ سالہ کو مارے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کو سب بندے پیارے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ کوئی بندہ دوسرے بندہ پر ظلم کرے اس کے لئے اس نے کتب سماوی نازل فرمائے۔

کتب سماوی

اللہ تعالےٰ نے ہر زمانہ کے مناسب حال صحت روحانی کی بحالی کے لئے آسمان سے دستور العمل حیات نازل فرمایا۔ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن مجید نازل فرمایا۔ قرآن مجید کو نازل فرمانے والے اللہ تعالےٰ ہیں اور اس کو پڑھانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ (سورہ الجمعہ رکوع ۱ پ ۲۸)۔ (ترجمہ۔ اور وہ (پیغمبر) ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے) قرآن مجید ہمارے لئے مکمل دستور العمل حیات ہے۔ مسٹر جناح کو ہم اپنا مذہبی رہنما نہیں مانتے۔ ہمارے مذہبی رہنما حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ تھے۔ مسٹر جناح کو ہم قوم کا لیڈر مانتے ہیں۔ انہوں نے مسٹر گاندھی کو قرآن مجید کے متعلق ایک خط میں لکھا تھا کہ قرآن مجید میں ہمارے پاس اخلاقی۔ معاشرتی۔ اقتصادی۔ سیاسی۔ انفرادی۔ اجتماعی۔ دنیوی۔ اخروی۔ مکمل دستور العمل حیات موجود ہے۔

دونوں صحتیں

اے مسلمان! تیری صحت جسمانی اور صحت روحانی دونوں بحال رہنی چاہئیں۔ مجھے اس چیز کا دکھ ہے کہ عام طور پر نوجوان کو اپنی صحت روحانی کا احساس نہیں ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالےٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔ اب آپ کے دروازہ کے غلام جن کے دائیں ہاتھ میں مشعل قرآن اور بائیں ہاتھ میں مشعل حدیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو گی۔ وہ ان دونوروں کی روشنی میں خلق خدا کی رہنمائی کریں گے ہم اللہ تعالےٰ کے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی امت ہیں۔ ہمارا امام وہ ہو سکتا ہے جو رسول اللہؐ کے دروازہ سے گذار کر ہمیں دربار الٰہی میں پہنچائے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا یہی مطلب ہے۔ ہم مطلق تصوف کے قائل نہیں۔ مطلق تصوف تو ہندوؤں سکھوں میں بھی ہے۔ ان میں بڑے بڑے سادھو ہیں۔ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ ایک شخص صوفی کہلائے آسمان پر اڑتا نظر آئے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے اور قبلۂ عالم کہلائے۔ اگر اس کا مسلک کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا۔ اور تمہیں بھی جہنم میں لے جائے گا۔

دو مربّی

میرے دو مربّی ہیں۔ دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ ایک تھے۔ دونوں میرے کاسہ گدائی میں کچھ نہ کچھ ڈال دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین ان کے جوتوں کی خاک کے ذرّوں سے جو موتی ملے ہیں۔ خدا کی قسم وہ بادشاہوں کے تاج میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے نہیں ہوتے۔ یہ موتی ایسے قیمتی ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ فرمائیں کہ اے میرے بندے اگر تو ان میں سے ایک موتی واپس دیدے تو میں تجھے دنیا کی بادشاہت عطا کر دوں گا۔ میں عرض کروں گا۔ اے اللہ بادشاہت کی جن کو خواہش ہے۔ ان کو دیدیجئے۔ میرے پاس تو یہ موتی ہی رہنے دیجئے۔

اَللّٰہُ ھُو

کے پاک نام کی برکت سے نفسانی خواہشات ختم ہو جاتی ہیں۔ جس طرح بارش سے گرد و غبار بیٹھ جاتے ہیں اور خواہشات نفسانی کے ختم ہو جانے کے بعد طبیعت شریعت کے تابع ہو کر چلنے کے لئے خوشی سے تیار ہو جاتی ہے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو جب اپنے دروازہ پر لاتا ہے تو اپنی صحبت روحانی بحال کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

صحّت رُوحانی

دوسروں کی صحت روحانی وہ شخص بحال کر سکتا ہے جو کتاب و سنت کا عالم ہو یہ بھی عرض کر دوں کہ ہر عالم ہادی نہیں ہوتا۔ یہ ایک علیحدہ فن ہے۔ صوفیائے

کرام کے چاروں طریقے برحق ہیں۔ نقشبندی۔ قادری۔ چشتی۔ سہروردی میں سب کا احترام کرتا ہوں۔ اگرچہ میں خود قادری ہوں۔ جو شخص بھی ان میں سے کسی طریقہ پر اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا۔ انشاء اللہ اس کی اپنی نجات ہو جائے گی۔ لیکن ہادی وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جس کے دائیں ہاتھ میں مشعل قرآن اور بائیں ہاتھ میں مشعل حدیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ الآیۃ (سورۃ الاعراف رکوع ۱ پ ۸) (ترجمہ۔ جو چیز تمہارے رب کی طرف سے تم پر اُتری ہے۔ اس کا اتباع کرو) مَآ اُنْزِلَ سے مراد قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید کی تابعداری رسول اللہ ؐ کے نقش قدم پر چل کر کرنی ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآیۃ (سورۃ الاحزاب ع ۳ پ ۲۱)۔ (ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ ؐ میں اچھا نمونہ ہے)۔

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں جانتا۔ وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کرے گا ؂

آنکہ خود گم است کرا رہبری کند

اللہ والے

اسی طرح اللہ والے شکل دیکھ کر معلوم کر لیتے ہیں کہ مخلص ہے یا منافق ؂

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

جس طرح حکیم اور ڈاکٹر مرض کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ عام طور پر باشندگان لاہور کے ہاں اس قسم کے اللہ والوں کی نہ خواہش ہے اور نہ پہچان ہے۔ ان کے ہاں بزرگ وہ ہے جو گیروے کپڑے پہنے۔ لٹیں بڑھائے اور جس کے پاس عورتوں کا ہجوم ہو۔

انسان بنانے

سے بنتا ہے۔ بندر کو پگڑی پہنا دی جائے تو وہ انسان نہ بن جائے گا۔ یہ انسانیت کا سائز ہے۔ صوفیائے کرام کی صحبت نصیب ہو جائے تو انسان انسان بنتا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ رنگ ہے قرآن۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (سورۃ البقرہ رکوع ۱۶ پ ۱)۔ (ترجمہ۔ اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے)۔

اس رنگ کے رنگ فروش ہیں علمائے کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ جس طرح رنگ فروش اور ہوتا ہے۔ وہ صرف پڑیا میں رنگ دے دیتا ہے۔ پگڑی کی تار تار میں رنگ پہنچانے کے لئے رنگ کی پڑیا رنگ ساز کو دینی پڑتی ہے۔ وہ اس کو رنگ دے گا ہم یہاں اس لئے آتے ہیں کہ ہماری صحت روحانی بحال ہو جائے۔ یہ باتیں بھی سیکھنے سے آتی ہیں۔

بعض لوگ میرے پاس آ کر شکایت کرتے ہیں کہ نماز میں پہلے جو لطف آیا کرتا تھا۔ وہ اب کچھ روز سے نہیں آ رہا میں جھٹ کہتا ہوں تم نے حرام کھایا ہوگا۔ صرف سؤر اور کتا ہی حرام نہیں بلکہ اور چیزیں بھی حرام ہوتی ہیں۔ لاہور کی تو اکثر چیزیں حرام ہوتی ہیں۔ اکثر مسلمان بد دیانت ہیں۔ ہندو کافر تھا اگر اسی حالت میں مرا تو ابدالآباد کے لئے دوزخ میں جائے گا۔ لیکن وہ اتنا بد دیانت نہ تھا جتنا مسلمان ہے۔

حرام کی تمیز

اکثر مسلمانوں کو حلال اور حرام کی تمیز نہیں ہے۔ کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ کے بعد باطن کی بینائی حاصل ہوتی ہے۔ پھر حلال اور حرام کی تمیز ہوتی ہے ہر چیز میں خاصیت ہوتی ہے۔ اللہ ھُو کے پاک نام میں یہ خاصیت ہے۔ کہ حلال حرام کی تمیز ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی ضرورت کا احساس عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

قرآن مجید

قانون ہے اور رسول اللہ ؐ نمونہ ہیں اللہ تعالےٰ کے فضل سے قرآن مجید اور حدیث شریف دونوں محفوظ ہیں۔ حدیث نہ رہے گی تو قرآن مجید بھی نہ رہے گا قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (نماز قائم کرو) ہمیں کیا پتہ ہے کہ نماز کس طرح قائم کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے قائم کر کے دکھائی آپ ﷺ نے ہمیں وضو بھی کر کے دکھایا۔ اللہ تعالےٰ میری اور آپ کی روحانی صحت بحال فرمائے۔ اللہ تعالےٰ اس مجلس میں آ کر یہ چیز حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ میں علمائے کرام سے کہا کرتا ہوں کہ آپ نے قرآن مجید تو پڑھا ہے۔ لیکن ابھی تک آپ پر اس کا رنگ نہیں چڑھا رنگ چڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جاتے ہیں۔ اور خلق خدا بھی راضی ہو جاتی ہے۔ روحانی صحت کی بحالی کا مطلب یہ ہے کہ تعلق باللہ درست ہو جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کی جائے۔

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۳۰ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مد ظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

اما بعد۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس مجلس میں ہر جمعرات کو نئے نئے احباب آتے ہیں۔ ان کی اطلاع کے لئے عرض کرتا ہوں کہ اس مجلس کی غرض کیا ہے۔ اس مجلس کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ میری اور آپ کی صحت روحانی درست فرما دیں۔ انسان کی صحت کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ صحت جسمانی۔ صحت جسمانی کا تعلق خورد و نوش سے ہے۔ اس سے انسان دنیا کے کاروبار کرتا ہے۔ صحت جسمانی کی بحالی کا خیال کافر اور مومن سب کو ہے۔ ۲۔ صحت روحانی کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا تعلق اللہ تعالےٰ سے درست ہو جائے اور وہ اس سے راضی ہو جائے۔ جس کو یہ نعمت نصیب ہے تو سمجھئے کہ اس کی روحانی صحت درست ہے۔ عام طور پر صحت روحانی کا احساس نہیں ہے۔ یہ احساس بھی کرانے سے پیدا ہوتا ہے۔ تعلق باللہ کی درستی کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ سے راضی ہو جائیں اور اللہ تعالےٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ بڑے بد نصیب ہیں وہ انسان جن کو کسی اللہ کے بندے نے اس طرف توجہ نہیں دلائی۔ قرآن مجید کے تیس پاروں اور احادیث کا خلاصہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہو جائے اور بندہ اللہ تعالےٰ سے راضی ہو جائے۔ مثلاً فرض کیجئے آج ہمارے گھر میں پکانے کے لئے کچھ نہیں ہے اور ہمارے بال بچے نمک مرچ سے روٹی کھا رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق درست ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ جس نے ہمیں روٹی تو دی ہے۔ ایسے بھی تو ہیں۔ جن کے پاس روٹی بھی نہیں ہے۔ اور وہ گلی کوچوں میں بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ اے اللہ! تیرا شکر ہے تو نے ہمیں عزت اور آبرو سے گھر میں روٹی پکا کر کھانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور شکر کرو اور دین کے معاملہ میں اوپر والے کو دیکھو تاکہ یہ احساس ہو جائے کہ ہم اس سے ادنےٰ درجہ پر ہیں۔ جب اللہ تعالےٰ آپ کو یہاں لاتے ہیں تو میرا فرض ہے کہ میں آپ کو صحت روحانی کی بحالی کی طرف توجہ دلاؤں صحت جسمانی بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو صحت جسمانی بھی عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ لیکن صحت روحانی اس سے زیادہ ضروری ہے۔ اگر آپ دق کی مریضہ بہو کو اپنے بیٹے کے لئے پسند نہیں کرتے۔ نہ آپ اپنے لئے دق کا مریض نوکر رکھنا چاہتے ہیں۔ تو کیا اللہ تعالےٰ کو روحانی مریضوں کی ضرورت ہے؟ اگر آپ بڑے نازک مزاج ہیں۔ تو وہ تو نازک مزاجوں کا خالق ہے۔ اس کی نزاکت طبع کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ بھی روحانی مریضوں کو پسند نہیں فرماتا۔

روحانی صحت کی بحالی کے لئے اولیاء کرام کی صحبت ضروری ہے۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ رنگ ہے قرآن۔ اس رنگ کے رنگ فروش ہیں علمائے کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ جیسے ایک شخص پگڑی کو رنگوانا چاہتا ہے تو وہ رنگ فروش سے پڑیہ میں رنگ لائے گا اور رنگ ساز کو دے گا۔ رنگ ساز پگڑی کی تار تار میں رنگ دے دیگا۔ اسی طرح کتاب و سنت کا رنگ علمائے کرام سے ملتا ہے اور اس رنگ کے رنگین بنانے والے صوفیائے عظام ہیں۔

حضرت دین پوریؒ میری بیعت کے بعد چالیس سال زندہ رہے۔ اس عرصہ میں ان سے میں نے کسی کتاب کا ایک سبق نہیں پڑھا۔ لیکن جو اللہ اللہ کرنے کا سبق انہوں نے پڑھایا۔ وہ میں نے دس سال کی عمر میں شروع کیا تھا۔ اب میری عمر ۷۵ سال کی ہے۔ میں جب کبھی انکی خدمت میں حاضر ہوتا تو کچھ نہ کچھ دے ہی دیا کرتے تھے۔ جو موتی انکی صحبت میں ملے ہیں خدا کی قسم وہ بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ یہ موتی قبر میں ساتھ جائیں گے۔ اور ان کی برکت سے قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔ بادشاہ جب مرتے ہیں تو موتیوں سے مرصع تاج شاہی ان کے سر سے اُتار کر دوسروں کے سر پر رکھ دیا جاتا ہے۔ میں اپنی جماعت سے کہتا ہوں کہ جو صوفی کتاب و سنت کا عالم نہیں۔ میرے مرنے کے بعد اسکے پاس ہرگز نہ بیٹھیں جو کتاب و سنت کا عالم نہیں وہ کسی کی صحیح رہنمائی کر ہی نہیں سکتا۔ ہم اللہ تعالےٰ کے بندے ہیں اور رسول اللہ کی اُمت ہیں۔ وہی شخص ہمارا رہنما ہو سکتا ہے جو کتاب و سنت کا عالم ہو۔ میں کہا کرتا ہوں ایک شخص صوفی کہلائے۔ آسمان پر اُڑتا ہوا نظر آئے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگوا کر لائے اور قبلۂ عالم کہلائے۔ اگر اس کا مسلک کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اسکی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ وہ بھی جہنم میں جائے گا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔

یہ تو تمہید ہی تھی۔ جو احباب آج نئے آئے ہیں۔ ان کی اطلاع کے لئے یہ عرض کرنا ضروری تھا کہ اس مجلس کی غرض ہے۔ صحت روحانی کی درستی۔ آج کا عنوان ہے

۱۔ جیسے صحت جسمانی بنتی اور بگڑتی رہتی ہے۔ ویسے ہی صحت روحانی بھی بنتی اور بگڑتی رہتی ہے

۲۔ جس طرح صحت جسمانی کے بگڑنے کے اسباب ہیں اسی طرح صحت روحانی کے بگڑنے کے بھی اسباب ہیں

۳۔ اگر خود جسمانی امراض کا ماہر معالج ہے طبیب ہے یا ڈاکٹر تو مرض کا سبب معلوم کر کے اپنا علاج خود کر لے گا۔ ورنہ کسی ماہر معالج سے علاج کرائے گا۔ اسی طرح اگر تربیت یافتہ ہے تو روحانی امراض کے اسباب خود تلاش کرے گا۔ اگر تربیت یافتہ نہیں تو کسی کامل سے پوچھیگا

بادی بتلائے گا کہ صحت رُوحانی کے بگڑنے کے اسباب کیا ہیں۔ اور ان کا علاج کیا ہے۔

جب صحت روحانی درست ہو۔ تو انسان نماز شوق سے پڑھتا ہے۔ اگر بگڑ جائے تو رسمی نماز پڑھتا ہے۔ تاکہ تارک نماز نہ کہلائے۔ لیکن دل نماز پڑھنے کو نہیں چاہتا۔ بعض لوگ جب میرے پاس آ کر یہ شکایت کرتے ہیں کہ نماز میں دل نہیں لگتا تو میں جھٹ کہتا ہوں کہ تم نے حرام کھایا ہو گا۔ اللہ والوں کو حرام کی بو آتی ہے۔ کمالات محمدیہ میں نبوت کے سوا سب کمالات منتقل ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک گناہوں کی بو کا آنا بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہوں کی بو آتی تھی۔ ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ بعض لوگ وضو اچھا کر کے نہیں آتے اور نماز ہماری خراب کرتے ہیں۔ آپؐ کی نزاکت طبع ملاحظہ ہو کہ ایک شخص دسویں یا بارھویں صف میں کھڑا ہے۔ اس نے وضو اچھا نہیں کیا۔ اس کی بو رسول اللہؐ کو آ رہی ہے۔ یہ چیز چلی آ رہی ہے۔ ایک بزرگ کا واقعہ ہے۔ وہ ایک بار غسل خانہ میں استنجا کرنے کیلئے گئے۔ باہر آ کر ایک نوجوان سے پوچھتے ہیں تم نے زنا کیا ہے۔ وہ مان گیا۔ اس نے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ تمہارے استنجے کے پانی میں زنا کے اثرات تھے۔ ہماری جماعت میں ایسے اللہ کے بندے موجود ہیں۔ جن کو گناہوں کی بو آتی ہے۔ میں آپ کو ان کا نام نہیں بتلاؤں گا تاکہ ان کو نظر نہ لگ جائے۔ جس طرح مریض کے لئے ضروری ہے کہ طبیب کو اپنے پوشیدہ کنندہ حالات بتلائے۔ اسی طرح طالب کے لئے ضروری ہے کہ شیخ کو سب حالات بتلائے تاکہ وہ اصلاح کر سکے

صحت روحانی بنتی تب ہے۔ جب اللہ تعالےٰ سے تعلق درست ہو۔ اور اس وقت بگڑتی ہے جب اللہ تعالےٰ سے تعلق بگڑ جائے۔ حرام کھانے سے اللہ تعالےٰ سے تعلق بگڑ جاتا ہے۔ لاہور میں دیہات کی نسبت زیادہ چیزیں حرام کی ہوتی ہیں۔ جس طرح جسمانی صحت بد پرہیزی سے بگڑ جاتی ہے۔ اسی طرح روحانی صحت بھی بد پرہیزی سے بگڑ جاتی ہے روحانی صحت کی بد پرہیزی حرام کھانا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ الَّذِيْنَ اِذَا رُأُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ الحدیث (رواھما احمد والبیھقی فی شعب الایمان) باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم (ترجمہ۔ عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آئے۔) ان کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں۔ جن کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ بھول جاتا ہے۔ صحت روحانی بگڑ جاتی ہے۔ میرے ابتدائی دوستوں میں سے ایک شخص کا واقعہ میں اکثر ذکر کیا کرتا ہوں۔ انہوں نے کسی اللہ کے بندے سے اَللّٰہ کا نام سیکھا تھا جنکی برکت سے ان کے سینہ میں ایک چراغ روشن تھا۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک دن پانی والے تالاب کی طرف سے دہلی دروازہ کی جانب جا رہا تھا۔ سنہری مسجد سے ذرا آگے ایک نوجوان حسینہ جمیلہ دوشیزہ ہندو لڑکی پر میری نظر کا پڑنا تھا کہ وہ چراغ بجھ گیا۔ اور اس کے بعد آج تک روشن نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ تو اتنا نازک مزاج محبوب ہے کہ وہ غیر پر نظر پڑ جائے تو روٹھ جاتا ہے کہ ہم سے بھی یاری اور غیروں سے بھی یاری۔ بعض اوقات بے دینوں کی صحبت سے بھی صحت روحانی بگڑ جاتی ہے۔ وہ نازک مزاج محبوب انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ ان کا اپنا ارشاد ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ٥ (سورہ ق رکوع ۲۔ پ ۲۶)۔ (ترجمہ اور ہم اس سے اس کی رگ گلو سے بھی زیادہ قریب ہیں۔) بعض اوقات انسان ایک نظر سے پھنس جاتا ہے۔ ایک نظر پڑی اور طبیعت بگڑ گئی۔ اللہ تعالےٰ ناراض ہو گئے اور تعلق کاٹ دیا۔ اسی لئے حکم ہے:۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ الآیہ (سورہ النور رکوع ۴۔ پ ۱۸)۔ ترجمہ (ایمان والوں سے کہدو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں۔ اور شرمگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں) یہ ایماندار مردوں کے لئے حکم ہے۔ ایماندار عورتوں سے بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں۔ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ الآیہ ۔ ترجمہ (اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں)

میں نے صحت روحانی کے بگڑنے کے دو سبب عرض کئے ہیں۔ ۱۔ حرام یا مشتبہ چیز کا کھانا۔ ۲۔ بے دینوں کی صحبت۔ تربیت یافتہ انسان تو خود محسوس کرتا ہے کہ صحت رُوحانی کے بگڑنے کے اسباب کیا ہیں اور کونسا گناہ ہوا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گئے ہیں۔ عام آدمی اس کو محسوس نہیں کرتے۔ اللہ مجھے اور آپ کو مرتے دم تک اپنی روحانی صحت کے بحال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

علم اور چیز ہے۔ عمل اور چیز ہے جس طرح طب کی کتابیں پڑھنے کے بعد کسی ماہر طبیب کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ یا سائنس کی کتابیں پڑھنے کے بعد کسی لیبارٹری میں تجربہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح صحیح علم حاصل کرنے کے بعد صحبت کی بھی ضرورت ہے۔ صحبت میں رنگ چڑھتا ہے۔ بعض آدمی باتوں سے دوسروں کو موہ لیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے عالم ہیں۔ لیکن نماز ایک بھی نصیب نہیں ہوتی۔ عمل میں کھوٹے ہیں۔ علم صحیح حاصل کر لینے کے بعد عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ جب تک کہ کسی عامل کی صحبت نصیب نہ ہو اول صحیح علم کی ضرورت ہے اور وہ کتاب و سنت کا علم ہے۔ اس کے بعد اللہ والوں کی صحبت ممتدہ بھی ضروری ہے۔ پھر رنگ چڑھتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی صحت روحانی بحال رکھنے کے لئے صحیح علم اور اللہ والوں کی صحبت نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۷ صفر المظفر ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۳ر اگست ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

مسلمانوں میں تین قسم کے آدمی ہیں

۱۔ خواہشات نفسانی کے بندے ۲۔ زر پرست ۳۔ خدا پرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اما بعد

تمہید

اصل عنوان بعد میں عرض کروں گا پہلے تمہید عرض کرتا ہوں۔ انسان کے اندر اللہ تعالےٰ نے دو چیزیں رکھی ہیں ۔ا۔ رُوح۔ ۲۔ جسم۔ روح جسم کے اندر موجود ہو تو انسان زندہ ہے۔ اگر روح جسم سے جدا ہو جائے۔ تو انسان مُردہ کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روح اور جسم کی تربیت کے لئے علیحدہ علیحدہ نظام مقرر فرمائے ہیں۔ اگر ماں جننے کے بعد بچے کی تربیت نہ کرے تو بچے کو کتے اور بلیاں کھا جائیں۔ ماں بچے کی جسمانی تربیت کرتی ہے۔ باپ ضروریات بہم پہنچاتا ہے۔ اگر اپنا دودھ بچے کے لئے کافی نہ ہو تو ماں بازار سے دودھ منگوا کر اس کو پلاتی ہے۔ پیسے باپ کما کر لاتا ہے۔ غرضیکہ ماں اور باپ دونوں مل کر بچے کی تربیت کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے حقوق کا بار بار ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد ملاحظہ ہو۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا الآیۃ (سورہ البقرہ۔ ع ۱۰۔ پ ۱)۔ (ترجمہ۔ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِہِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ (رواہ ابن ماجہ) باب البر والصلۃ الفصل الثالث) ترجمہ (حضرت ابوامامہ سے روایت ہے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہؐ ماں باپ کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ دونوں تیرا جنت اور دوزخ ہیں) ماں اور باپ جسمانی مُربّی ہیں۔

روحانی مُربی

روح عالم ملکوت سے لا کر انسان کے جسم کے اندر ڈالی جاتی ہے۔ حدیث شریف

ہیں آتا ہے کہ جب چوتھے مہینہ ماں کے پیٹ میں بچہ کی ساخت مکمل ہو جاتی ہے تو اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل۔ ع ۱۰۔ پ ۱۵)۔ ترجمہ (اور یہ لوگ تجھ سے رُوح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہدو روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے)

جسم اس جہان کی پیداوار ہے۔ اس لئے اس کی غذا یہیں پیدا ہوتی ہے۔ روح عالم ملکوت سے آئی ہے اس لئے اس کو عالم ملکوت سے غذا پہنچائی جاتی ہے اور وہ ہے ذکر اللہ اسی لئے مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہود سے فرمایا کہ تم یہاں کی پیداوار ہو اور روح آسمان سے آئی ہے۔ اس لئے تمہیں اس کے متعلق زیادہ علم نہیں دیا گیا۔ ماں باپ جسم کی تربیت کرتے ہیں۔ وہ بچہ کے لئے کھانے پینے پہننے کی چیزیں مہیا کرتے ہیں بیمار ہو جائے تو حکیم یا ڈاکٹر سے علاج کراتے ہیں۔ اصل چیز روح ہی ہے اس کی تربیت انبیاء علیہم السلام کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اب آپؐ کے دروازہ کے غلام کتاب وسنت کی روشنی میں لوگوں کی روح کی تربیت کریں گے۔ قرآن مجید کی حفاظت کا ٹھیکہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (سورۃ الحجر۔ ع ۱ پ ۱۴)۔ ترجمہ (ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے۔ اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں)۔

قرآن مجید کے ساتھ حدیث شریف بھی محفوظ ہے۔ حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ط اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (سورۃ النجم ع ۱ پ ۲۷)۔ (ترجمہ۔ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے) ہمارا ایمان ہے۔ قرآن بھی وحی ہے۔ حدیث بھی وحی ہے

اس مجلس کا مقصد بھی رُوحانی تربیت ہے۔ میں جو کچھ عرض کرتا ہوں۔ کتاب و سنت کی روشنی میں عرض کرتا ہوں۔ اس کو وعظ نہ سمجھئے کہ ایک کان سے سُن کر دوسرے سے نکال دیا۔ بلکہ یہاں جو بھی آئے۔ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھ کر بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ مجھ سے کہلواتے ہیں۔ اگر آپ اس کو گوش ہوش سے سنیں گے۔ لوح دل پر لکھ کر لے جائینگے اور عمل میں لائیں گے۔ تو انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔ اگر عمل نہ کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ فلاں جمعرات کو میں نے تمہیں مجلس ذکر میں لا کر بٹھایا تھا اور اپنے ایک بندے کے ذریعہ تم کو یہ باتیں پہنچائی تھیں ان پر کیا عمل کر کے آئے ہو۔ روحانی مربی وہی ہو سکتا ہے۔ جس کے دائیں ہاتھ میں مشعل قرآن ہو اور بائیں ہاتھ میں مشعل حدیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ ہم نے رسول اللہؐ کے دروازہ سے گذر کر دربار الٰہی میں پہنچنا ہے جو کتاب و سنت کا عالم نہیں۔ وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے؟

آنکہ خود گم است کرا رہبری کند

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ایک شخص صوفی کہلائے۔ آسمان پر اُڑتا ہوا نظر آئے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگوا کر لائے قبلۂ عالم کہلائے۔ اگر اس کا مسلک رسول اللہؐ کے مسلک کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔ ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ آسمان پر اُڑ کر جانا ولایت کا کمال نہیں ہے۔ آسمان پر روز شیاطین جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو ستارے ٹوٹتے ہیں۔ یہ ان شیاطین پر بم پھینکے جاتے ہیں۔ روحانی مربی ایسی تربیت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتے ہیں۔

یہ تو تمہید ہی تھی۔ آج کا عنوان ہے

مسلمانوں میں تین قسم کے آدمی ہیں

۱۔ خواہشات نفسانی کے بندے۔ ۲۔ زر پرست ۳۔ خدا پرست

۱۔ خواہشات نفسانی کے بندے

وہ ہیں۔ جو اپنے نفس کا کہنا تو مانیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کا حکم نہ مانیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَ سَآءَ سَبِيْلًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل۔ ع ۴۔ پ ۱۵)۔ (ترجمہ اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بُری راہ ہے) اللہ تعالیٰ روکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمائیں۔ مگر نفس کے بندے نفس کے کہنے پر زنا ضرور کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ المائدہ ع ۱۲ پ ۷)۔ (ترجمہ۔ اے ایمان والو شراب اور جُوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو۔ تاکہ تم نجات پاؤ۔)

نفس کے بندے اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں۔ اے اللہ! تو کہتا ہے شراب نہ پیو۔ لیکن ہم شراب ضرور پئیں گے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ الایہ (سورۃ الجاثیہ۔ ع ۳۔ پ ۲۵)۔ (ترجمہ بھلا آپ نے اس کو بھی دیکھا جو اپنی خواہش کا بندہ بن گیا ہو)۔ یہ نفس کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے۔ جس کے سامنے انسان اپنی ہستی کی سپر ڈال دے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

اللہ تعالیٰ کی رضا ایک طرف ہو اور دنیا کا نفع دوسری طرف۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا خیال رہے۔ خواہ ایک پائی بھی گھر میں نہ آئے۔

دل کی بینائی

دل میں بینائی پیدا ہونے کے بعد ان باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ تو میں عرض کر رہا ہوں۔ دل کی بینائی کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (سورۃ الحج ع ۶ پ ۱۷)۔ (پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل

جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔ لاہور میں ایک لاکھ میں ایک بھی دل کا بینا ہوتا تو کم از کم چودہ تو ہوتے۔ اگر چودہ ہوتے تو لاہور میں فحاشی کے اڈے اور سینما بینی کا شوق اتنا نہ ہوتا۔ جتنا اب ہے۔ اگر کسی جنگل میں چودہ شکاری شکار کے لئے چلے جائیں اور سب کے پاس بندوقیں اور رائفلیں ہوں تو وہاں کسی قسم کا شکار رہ سکتا ہے؟ اللہ والے دلوں کے شکاری ہوتے ہیں۔ اگر لاہور کے چودہ کونوں پر چودہ دلوں کے شکاری ہوتے تو یہاں روحانی بیماریاں عام نہ ہوتیں۔ صرف لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ہی ہوتا۔ اور لاہوریوں کی زندگیاں کتاب و سنّت کے مطابق ہوتیں۔ نہ کفر رہتا۔ نہ شرک رہتا۔ لاہوریوں کو قرآن مجید پڑھنے اور سُنت پر چلنے کا شوق ہوتا۔ مجھے اس بات کا دُکھ ہے۔ کہ جو ان کی ہاں میں ہاں ملائے اس کو لاہوری اپنا سمجھتے ہیں۔ جو ان کو حق کہے اس کو یہ اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ وقت ختم ہو چکا ہے۔ آج میں نے صرف ایک قسم کے متعلق کچھ عرض کیا ہے۔ باقی دو کے متعلق انشاء اللہ آئندہ جمعرات عرض کروں گا۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو نفس کا بندہ اور زر پرست بننے سے بچائے اور خدا پرست بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ اپنا ہاتھ اس سے زیادہ کھولے، یہ کہ کر آپ ﷺ نے اپنی کلائی کے نصف پر ہاتھ رکھا۔ (ابن جریر، ج۱۹ص۱۵۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری: ۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تجھ میں شرم وحیا نہ ہو تو جو جی چاہے کر۔ (بخاری: ۳۴۸۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ ایک مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔ (ابوداؤد: ۵۲۷۳)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اَمَّا بَعْد

تمہید

جو احباب ہمیشہ آتے ہیں۔ ان کو تو علم ہے کہ اس مجلس کی غرض کیا ہے؟ اس کی غرض ہے تعلق باللہ اور تعلق بالمخلوق کی درستی۔ بعض احباب ہر جمعرات کو نئے ہوتے ہیں۔ ان سے عرض کرتا ہوں کہ صرف رضائے الٰہی کے لئے آئیں۔ یہاں ہر جمعرات کو آنے والوں کو اللہ تعالیٰ مغفرت کا تمغہ عطا فرماتے ہیں۔

اس کا ثبوت

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُوْلُ عِبَادِيْ قَالَ يَقُوْلُوْنَ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ قَالَ فَيَقُوْلُ كَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَّاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا وَّاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا قَالَ فَيَقُوْلُ فَمَا يَسْاَلُوْنَ قَالُوْا يَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَّاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَّاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُوْلُ فَهَلْ رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَّاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُوْلُ فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ

(رواہ بخاری) باب ذکر اللہ عزوجلّ والتقرب الیہ الفصل الاوّل

(ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے۔ جو راستوں میں ان لوگوں کو تلاش کرتی رہتی ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ پس جب وہ کسی جگہ ذکر الٰہی کرنے والے لوگوں کو پا لیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہتے ہیں۔ آؤ اپنے مقصد کی طرف آؤ (یعنی ذکر الٰہی کو سننے اور ذکر اللہ کرنے والوں سے ملنے کے لئے اس کے بعد) آپ نے فرمایا۔ پس وہ (فرشتے آ جاتے ہیں اور) اپنے پروں سے ذکر الٰہی کرنے والوں کو ڈھانک لیتے ہیں اور آسمان دنیا تک جا پہنچتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان کا رب ان سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ ان سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہوتا ہے۔ کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا فرشتے کہتے ہیں۔ تیری پاکی بیان کر رہے تھے۔ تیری عظمت و بزرگی کا ذکر کر رہے تھے۔ تیری تعریف کر رہے تھے اور تیری عظمت کے ساتھ تجھے یاد کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے آپؐ نے فرمایا پھر وہ (فرشتے) کہتے ہیں نہیں اللہ کی قسم انہوں نے آپ کو دیکھا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر وہ (فرشتے) کہتے ہیں۔ اگر وہ آپ کو دیکھ لیں تو آپ کی بہت زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ آپ کی بزرگی بیان کرتے اور بہت زیادہ آپ کی تسبیح بیان کرتے آپ نے فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ پھر وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں (آپؐ نے فرمایا) فرشتے کہتے ہیں۔ آپ سے بہشت مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ اور کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ پھر وہ (فرشتے) کہتے ہیں نہیں۔ خدا کی قسم اے (ہمارے) رب انہوں نے بہشت کو دیکھا نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے اگر یہ لوگ اسے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو۔ آپ نے فرمایا (فرشتے) کہتے ہیں۔ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو بہشت کی خواہش ان میں بہت زیادہ بڑھ جاتی۔ اور بہشت کی طلب ان میں سخت ہو جاتی اور بہشت کی طرف ان کی رغبت بہت بڑھ جاتی۔ آپ نے فرمایا۔ پھر وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا (فرشتے) عرض کرتے ہیں۔ دوزخ سے آپؐ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ پس کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا (فرشتے) کہتے ہیں نہیں۔ اللہ کی قسم اے (ہمارے) رب انہوں نے دوزخ کو دیکھا نہیں ہے آپؐ نے فرمایا پھر (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں۔ تو ان کا کیا حال ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر (فرشتے) کہتے ہیں۔ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو وہ اس سے بہت زیادہ بھاگیں اور اس سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوں آپؐ نے فرمایا۔ پھر (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے۔ پھر میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ آپؐ نے فرمایا فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے۔ ان لوگوں میں فلاں شخص ہے جو ان میں شامل نہیں ہے (مثلاً کسی کام کے لئے ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ لوگ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رکھا جاتا (لہٰذا وہ بھی بخشا گیا)۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو مرتے دم تک اس مجلس کی برکتوں سے مستفیض

ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا کریں کہ صبح کا درس دینے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے پہلے اللہ تعالےٰ قبرستان پہنچا دیں تاکہ نہ درس قضا ہو اور نہ نماز قضا ہو۔ میں آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو سدا اپنے دروازہ پر لائے کتاب وسنت کا پیغام گوش ہوش سے سننے۔ لوح دل پر لکھ کر لے جانے اور عمل میں لانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

گذشتہ جمعرات، میں نے عرض کیا تھا کہ مسلمانوں میں تین قسم کے آدمی ہیں (۱) خواہشات نفسانی کے بندے (۲) زرپرست۔ (۳) خدا پرست۔ پہلی قسم کے متعلق میں گذشتہ جمعرات عرض کر چکا ہوں۔ باقی دو قسموں کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔

زرپرست

زرپرست ہر کام دنیا کے لئے کرتے ہیں۔ وہ نماز اس لئے نہیں پڑھتے۔ کہ اس میں پیسے نہیں ملتے۔ اڑھائی من کی بوری اٹھا لیں گے کیونکہ اس میں پیسے ملتے ہیں۔ ان کو پیسہ مطلوب ہے اللہ تعالےٰ کی رضاء اور رسول اللہؐ کا اتباع مقصود نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَ عَبْدُ الدِّرْھَمِ وَعَبْدُ الْخَمِیْصَۃِ اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ وَاِنْ لَّمْ یُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَکَسَ وَ اِذَا شِیْکَ فَلَا انْتَقَشَ (الحدیث) (رواہ البخاری) کتاب الرقاق۔ الفصل الاول۔ (ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دینار درہم اور کپڑے کا بندہ ہلاک ہو۔ اگر اس کو یہ چیزیں دی جائیں تو خوش ہو اور نہ دی جائیں تو نہ خوش ہو۔ ہلاک ہو اور سرنگون و ذلیل ہو یہ بندہ۔ اور جب اس کے پاؤں میں کانٹا لگ جائے اور نہ نکالا جائے۔

حافظ قرآن مجید

میں ۱۹۱۷ء میں اس مسجد میں آیا تھا اس وقت سے لے کر آج تک میں نے رمضان المبارک میں قرآن مجید سنانے والا ایسا حافظ کبھی نہیں رکھا۔ جس کو پیسے دینے پڑیں۔ تب سے ایسے اللہ تعالیٰ کے بندے آتے رہے ہیں جو حسبۃً للہ قرآن مجید سناتے ہیں۔ جو حافظ پیسوں کا پہلے فیصلہ کر کے قرآن مجید سنائے اس کے پیچھے کھڑے ہو کر قرآن مجید سننا گناہ ہے۔ یہ قرآن مجید کو بیچنا ہے۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ کتنے پیسے دو گے۔ اگر محلہ والے سو روپیہ کی پیشکش کریں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ سوا سو روپیہ تو میں فلاں مسجد میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ انجمن خدام الدین نے نہ چندہ کرنے کے لئے سفیر رکھے ہوئے ہیں اور نہ چندہ کے لئے اپیلیں شائع کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ خود ہی بھجوا دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو زرپرستی کی بیماری سے پناہ دے۔ آمین یا الہ العالمین۔

خدا پرست

خدا پرست وہ ہیں جن کو ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو۔ ان کی زندگی کا نصب العین ہی رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ ان کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے۔ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُکُوْرًا ۝ (سورۃ الدھر ع۱ پ۲۹)۔ (ترجمہ۔ اور وہ اس کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم جو تمہیں کھلاتے ہیں تو خاص اللہ کے لیے۔ نہ ہمیں تم سے بدلہ لینا مقصود ہے اور نہ شکر گزاری) عربی دان ہی اس کلام کا زور سمجھ سکتے ہیں۔ اِنَّمَا کلمۂ حصر ہے۔ زرپرست ہر کام پیسے کے لئے کرتے ہیں۔ خدا پرست اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال لٹاتے ہیں پھر شریف آدمی معمولی سی خدمت پر بھی شکریہ ادا کرتا ہے۔ خدا پرست شکریہ بھی نہیں چاہتے۔ اللھم اجعلنا منہم

ہر چیز کی منڈی ہے

اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے چالیس سال سے قرآن مجید سنانے کی توفیق عطا فرما رکھی ہے۔ وہ اگر چاہتا تو ایک سال کے بعد ہی دنیا سے اٹھا لیتا۔ میں چالیس سال سے کہہ رہا ہوں کہ ہر چیز کی علیحدہ علیحدہ منڈی ہوتی ہے۔ کفایت شعار آدمی منڈی میں سودا لینے کے لئے خود جاتے ہیں۔ دولتمند نوکر کو بھجواتے ہیں۔ غرضیکہ منڈی میں سودا لینے کے لئے یا خود جاتے ہیں۔ یا وکیل نوکر کو بھجواتے ہیں۔

ہدایت کی منڈی

جس عقل سے دنیا کے معاملہ میں کام لیتے ہو۔ اسی عقل سے دین کے معاملہ میں کیوں کام نہیں لیتے مساجد ہدایت کی منڈیاں ہیں۔ جس طرح دوسری منڈیوں سے سودا لینے کے لئے یا خود جاتے ہو یا وکیل (نوکر) کو بھجواتے ہو۔ اسی طرح اگر ہدایت کی ضرورت ہے تو یا خود آیئے یا کسی وکیل (شارٹ ہینڈ رائٹر) کو بھجوایئے۔ جو واپس جا کر قرآن مجید کا درس لفظ بلفظ آپ کو سنا دے

جنت کا ٹکٹ

اگر آپ خود آئیں گے تو لوگ کہیں گے۔ میاں صاحب بڑے نیک ہیں۔ دو میل سے روزانہ درس میں موٹر پر آتے ہیں۔ یہ جنت کا ٹکٹ ہے۔ جو یہاں آنے سے میاں صاحب کو ملے گا۔

اس کا ثبوت

عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَۃٍ فَاَثْنَوْا عَلَیْھَا خَیْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰی فَاَثْنَوْا عَلَیْھَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ ھٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْہِ خَیْرًا فَوَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ وَ ھٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْہِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَہُ النَّارُ اَنْتُمْ شُھَدَآءُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ (متفق علیہ) وَ فِیْ رِوَایَۃٍ اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُھَدَآءُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ (باب المشی بالجنازۃ۔ الفصل الاول۔ (ترجمہ۔ انسؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کی ایک جماعت ایک جنازہ کے پاس سے گذری۔ اور اس کی بھلائی کی تعریف کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کو سن کر فرمایا۔ واجب

ہوئی۔ پھر یہ جماعت ایک اور جنازہ کے قریب سے گذری اور اُسکی برائی کی۔ آپؐ نے فرمایا واجب ہوئی۔ حضرت عُمرؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ کیا چیز واجب ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ جس میّت کی بھلائی کی تم نے تعریف کی۔ اس کے لئے جنت واجب ہوئی اور جس کی تم نے بُرائی کی اُس کے لئے دوزخ واجب ہوئی اور تم لوگ زمین پر خدا کے گواہ ہو۔ (بخاری۔ مسلم) اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ کہ مؤمن بندے زمین میں خدا کے گواہ ہیں۔

یہ میاں صاحب کے لئے سستا سودا ہے۔ اگر قرآن مجید کا مبلّغ ان کی دو لاکھ کی کوٹھی پر جائیگا تو اس سے دین کی توہین ہوگی۔ لوگ کہیں گے کہ مولوی صاحب کچھ مانگنے ہی گئے ہوں گے۔ میں نے ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور میں صدرِ مملکت سے کہہ رکھا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے فوجی افسروں کو مفت قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لئے تیار ہوں۔ نہ حکومت سے کرایہ لوں گا۔ نہ کھانا کھاؤں گا۔ بچوں کی طرح ان افسروں کو قرآن مجید سبقاً سبقاً پڑھاؤں گا۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے اپنے دروازہ کے سوا سب سے بے نیاز کر دے۔

اللہ کے دروازہ پر

ہم سب کچھ سیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ پوچھیں گے کہ جو سیکھا تھا۔ اس پر کیا عمل کرکے آئے ہو۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ اَحَدٌ یُّحَاسَبُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا ھَلَكَ قُلْتُ اَوَلَیْسَ یَقُوْلُ اللّٰہُ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَّنْ نُّوْقِشَ فِی الْحِسَابِ یَھْلِكُ۔ (متفق علیہ) (باب الحساب والقصاص والمیزان۔ الفصل الثالث)۔

(ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس سے قیامت کے دن حساب نہ لیا جائے مگر وہ ہلاک ہوگا۔ میں نے کہا کیا اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ پس قریب ہے کہ اس سے حساب آسان لیا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ یہ پیش کرنا ہے۔ لیکن جس کے حساب میں جرح کی گئی۔ وہ ہلاک ہوگا۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر محض اللہ کے لیے آئیں گے۔ تو وہ راضی ہو جائے گا۔ اور جنت کا ٹکٹ عطا فرما دے گا۔ یہاں آنے سے آنکھیں کھلتی ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے اور کر کیا رہے ہیں۔ اگر ایک مسلمان لاکھوں روپیہ کا مالک ہو اور اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہے تو یہ دولت اس کے حق میں رحمت ہے۔ لیکن مسلمان نوجوانوں کی اکثریت کو اللہ تعالےٰ آسودہ حال بنا دیں تو وُہ زنا کرنے اور شراب پینے لگتے ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے حرام کی کمائی۔ مجھے ایسے مسلمانوں کے نام معلوم ہیں۔ جن کا والد مرتے وقت فی بیٹا ایک لاکھ روپیہ نقد دے گیا تھا۔ اور کوٹھی الگ تھی۔ اب وُہ بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو خواہشات نفسانی کے بندے اور زر پرست بننے سے بچائے اور خدا پرست بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العٰلمین۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقینا نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص مجھ سے ڈر کر اسے چھوڑ دے گا میں اسے اس کے بدلے ایسا قیمتی ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔ (طبرانی: ۱۰۳۶۲)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اصلاحِ باطن کے فوائد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد

اس مجلس میں حاضر ہونے کی غرض کیا ہے وہ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ جو احباب ہمیشہ تشریف لاتے ہیں ان کو تو اس کا علم ہے ۔ کیونکہ یہ مجلس سالہا سال سے منعقد ہو رہی ہے ۔ ہر مجلس میں بعض احباب نئے ہوتے ہیں ان کی اطلاع کے لئے عرض کرتا ہوں کہ اصل میں یہ مجلس ان لوگوں کی تربیت کے لئے منعقد ہوتی ہے ۔ جن کی مجھ سے بیعت ہے ۔ دوسرے احباب بھی اس میں شامل ہونے کے لئے آکر بیٹھ جاتے ہیں ۔ ہم اللہ تعالےٰ کا نام لیتے ہیں ۔ اس لئے اس میں جس کا جی چاہے شریک ہو سکتا ہے ۔ ع چشم ما روشن دل ما شاد

ہر کام میں

استاد کی ضرورت ہوتی ہے ۔ مثلاً جوتا گانٹھنا موچی سے چونکہ یہ کام استاد سے سیکھا ہے اس لئے وہ کر سکتا ہے ۔ بی ۔ اے ۔ اور مجھ جیسے مولوی نہیں کر سکتے ۔ انسان میں استعداد خداداد ہوتی ہے ۔ اس کو بروئے کار لانے کے لئے استاد کی ضرورت ہے ۔ عالمانہ رنگ میں اسکو یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ ہر قوت کو فعل میں لانے کے لئے استاد کی ضرورت ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری صفات حمیدہ بیان فرمائی ہیں ۔ میں ان میں سے دو کا ذکر کرتا ہوں وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ الآیہ (سورۃ الجمعہ رکوع ۱ پ ۲۸) ۔ ترجمہ ۔ وہ (پیغمبر) ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب کی تعلیم دیتا ہے ۔ جس طرح طالب علم استاد سے سوال کرتے ہیں اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ سے سوال کرتے تھے ۔ آپ اللہ تعالےٰ سے لے کر ان سوالات کا جواب دیتے تھے ۔ ان سوالات اور جوابات کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے ۔ یہ معلم کی حیثیت ہے

تزکیۂ نفس

آپ تعلیم کتاب کے علاوہ صحابہ کرامؓ کا تزکیۂ نفس بھی فرماتے تھے ۔ اس کی برکت سے ان کا اندر امراض روحانی سے پاک ہو جاتا تھا اور خوف خدا غالب ہو جاتا تھا ۔ آپ کے حضور میں تزکیہ نفس وہبا ہوتا تھا ۔ اب کسبا حاصل کرنا پڑتا ہے ۔ جب سورج نکلا ہوا ہو تو ہر ایک کو روشنی مفت ملتی ہے ۔ غروب ہونے کے بعد ہر ایک کو روشنی کا اپنا انتظام کرنا پڑتا ہے ۔ بعینہٖ اسی طرح جب آفتاب نبوت دنیا میں جلوہ گر تھا ۔ اس وقت جس نے صدق دل سے کلمہ پڑھا ۔ اس کا سینہ امراض روحانی سے پاک ہو گیا ۔ آپ کے دنیا سے روپوش ہو جانے کے بعد اولیائے کرام نے امراض روحانی سے شفایاب ہونے کے طریقے کتاب و سنت کی روشنی میں ایجاد کئے ۔ اب تزکیۂ نفس کسبا حاصل کرنا پڑتا ہے ۔

بدعت کی تعریف

بعض بے سمجھ ہر بات کو جو رسول اللہ صلعم سے ثابت نہ ہو بدعت کہہ دیتے ہیں ۔ بدعت کی یہ تعریف غلط ہے ۔ بدعت کی صحیح تعریف

یہ ہے کہ دین کے رنگ میں کوئی نئی بات ایجاد کی جائے اور اس کو ساری امت کے لئے لازمی قرار دیا جائے - لازمی سمجھنے کا ثبوت یہ ہے کہ نہ کرنے والوں پر طعن کیا جائے گذشتہ سال جب میں عمرہ کے لئے گیا - تو ہمارا ہوائی جہاز کراچی سے چند گھنٹوں میں الخبر پہنچ گیا - وہاں جس مسجد میں میں نماز ادا کیا کرتا تھا - اس کا امام حنبلی مذہب کا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک بدعت کے کیا معنی ہیں - اس نے جواب دیا کہ جو دین کا مسئلہ رسول اللہ ص سے منقول نہ ہو - میں نے کہا کہ اگر ایک شخص روزانہ کلمہ طیبہ ایک لاکھ یا درود شریف ایک لاکھ پڑھتا ہے تو کیا یہ بدعت ہے - حالانکہ یہ رسول اللہؐ سے ثابت نہیں ہے - کہنے لگا کہ یہ تو بدعت نہیں - میں نے کہا کہ آپ کی بدعت کی تعریف میں یہ چیزیں داخل ہیں کیونکہ رسول اللہ ص سے یہ چیزیں منقول نہیں ہیں - اس کے بعد میں نے جب اس کو بدعت کے معنی سمجھائے تو کہنے لگا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں - میرا علم ناقص ہے، سمجھ بھی اللہ تعالے کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے -

خوف خدا

غرضیکہ رسولؐ اللہ کے حضور میں خوف خدا دہیا حاصل ہوتا تھا - اب اللہ والے اللہ ہو سکھاتے ہیں - گھر کے اندر اور باہر - اُٹھتے بیٹھتے - اللہ ہو کا ذکر کراتے ہیں - پھر بھی اللہ تعالے بھول جاتا ہے - اور گناہ ہو جاتا ہے رسولؐ اللہ کے زمانہ میں ایک ہی زنا کا واقعہ ہوا ہے - ان پر چونکہ خوف خدا غالب تھا - اس لئے وہ خود رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ یا رسولؐ اللہ! مجھے پاک کیجئے - آپؐ منہ پھیر لیتے ہیں - وہ دوسری طرف سے آکر عرض کرتا ہے کہ مجھے پاک کیجئے - آپؐ پھر منہ پھیر لیتے ہیں - آپؐ رحمۃ للعلمین ہیں اس لئے چاہتے ہیں کہ وہ اقبال جرم سے باز آجائے - لیکن وہ اصرار کر رہا ہے - بالآخر اسے رجم کیا گیا - یہ ہے خوف خدا - پتہ ہے کہ زنا کی سزا رجم ہے - لیکن ملزم بار بار اس کے لئے اپنے آپ کو پیش کر رہا ہے - ہمارے دلوں میں چونکہ خوف خدا نہیں ہے - اس لئے سزا سے بچنے کے لئے سب پاپڑ بیلتے ہیں -

اس کا سبب

یہ ہے کہ ہمارے ہاں کھانے پینے کی اکثر چیزیں حرام ہوتی ہیں - کھانڈ حرام کی، دودھ حرام کا - گوشت حرام کا اور گھی حرام کا - حرام کھانے سے اوّل تو عبادت کی توفیق ہی سلب ہو جاتی ہے اگر عبادت کی جائے تو قبول نہیں ہوتی - رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا (الحدیث، رواہ مسلم، باب الکسب وطلب الحلال) ترجمہ - حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ پاک ہے - پاک کے سوا کچھ قبول نہیں کرتا، اگر کسی شخص کے سامنے کتا پیالہ میں سے کچھ کھا یا پی جائے - اور آپ اسی پیالہ میں کڑھا ہوا دودھ جس میں بالائی پڑی ہوئی ہو اس کو پیش کریں تو وہ ہرگز نہیں پیئے گا - اے انسان! جب ناپاک ظرف میں پاک مظروف کو تیری غیرت قبول نہیں کرتی تو اللہ تعالے ناپاک چیز کو کس طرح قبول کرسکتا ہے - دعا کے الفاظ اگرچہ پاک ہوتے ہیں - لیکن انسان کی ناپاک زبان سے نکلنے کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی

ایک واقعہ

ایک نیک عورت کے ہمسائے جیب کترے ہیں - جس دن چوری یا جیب کترنے سے ان کو آمدنی زیادہ ہو جاتی ہے - اس دن وہ دیگ پکا کر تقسیم کرتے ہیں - یہ جب کھانے سے انکار کرتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ وہابن ہے اللہ تعالے کے نام کی خیرات کبھی نہیں کھاتی یاد رکھو حرام مال سے دی ہوئی خیرات قبول نہیں ہوتی —

اللہ ھو

کے پاک نام کی برکت سے اندر پاک ہو جاتا ہے اندر پاک ہو جائے تو ذرا سی غلطی کا بھی پتہ لگتا ہے - جس طرح سورج کے سامنے ابر آ جائے تو اس کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے اسی طرح گناہوں سے اللہ تعالے کے تعلق میں خلل پڑ جاتا ہے - توبہ کی - کنکشن ٹھیک ہو گیا اس کے متعلق رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے :- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (رواہ ابن ماجہ، باب الاستغفار والتوبہ - الفصل الثالث) ترجمہ - حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں - پھر گناہ کیا - پھر تعلق باللہ میں خلل پڑ گیا - توبہ کی - تعلق درست ہو گیا باہر سے کسی مبلغ کی ضرورت نہیں ہوتی اللہ ھو کے پاک نام کی برکت سے خود بخود پتہ لگتا رہتا ہے -

حلال حرام کی تمیز

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک سے جو موتی ملتے ہیں وہ بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے نہیں ہوتے نہیں ہوتے ان میں سے ایک موتی حلال و حرام کی تمیز ہے - اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خدا نخواستہ میں اولیاء کرام کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابۂ کرام رضہ سے بڑھا رہا ہوں - رسول اللہ ص کا درجہ سب انبیاء سے بڑا ہے - قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے تین واقعات بیان کئے گئے ہیں - ان واقعات سے یہ نتیجہ نکالنا کہ خضرع کا درجہ موسیٰع سے بڑا ہے درست نہیں - موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم نبی ہیں اور خضر علیہ السلام ولی اللہ ہیں نبی نہیں ہیں -

خضر علیہ السلام ایک معصوم بچے کو قتل کر دیتے ہیں تو موسیٰ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے ایک بے گناہ کو بلا قصاص قتل کر دیا اسی طرح کشتی میں سوراخ کرنے اور دیوار کو سیدھا کر دینے پر اعتراض کرتے ہیں -

باطن کا تزکیہ جو اولیاء کرام کی صحبت میں حاصل ہوتا ہے - اس کے فوائد سے انکار نہیں ہو سکتا - میں نے صرف ایک فائدہ عرض کیا ہے اور وہ ہے حلال اور حرام کی تمیز - جو ان فوائد کو نہیں مانتے نہ مانیں - ہم اس کو ان کے لئے ضروری قرار نہیں دیتے - ہم خود کرتے ہیں - دوسروں پر جرح نہیں کرتے - اگر دوسرے اعتراض کریں تو جواب دینا پڑتا ہے - اللہ تعالے مجھے اور آپ کو شیطان اور نفس کے شر سے محفوظ رکھے - آمین یا الٰہ العالمین

میرا سینہ وسیع ہے - جو لوگ مجھے اور میرے بزرگوں کو گالیاں دیتے ہیں - میں تو ان کے لئے بھی دعا کرتا ہوں - اللہ تعالے مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے - اٰمِیْنَ یَا اِلٰہَ الْعٰلَمِیْنَ

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۷۹ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مد ظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

تزکیۂ نفس کی برکات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اما بعد

عرض یہ ہے کہ ہمارا یہ اجتماع جو ہر جمعرات کو ہوتا ہے۔ اصل میں اُن احباب کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ جن کا مجھ سے بیعت کا تعلق ہے۔ اس اجتماع کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق درست ہو جائے اور وہ ہم سے راضی ہو جائے اور ہم امراضِ روحانی سے شفایاب ہو کر دنیا سے رخصت ہوں اللہ ھُو کے پاک نام سے واقعی اللہ تعالیٰ سے انسان کا تعلق درست ہو جاتا ہے اگر اس تعلق میں خلل پڑ جائے۔ تو اللہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے محسوس ہوتا ہے کہ تعلق بگڑ گیا ہے۔ پھر اس کو درست کرنے کی کوشش کرنے سے دوبارہ درست ہو جاتا ہے۔

تعلق باللہ

جس طرح ہر انسان چاہتا ہے کہ اسکی جسمانی صحت درست ہو۔ اسی طرح ہر کلمہ گو کی یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ اسکی روحانی صحت درست ہو۔ روحانی صحت کے درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا تعلق باللہ درست ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے۔

جسمانی صحت

جن کی جسمانی صحت بگڑ جاتی ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جو طب یونانی یا ڈاکٹری کے ماہر ہیں۔ وہ اپنی بیماری کی تشخیص کر کے اس کا خود علاج کر لیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ فلاں بد پرہیزی کی تو زکام ہو گیا اور فلاں بد پرہیزی کا نتیجہ اعضاء شکنی اور بخار ہوا۔ (۲) وہ جو طب یونانی یا ڈاکٹری سے ناواقف ہیں۔ یہ کسی طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جا کر اپنا علاج کراتے ہیں۔

روحانی صحت

جن کی روحانی صحت بگڑ جاتی ہے۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔۱۔ وہ جو طب روحانی کے ماہر ہیں۔ چونکہ یہ کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہ کر اپنی تربیت کرا چکے ہیں۔ اس لئے اپنی صحت روحانی کا خود علاج کر سکتے ہیں۔۲۔ وہ جو طب روحانی سے ناواقف ہیں۔ وہ اپنی صحت روحانی کا علاج نہیں کر سکتے۔ ان کو کامل سے اپنا علاج کرانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

نفس اور شیطان ہر مرد و زن کے ساتھ ہیں۔ یہ دونوں ہر وقت بہکاتے رہتے ہیں۔ تاکہ تعلق باللہ بگڑ جائے۔ جس طرح انسان کی جسمانی صحت کبھی بنتی اور کبھی بگڑتی ہے۔ اسی طرح روحانی صحت بھی کبھی بنتی اور کبھی بگڑتی ہے۔ بعض جسمانی امراض مہلک ہوتے ہیں۔ مثلاً دق۔ اس کا علاج نہ طبیبوں اور نہ ڈاکٹروں کے پاس ہے۔ اسی طرح بعض روحانی امراض بھی مہلک ہوتے ہیں۔ مثلاً کفر۔ شرک اور نفاق اعتقادی۔ یہ تینوں مہلک روحانی امراض ہیں

باغی اور بدمعاش

باغی سرے سے ہی قانون کو تسلیم نہیں کرتا۔ باغی کو کوئی بادشاہ نہیں بخشتا۔ وہ حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہے اس لئے اس کے لئے تختۂ دار ہے بدمعاش قانون کو تو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن عملاً اسکی مخالفت کرتا ہے۔ مثلاً چور باغی نہیں۔ بلکہ بدمعاش ہے۔ چور سزا بھگت کر جیل سے نکل آتا ہے۔ کافر۔ مشرک اور نفاق اعتقادی کے منافق باغی ہیں۔ ان کے لئے نہ شفاعت ہے اور نہ نجات ہے۔ جو دل سے قانون الٰہی کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن عمل کے لحاظ سے قصور وار ہیں۔ ان کو فاسق کہتے ہیں۔ یہ باغی نہیں۔ ان کے لئے شفاعت بھی ہے اور نجات بھی ہے میں جرأت سے کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں کفر شرک اور نفاق اعتقادی موجود ہے۔

تعلیم اور تزکیہ نفس

رسول اللہ صلعم کے ذمہ چار فرض تھے آج میں ان میں سے صرف دو کا ذکر کرونگا وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ الآیہ (سورۃ الجمعۃ ع ۱ پ ۲۸)۔ (ترجمہ۔ اور وہ (پیغمبر) ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے)۔

تعلیم اور چیز ہے ۔ تزکیہ اور چیز ہے تعلیم ظاہر کی ہوتی ہے اور تزکیہ باطن کے امراض سے شفایاب ہونے کا نام ہے رسول اللہ صلعم صحابہ کرام رض کو قرآن مجید کی تعلیم بھی دیتے تھے اور ان کے باطن کو امراض روحانی سے پاک بھی فرماتے تھے۔ رسول اللہ صلعم کے حضور میں صحابہ کرام رض کا تزکیہ نفس وہباً ہوتا تھا۔ اب کسباً حاصل کرنا پڑتا ہے اس کی مثال میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ جب سورج نکلا ہوا ہو تو ہر ایک کو روشنی مفت ملتی ہے۔ کسی کو اپنا چراغ جلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن سورج غروب ہو جانے کے بعد ہر ایک کو روشنی حاصل کرنے کے لئے اپنا چراغ جلانا پڑتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی صحبت میں تزکیہ نفس وہباً حاصل ہوتا تھا اب کسباً حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے اولیاء کرام نے اوراد تجویز کر رکھے ہیں۔ ان کو پڑھنے سے جب انسان کی تکمیل ہو جاتی ہے تو انسان خود تمیز کر سکتا ہے کہ صحت روحانی بحال ہے یا نہیں

صحت کی بحالی

صحت جسمانی کی بحالی یہ ہے کہ انسان کو بھوک لگے اور جو غذا کھائے وہ ہضم ہو جائے۔ صحت روحانی کی بحالی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بلائے تو فوراً حاضر ہو جائے اور اس کا شکریہ بجا لائے کہ اس نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کا موقعہ عطا فرمایا۔ حسد۔ کبر۔ عجب ریا وغیرہ امراض روحانی ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے دُور کر دیتے ہیں۔ انسان ان بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کو پتہ نہیں لگتا تربیت کے بعد انسان کو ان امراض روحانی کا پتہ لگتا ہے۔ جس طرح بچہ جب پانچ جماعت تک پڑھ جاتا ہے تو اس میں کچھ استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح

طالب صادق جب ذرا رواں ہو جاتا ہے تو اس کو احساس شروع ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں گناہ کی شامت پڑی ہے۔ عامی آدمی نہیں سمجھتا۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو سدا ہی اپنے دروازہ پر لائے اور اللہ ھُو کا ذکر بکثرت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

تربیت یافتہ

انسان اوّل تو گناہوں سے بچتا ہے اگر ہو جائے تو اللہ تعالےٰ اس کو توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سے اس کا معاملہ صاف ہوتا رہتا ہے جن کی تربیت نہیں ہوئی۔ وہ گناہ کریں گے۔لیکن اس کا احساس نہ ہوگا۔ ہادی نشیب و فراز سے آگاہ کرتا ہے جیسے طبیب مریض کو اس کی بیماری کا احساس دلاتا ہے اور پھر اس کا علاج کرتا ہے۔ مریض کو نہ بیماری کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ وہ علاج کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر تربیت یافتہ نہ ہو تو امراض روحانی کا احساس نہیں ہوتا اگر گناہ کا احساس نہ ہو تو توبہ کی توفیق نہ ہوگی۔ توبہ کی توفیق نہ ہوگی۔ تو گناہوں کے انبار لگ جائیں گے اور ان گناہوں کی وجہ سے مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔

عذاب قبر

کی دو قسمیں ہیں۔۱۔ دائمی کافر۔ مشرک اور نفاق اعتقادی کے منافق کے لیے عذاب قبر دائمی ہوتا ہے۔ ان کو جہنم میں بھی ہمیشہ رہنا پڑے گا۔۲۔ عارضی جن کے دل میں ایمان ہے۔ لیکن کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے اور بدقسمتی سے اپنا معاملہ اللہ تعالےٰ سے صاف نہ کر سکے۔ ان کو اس گناہ سے پاک کرنے کے لئے عارضی طور پر عذاب قبر میں مبتلا کیا جائے گا۔ گناہ کی سزا بھگتنے کے بعد عذاب ٹل جائے گا۔

اللہ ھُو

کا پاک نام ہی کسی کامل سے سیکھنا پڑتا ہے۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اول تو کامل کا ملنا مشکل۔ کامل نایاب نہیں۔ کم یاب ضرور ہیں۔ اگر مل جائے تو ہر شخص ان سے فیض حاصل نہیں کر سکتا۔ فیض حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عقیدت۔ ادب اور اطاعت میں فرق نہ آنے پائے۔ ان میں سے اگر ایک تار بھی کٹ جائے۔ تو طالب مارا جاتا ہے۔ اللہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے جو عجائبات کے دروازے کھلتے ہیں۔ ان کا پتہ اسی شخص کو ہو سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ یہ نعمت عطا فرماتا ہے۔ کونین کا ذرہ بتلاتا ہے کہ مجھ میں کڑواہٹ ہے۔ تو کیا اللہ ھُو کے نام میں کوئی تاثیر نہیں۔ ان میں بے شمار خاصیتیں ہیں۔ ان میں سے ایک ہے حلال اور حرام کی تمیز اللہ ھُو کا جتنا زیادہ ورد ہوگا۔ اتنی ہی زیادہ حلال و حرام کی تمیز ہوگی۔ تزکیہ نفس نہ ہو تو عالم بھی باطن کے اندھے ہوتے ہیں۔

باطن کی آنکھیں

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ آنکھیں دو قسم کی ہیں۔۱۔ ظاہری آنکھیں۔۲۔ باطن کی آنکھیں۔ باطن کی آنکھوں کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ (سورۃ الحج۔ ع ۶ پ ۱۷)۔ (ترجمہ۔ پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں)۔

باطن کا اندھا حلال کے ساتھ حرام بھی کھا جائے گا۔ حرام خوری کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان) باب الکسب و طلب الحلال ـ الفصل الثانی)۔ (حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حرام سے پرورش پانے والا گوشت جنت میں داخل نہیں ہوگا اور حرام سے پرورش پانے والا ہر گوشت اس قابل ہے کہ (دوزخ کی) آگ اس کو اپنے اندر سمیٹے) تزکیہ نفس نہ ہوا تو نتیجہ یہ نکلے گا ہم اہل اللہ کے تزکیہ نفس کے لئے تجویز کردہ اوراد و وظائف کو جزو ایمان قرار نہیں دیتے۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ان مجوزہ طریقوں سے استفادہ نہ کرے اس کیلئے حلال اور حرام کی تمیز ناممکن ہے۔

دعا

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے اور جو تزکیہ نفس کی برکات کے منکر ہیں۔ ان کو ہدایت عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۶ ربیع الاوّل ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

اصلاحِ حال کی اہمیّت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اما بعد

اللہ تعالیٰ کا کروڑہا شکر ہے۔ کہ وہ ہمیں ہر جمعرات کو مل بیٹھنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ ہر جمعرات کو بعض احباب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے مجھے ہر بار اس اجتماع کی غرض بتلانی پڑتی ہے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ میری اور آپ کی اصلاح حال ہو جائے۔

استعداد

ہر انسان کے اندر استعداد خداداد ہوتی ہے۔ ماں باپ اس کو جس طرف لگا دیتے ہیں۔ وہ اسی طرف چل نکلتا ہے۔ اس طرح کوئی درزی۔ کوئی لوہار۔ کوئی بڑھئی وغیرہ بن جاتا ہے۔ کسی کو ماں باپ نے اسکول و کالج کی تعلیم دلا دی تو وہ نوکر ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ ہر انسان کے اندر استعداد خداداد ہوتی ہے۔ اس استعداد کو عمل میں لانے کے لئے انسان کو رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

دو راستے

انسان کے اندر جو استعداد خداداد ہے اسکے لحاظ سے انسان کے دنیا میں دو راستے ہو جاتے ہیں ایک راستہ وہ ہے جس پر چلنے والوں کو دنیا کی زندگی ہی مطلوب محبوب اور مقصود ہو جاتی ہے۔ دوسرا وہ راستہ ہے جس پر چلنے والوں کو آخرت کی زندگی مطلوب محبوب اور مقصود بن جاتی ہے۔

انبیاء علیہم السّلام

دوسرے راستہ کی طرف انسان کی رہنمائی کرنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں وہ اس کو یہ سمجھاتے ہیں کہ اس جہان کی زندگی چند روزہ اور فانی ہے اس جہان کے بعد ایک اور جہان آنے والا ہے۔ وہ دائمی اور ابدی ہے۔ اگر انسان ہادی کا دامنگیر نہ ہونے پائے تو اس دنیا کی زندگی ہی مقصود بالذات ہوتی ہے۔ پنجابی میں اس قسم کے انسانوں کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ ایہہ جگ مٹھا اگلا کس ڈٹھا۔ (یہ جہان میٹھا ہے۔ اگلا جہان کس نے دیکھا ہے) ہر چیز کو ان آنکھوں سے دیکھنا ضروری نہیں۔ بعض اوقات دوسروں کے کہنے پر بھی مان لینا پڑتا ہے۔ مثلاً مکّہ معظمہ آپ میں سے اکثر نے نہیں دیکھا۔ حاجی صاحبان کے بتلانے پر آپ مان جاتے ہیں۔ کہ مکّہ معظمہ ہے۔ اسی طرح آخرت کے متعلق ہادی کی صداقت دیانت اور امانت پر یقین کرنا ضروری ہے۔

دونوں راستوں

میں سے ایک کو مقصود بالذات اور دوسرے کو اس کے تابع بنانا پڑے گا۔ دونوں میں سے کون سا راستہ مقصود بالذات ہے۔ اس کا پتہ تصادم کے وقت لگتا ہے۔ دونوں میں سے جس کو ترجیح دی جائے گی۔ وہی مقصود بالذات سمجھا جائے گا۔

قرآن مجید

میں دونوں راستوں کا ذکر آتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل ع ۲ - پ ۱۵) - (ترجمہ - جو کوئی دنیا چاہتا ہے۔ تو ہم اسے سر دست دنیا میں سے بھی جس قدر چاہتے ہیں۔ دیتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کے لئے جہنّم تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گرے گا۔ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کے لئے مناسب کوشش بھی کرتا ہے۔ اور وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی) وَهُوَ مُؤْمِنٌ کا یہ مطلب ہے کہ آخرت کو مقصود بالذات بنانے والا مومن ہو۔ کافر۔ مشرک۔ یا

نفاق اعتقادی کا منافق نہ ہو۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ (ترجمہ۔ جو اللہ تعالےٰ کا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے) میں بھی آخرت کو مقصود بالذات بنانے والوں کا ذکر ہے۔

اصلاحِ حال

کا مطلب یہ ہے کہ اندر درست ہو جائے دنیا کی دولت شان و شوکت اور وجاہت مقصود بالذات نہ رہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب، محبوب اور مقصود ہو جائے۔ پھر آخرت مقصود بالذات بن جاتی ہے۔ اس کے لئے بھی انسان کے اندر استعداد خدا داد ہوتی ہے۔ لیکن جب تک ہادی نہ آئے اصلاح حال کی طرف نہ انسان کی توجہ ہوتی ہے اور نہ آخرت مقصود بالذات بنتی ہے۔ اصلاح حال ہو جانے کے بعد بندہ اپنی توفیق کے مطابق اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق اس کو اجر دیتا ہے اس نے جو اللہ کی راہ میں دیا۔ وہ سب فانی تھا۔ وہ جو دے گا۔ وہ باقی رہنے والا ہوگا۔ اور وہ جو دیگا کبھی واپس نہ لے گا اللہ تعالےٰ کے فضل سے آپ کو اصلاح حال کی لذت آتی ہے جبھی تو آپ دور دور سے آتے ہیں۔ کوئی پیدل اور کوئی سائیکل پر آتا ہے۔ کوئی تانگہ پر اور کوئی ریل گاڑی پر۔ اس نیت سے آیئے کہ اے اللہ تیرے دروازہ پر آیا ہوں جو تو چاہتا ہے بنا دے۔

آخرت کی زندگی

دائمی ہے۔ اس کو مقصود بالذات بنانے والوں کی کوشش دنیا اور آخرت دونوں جگہ بارآور ہوگی۔ ان کو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ حسب ضرورت رزق عطا فرمائے گا۔ اور آخرت میں جنت الفردوس کی دائمی نعمتیں عطا فرمائے گا۔

دُنیا کی زندگی

فانی ہے۔ جس نے اس کو مقصود بالذات بنایا۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ناکام ہوگا۔ آخرت میں نہ دنیا ہوگی اور نہ اس کو مقصود بالذات بنانے والے کو کوئی فائدہ ہوگا دنیا کی زندگی کو مقصود بالذات بنانے والا کوئی تاجر کوئی زمیندار اور کوئی ملازم ہے

ان کی اکثریت کو آخرت کا کبھی خیال ہی نہیں آتا۔ دیہات اور شہروں میں ایسے بھی بدبخت ہیں جن کو چوبیس گھنٹوں میں ایک مرتبہ بھی اَللّٰہ ھُوْ کہنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ عمر گذر گئی ان کو کبھی خیال نہیں آیا کہ مرنا بھی ہے۔

ایک مثال

جب پہاڑ سے لوہا نکلتا ہے۔ وہ اس وقت تک بیکار ہوتا ہے۔ جب تک کسی کاریگر کے ہاتھ نہ آئے۔ کاریگر اس سے توپیں۔ بندوقیں۔ چاقو۔ چھریاں وغیرہ کیا کیا بنا دیتا ہے۔ پہلے لوہے میں کوئی جاذبیت نہیں ہوتی۔ کاریگر کے ہاتھ میں آنے کے بعد اس میں جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انسان کے اندر استعداد خداداد ہوتی ہے۔ لیکن ہادی کی صحبت کے بغیر یہ استعداد بیکار ہوتی ہے۔ ہادی کی صحبت میں آنے کے بعد جب اسکی تربیت ہو جاتی ہے تو یہ کارآمد ہو جاتا ہے۔ اصل میں ہادی انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ ان کے بعد ان کے تربیت یافتہ حضرات ہادی کا کام نیابتاً کرتے ہیں۔ ہادی کی صحبت میں اصلاح حال ہوتی ہے۔

اولیاء کرام

کی صحبت اصلاح حال کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ میں اگر قسم کھا کر کہوں تو حانث نہ ہونگا کہ ان کے جوتوں کی خاک کے ذروں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ جس کو یہ موتی مل جائیں۔ اس سے اگر اللہ تعالےٰ کہے کہ ایک موتی واپس دیدے اس کے بدلہ میں میں تجھے دنیا کی بادشاہت دیے دیتا ہوں۔ تو وہ ہاتھ جوڑے گا۔ اے اللہ جو بادشاہت مانگتے ہیں ان کو دے دیجئے اور یہ موتی میرے پاس رہنے دیجئے یہ ہے اصلاح حال کہ اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑھ کر مطلوب محبوب اور مقصود ہو جائے۔

صُحبت نہ ہونے کا نتیجہ

یہ اولیاء کرام کی صُحبت نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ بیشمار مسلمان بلیک مارکیٹ اور سمگلنگ کے جرم میں پکڑے گئے۔ یہ ناممکن ہے کہ مسلمان اور بددیانت ہو۔ مسلمان اور بدمعاملہ۔ مسلمان اور ظالم۔ مسلمان اور دھوکہ باز اور فریب کار ہو۔ اکثر مسلمان بددیانت اور بے ایمان ہیں (اس کے باوجود ہر محکمہ میں اللہ تعالےٰ کے بندے موجود ہیں۔ پولیس میں بھی بعض اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہوتے ہیں)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کسی ہادی کے اڈے نہیں چڑھے اولیاء کرام کی صحبت میں تربیت پانے کے بعد ہی انسان کی اصلاح حال ہوتی ہے۔

اصلاحِ قال

تو اماں بھی سکھاتی ہے اور ابا بھی سکھاتا ہے۔ لیکن اصل چیز اصلاح حال ہے۔ اصلاح قال سے کھانا پینا پہننا اور گفتگو کرنا آ جاتا ہے۔ ان چیزوں کا تعلق اس جہان کی زندگی سے ہے۔ اصلاح حال کا تعلق آخرت کی زندگی سے ہے

آخرت کو نقصان

نہ پہنچنے پائے۔ اگر اس حالت میں ساری دنیا مل جائے تو سر چشم ما روشن دلِ ما شاد لیکن اگر آخرت کو $\frac{1}{100}$ حصہ نقصان پہنچنے پر ساری دنیا مل جائے تو اس پر پیشاب بھی نہ کرنے پائے۔

حق تلفی

اگر کسی کی حق تلفی کی جائے تو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشتے ؎

کھلونے سمجھ کر مٹاؤ نہ ہم کو
کہ ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں

اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّا دِرْھَمَ لَہٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِصَلٰوۃٍ وَّ صِیَامٍ وَّ زَکٰوۃٍ وَیَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ ھٰذَا وَقَذَفَ ھٰذَا وَاَکَلَ مَالَ ھٰذَا وَسَفَکَ دَمَ ھٰذَا وَضَرَبَ ھٰذَا فَیُعْطٰی ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ وَ ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُہٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْہِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاھُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْہِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ (رواہ مسلم) (باب الظلم۔ الفصل الاوّل)

(ترجمہ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ ہم میں تو مفلس وہ شخص ہے۔ جس کے پاس نہ تو درہم (روپیہ پیسہ) ہو اور نہ سامان و اسباب۔ آپؐ نے فرمایا۔ میری امت میں سے قیامت کے دن مفلس وہ شخص ہوگا۔ جو دنیا سے نماز روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ ہرقسم کی عبادتیں لے کر آئے گا اور ساتھ ہی کسی کو گالی دینے۔ کسی پر تہمت لگانے کسی کا مال کھا جانے کسی کو ناحق مار ڈالنے اور کسی کو ناحق مارنے کے گناہ بھی لائے گا۔ پھر ایک مظلوم کو اسکی نیکیوں میں سے دیا جائے گا اور دوسرے مظلوم کو اسکی نیکیوں میں سے دیا جائے گا۔ اور جب اس کی یہ نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ اور لوگوں کے حق باقی رہ جائیں گے۔ تو ان حقداروں کی برائیاں اور گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ اور پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی رضا

بار بار عرض کرتا ہوں کہ اصلاح حال کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب محبوب اور مقصود ہو جائے اللہ تعالےٰ سے تعلق توڑ کر اگر کروڑوں روپیہ بھی ملے تو اس پر لعنت ہے قبر ہم اپنی جہنم کا گڑھا بنائیں اور کھائیں بیٹے اور پوتے یہ بہت مہنگا سودا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

نام کے مسلمان

جن کو دنیا مطلوب محبوب اور مقصود ہے۔ وہ نام کے مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو نام کے مسلمان نہیں چاہیئیں۔ ان کو تو کام کے مسلمان پسند ہیں۔ ایک لڑکی حسینہ جمیلہ ہے۔ لیکن بد مزاج اور فضول خرچ ہونے کے علاوہ آپ کو اور آپ کے ماں باپ کو پتے نہیں باندھتی۔ تو کیا آپ اس کو بیوی بنانا پسند کرینگے ہرگز نہیں۔ دوسری لڑکی سادہ ہے۔ لیکن مرنجاں مرنج ہے۔ آپ کی اور آپ کے ماں باپ کی عزت کرتی ہے تو آپ اس کو پسند کریں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی نام کے مسلمانوں کی ضرورت نہیں اس کو تو کام کے مسلمانوں کی ضرورت ہے

حضرت ابو موسی اشعری رضِی اللہ عنہا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ہر آنکھ زنا کرتی ہے (اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ مردوں کی نگاہوں سے بچ کر گزر جائیں) جب عورت عطر (خوشبو) لگا کر کسی مجلس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی اور ایسی ہوتی ہے یعنی زانیہ ہے۔ (ترمذی: ۲۷۸۶)

حضرت انس بن مالک رضِی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا بے حیائی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اسے عیب دار بنا دیتی ہے اور حیا جس شے میں بھی ہوتی ہے اسے زینت بخش دیتی ہے۔ (ترمذی: ۱۹۷۴)

اصلاح حال

بڑا مشکل کام ہے۔ لیکن کوشش اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آسان ہو جاتا ہے۔ اصلاح حال ہو جائے تو انسان کو باطن کی بینائی حاصل ہو جاتی ہے۔ تم میں سے کتنے باطن کے بینا ہیں اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی اصلاح حال فرماد ئیے آمین یا الہ العالمین۔ اس کا خلاصہ عرض کر چکا ہوں۔ اصلاح حال کا اثر چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی ظاہر ہوگا۔ مثلاً حی علی الصلوٰۃ کی آواز سنی سردی ہو یا گرمی۔ اصلاح حال والا جھٹ مسجد میں آجائے گا۔

دعا

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو سدا ہی اپنے دروازہ پر لائے اور ہم سب کو اپنی اصلاح حال کرنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین یا الہ العالمین

مجلسِ ذکر

منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۷ ستمبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اہل اللہ کی صحبت میں تربیت پانے سے ذکر الٰہی کی کثرت کے باعث باطن میں ایک نور پیدا ہوتا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی **امّا بعد**

یہ حلقۂ ذکر دراصل اس جماعت کے لئے ہوتا ہے جو سلسلہ راشدیہ قادریہ میں منسلک ہے۔ یہ اجتماع ہر جمعرات کو اس جماعت کی تربیت کے لئے ہوتا ہے۔ میں تو گنہگار ہوں۔ لیکن قاعدہ عرض کرتا ہوں کہ طالب جس قدر عقیدت، ادب اور اطاعت سے شیخ کامل کی صحبت میں جائے گا اور جتنا وقت صرف کرکے آئے گا۔ اتنا ہی اس کو فائدہ حاصل ہوگا۔ اس کے دل میں اللہ تعالےٰ کے ذکر کی برکات کا مزید ظہور ہوگا۔ شیخ کامل کی صحبت میں بار بار عقیدت سے آئے اور جتنا عرصہ صحبت میں بیٹھے ذکر قلبی کرتا رہے اللہ تعالےٰ کے فضل سے فائدہ ہوگا۔ چھ سال بعد آنے سے وہ فائدہ نہیں ہو سکتا جو روزانہ آنے سے ہوتا ہے۔ روزانہ آنے سے آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ حضرت دین پوریؒ لاہور سے ۳۵۰ میل اور حضرت امروٹیؒ رح ۵۵۰ میل دُور رہتے تھے مجھے ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونے سے جو حاصل ہوتا تھا۔ اس کو میں الفاظ میں بیان ہی نہیں کر سکتا ؎ دُل رابدل رہیست والا معاملہ ہوتا تھا۔ جوں جوں انسان بیش از بیش ذکر الٰہی کرتا ہے اس کی روحانیت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اس کے بعد اول تو انسان گناہوں سے بچتا ہے۔ اگر ہو جائے تو گناہ کی تعیین کر سکتا ہے۔ کیونکہ ادھر اس نے گناہ کیا۔ اُدھر اس کو مار پڑ گئی آہستہ آہستہ ایک درجہ ایسا بھی آتا ہے جہاں پہنچ کر انسان کو حلال حرام کی تمیز ہونے لگتی ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ذکر الٰہی کی برکات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العٰلمین۔

حرام کھانے سے

ایسے خیالاتِ فاسدہ ردیہ دل میں پیدا ہوتے ہیں جن کو انسان زبان پر لانا بھی گوارا نہیں کرتا ایسے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اندر گھس گیا ہے۔ وہ وساوس و خطرات پیدا کرتا ہے۔ جو باطن کے اندھے ہیں ان کو نہ ان وساوس و خطرات کا احساس ہوتا ہے اور نہ وہ ان سے بچ سکتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ باطن کی بینائی عطا فرماتا ہے وہ ان سے بچتے ہیں۔ اس طرح ان کی طبیعت میں اور زیادہ صفائی پیدا ہوتی جاتی ہے۔

انسان

یا خود بینا ہو یا اپنی لاٹھی کسی بینا کے ہاتھ میں دیدے تو منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ اگر انسان نہ خود بینا ہو اور نہ لاٹھی کسی بینا کے ہاتھ میں دے تو کسی گڑھے یا کنوئیں میں گر کر مرے گا۔ ادھر بھی یہی ہے۔ یا تو انسان خود باطن کا بینا ہو یا کسی بینا کے ہاتھ میں ہاتھ دے دے۔ جو کام کرے اس سے پوچھ کر کرے۔ تو گمراہی سے بچ جائے گا۔ اگر نہ خود باطن کا بینا ہو اور نہ بینا کے ہاتھ میں ہاتھ دے تو ایسے شخص کا گمراہی سے بچنا مشکل ہے

شیطنت کا دور

یہ شیطنت کا دور ہے۔ اس میں شرم و حیا تقریباً رخصت ہو چکے ہیں۔ ان حالات میں اللہ تعالےٰ کے پاک نام کی روشنی دل میں پیدا کرنی اتنی ہی مشکل ہے۔ جتنا کہ تند و تیز آندھی میں دیا جلانا۔ اب اللہ تعالےٰ کے پاک نام کی بڑی حفاظت کرنی پڑتی ہے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ تعالےٰ کا نام زیادہ سے زیادہ وردِ زبان کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین یا الٰہ العالمین

خوفِ خدا

چونکہ مسلمان کے دل میں خوفِ خدا نہیں ہے۔ اس لئے آج کل عام طور پر معاملات میں یہ بڑا جھوٹا، فریب کار، بدلحاظ، بداخلاق اور بددیانت ہے۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اللہ ھو کے پاک نام کی برکت سے انسان کے دل میں ایک چراغ روشن ہوتا ہے۔ جب یہ گناہ کرتا ہے تو یہ چراغ بجھ جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر توبہ کی توفیق ہو جائے تو پھر یہ چراغ روشن ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ (باب الاستغفار والتوبہ) ۔ الفصل الثالث، (رواہ ابن ماجہ)

(ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے۔ جس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں، اگر توبہ کی توفیق نہ ہو تو پھر یہ چراغ دوبارہ روشن نہ ہوگا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اوّل تو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اگر گناہ ہو جائے تو اس سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العلمین۔

واصل باللہ

ذکر الٰہی کی برکت سے انسان جس قدر واصل باللہ ہوتا جائے گا۔ اسی قدر سب سے کٹتا جائے گا۔ بظاہر سب کے ساتھ ہوگا۔ سب سمجھتے ہیں کہ میرا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کا نہیں ہوتا۔ دنیادار جب مرتا ہے تو اس کو مکان، بیوی اور دولت یاد آتی ہے اس لئے روتا ہے۔ واصل باللہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جلدی اٹھا۔ اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس کے اِدھر چور اُدھر ڈاکو اور ادھر حرام خور رہتے ہیں

ایک مثال

کلہاڑی جب لوہار کی دوکان سے بن کر آتی ہے تو اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے لوہار کے ہتھوڑے کی چوٹیں اس پر نظر آتی ہیں نکل ہونے کے بعد اس میں جاذبیت اور چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ جب کالی تھی تو کوئی اس کو کندھے پر اٹھانے کو تیار نہ تھا نکل ہونے کے بعد ہر ایک شوق سے

اٹھائے پھرتا ہے۔ علم کتابوں سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس میں جاذبیت اللہ والوں کی صحبت میں پیدا ہوتی ہے۔ عالم ہونا اور چیز ہے۔ تربیت باطنی اور چیز ہے۔ اس کے متعلق مولنا روم رح فرماتے ہیں ؎

مولوی ہرگز نشد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نشد

شیخ کامل

طالب صادق کی اسی طرح تربیت کرتا ہے جس طرح ماں بچے کی تربیت کرتی ہے۔ ماں بچے کی قدم قدم پر رہنمائی کرتی ہے۔ بچہ بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے تو ماں کہتی ہے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ وہ بڑا لقمہ منہ میں ڈالتا ہے۔ تو ماں کہتی ہے چھوٹا لقمہ ڈالو۔ اسی طرح شیخ کامل طالب صادق کی تربیت کرتا ہے اور اس کو نشیب و فراز سمجھاتا ہے۔ خوش نصیب ہے وہ طالب جو شیخ کامل کی زندگی میں تکمیل تک پہنچ جائے۔ اس قسم کے خوش نصیب بہت کم ہوتے ہیں۔ سارے تکمیل تک نہیں پہنچتے۔ اس مجلس میں حاضر ہونے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا عکس پڑتا ہے۔ اس سے اندر اندر ہی کچھ بل جاتا ہے

اللہ ھو

کے پاک نام کے بے شمار فائدے ہیں۔ ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ حلال اور حرام کی تمیز ہو جاتی ہے۔ اس کے بغیر یہ تمیز نہ امراء کو ہوتی ہے نہ وزراء کو۔ نہ سلاطین کو اور نہ علمائے کرام کو۔ یہ تمیز ریاضت سے اللہ والوں کی صحبت میں اللہ تعالےٰ کا پاک نام بکثرت لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ خدا جانے حرام کتنے درجے طے کرکے آتا ہے۔ فرض کیجئے آپ ایک دوکاندار سے گھی خرید کر لاتے ہیں اور اس کے متعلق کامل کہتا ہے کہ حرام کا ہے۔ آپ کہیں گے کہ دوکاندار نے تازہ کنستر کھول کر ہمیں گھی دیا ہے۔ حرام کس طرح ہو گیا دوکاندار کہتا ہے کہ میں فلاں چوہدری کے گھر سے گھی کا کنستر خرید کر لایا ہوں۔ چوہدری صاحب کے گھر میں دس بھینسیں اپنی ہیں۔ اس میں حرام کہاں سے گھس آیا؟ میں عرض کرتا ہوں کہ حرام کہاں سے گھس آتا ہے؟ بھینس اگر پرائے کھیت میں گھس جائے جب تک کھیت کا مالک نہ ہٹائے گڈریا نہیں ہٹاتا۔ بعض گڈریے تو خود دوسروں کے کھیت میں ڈال دیتے ہیں مالک کی مرضی کے بغیر بھینس نے جتنا چارہ کھایا اس سے جو دودھ پیدا ہوگا وہ حرام کا ہوگا۔ اس دودھ سے جو مکھن برآمد ہوگا وہ بھی حرام کا ہوگا۔ اس مکھن سے جو گھی بنے گا وہ بھی حرام ہوگا۔ اگر بالٹی دودھ کی بھری ہوئی ہو اور اس میں ایک تولہ پیشاب کا پڑ جائے تو سارا ہی دودھ پلید ہو جائے گا۔ اسی طرح گھی کے کنستر میں ایک چھٹانک حرام کا گھی مل جائے تو سارا کنستر حرام ہو جائے گا۔ باطن بینا دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ گھی حرام کا ہے۔

دُعاء

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنے پاک نام کی برکات نصیب فرمائے آمین یا الہ العلمین

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن الطفیل رضی اللہ عنہا کے سامنے زینت کے ساتھ آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو میرا بھتیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ محرم کے سامنے بھی اپنے جسم میں سے کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور سوائے اس کے، یہ کہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلائی پر اس طرح ہاتھ رکھا کہ آپ کی گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۰ر ربیع الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

طریقت کا مقصد اخلاص کی تکمیل ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡدُ

ذکر جہر کا فائدہ

پہلی چیز یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذکر جہر کا فائدہ کیا ہے ذکر دو طرح سے کیا جاتا ہے۔ ۱۔ ذکر خفی۔ ۲۔ ذکر جلی (جہر) خواص جن کی اصلاح باطن ہو چکی ہے۔ وہ خاموش بیٹھ کر بھی ذکر الٰہی کریں تو ان کے دل میں وساوس و خطرات پیدا نہیں ہوتے عوام اگر خاموش بیٹھ کر ذکر الٰہی کریں تو ان کا وساوس و خطرات سے بچنا مشکل ہے۔ اس لئے اہل اللہ نے ذکر جہر تجویز فرمایا ہے کہ ذاکر کے دل میں وساوس و خطرات پیدا نہ ہوں۔ ذکر جہر میں کان بھی ادھر متوجہ ہوتے ہیں اور زبان بھی ذکر میں مشغول ہوتی ہے۔ جس ذکر میں وساوس و خطرات آتے رہیں۔ اس کے متعلق کسی اللہ والے نے کہا ہے ؎

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

جنت کا ٹکٹ

دوسری چیز یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجلس ذکر میں شامل ہونے والوں کو اللہ تعالےٰ جنت کا ٹکٹ عطا فرما دیتے ہیں اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کئی بار عرض کر چکا ہوں (ملاحظہ ہو ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور۔ مورخہ ۲۸ر اگست ۱۹۵۹ء صفحہ ۹) اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ذکر الٰہی کرنے والی جماعت کو مغفرت کا تمغہ عطا فرما دیتے ہیں۔ گویا ہر جمعرات کو یہاں آنے سے اللہ تعالےٰ جنت کا ٹکٹ عطا فرما دیتے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ ٹکٹ ہمارے ہاتھ میں ہی رہے۔ کہیں گر نہ جائے جس طرح ہر مسافر ٹکٹ خرید کر گاڑی میں سوار ہوتا ہے۔ لیکن بعض مسافر لاپرواہی سے ٹکٹ کھو بیٹھتے ہیں۔ جب ٹکٹ چیک کرنے والا ٹکٹ مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے ٹکٹ خریدا تھا۔ لیکن کہیں گر گیا ہے۔ ٹکٹ چیک کرنے والا جواب دیتا ہے۔ مجھے کیا معلوم آپ نے ٹکٹ خریدا بھی تھا یا نہیں۔ وہ اس مسافر کو کرایہ وصول کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اسی طرح بعض اوقات انسان کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اور جنت کا جو ٹکٹ اس کو عطا ہوا تھا۔ وہ کھویا جاتا ہے۔

اس کا ثبوت

قرآن مجید میں موجود ہے۔ منافقین کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ فَہُمۡ لَا یَفۡقَہُوۡنَ ۝ (سورۃ المنٰفقون ع ۱۔ پ ۲۸)۔ (ترجمہ۔ یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے۔ پھر منکر ہو گئے۔ پس ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔ پس وہ نہیں سمجھتے)۔ اللہ تعالےٰ خود منافقین کے ایمان کی شہادت دے رہے ہیں۔ لیکن بعد میں اپنی شامت اعمال کے باعث اپنا ایمان کھو بیٹھے۔

ایک واقعہ

حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار حج کے لئے جا رہے تھے۔ اسی جہاز میں پنجاب کے ایک پیر صاحب بھی حج کے لئے جا رہے تھے یہ پیر صاحب بھی صاحب دل تھے۔ ان کا ایک خادم بھی ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ یہ خادم بڑا مخلص تھا اور اپنے پیر صاحب کی بڑی خدمت کرتا تھا۔ خدا کی قدرت اس خادم کا جہاز میں انتقال ہو گیا اور مرتے وقت کسی گناہ کی شامت کے باعث اس کا ایمان سلب ہو گیا۔ دونوں بزرگ حیران تھے کہ خدا جانے کس گناہ کی شامت پڑی۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

استقامت کا درجہ

کرامت سے اونچا ہے۔ اسی لئے صوفیاء کرام فرمایا کرتے ہیں۔ اُطۡلُبُوا الۡاِسۡتِقَامَۃَ وَلَا تَطۡلُبُوا الۡکَرَامَۃَ فَاِنَّ الۡاِسۡتِقَامَۃَ فَوۡقَ الۡکَرَامَۃِ (ترجمہ۔ استقامت طلب کرو اور کرامت نہ طلب کرو۔ کیونکہ استقامت کرامت سے بالاتر ہے)۔ دنیادار کو چونکہ استقامت کی فوقیت کا علم نہیں۔ اس لئے اسکی نظر کرامت پر ہوتی ہے۔ کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اللہ تعالےٰ جب چاہتے ہیں۔ ولی کے ہاتھ سے کرامت ظاہر کر دیتے ہیں۔ لیکن استقامت صاحب استقامت کو دے دی جاتی ہے۔ وہ ہر وقت صاحب استقامت کے ساتھ رہتی ہے۔ یہ دونوں ضمنی چیزیں تھیں اب میں اصل چیز جو آج عرض کرنا چاہتا ہوں اس کی طرف آتا ہوں

طریقت و حقیقت کی غرض

ہمارے پنجاب میں ایک ہی مجدد شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں۔ آج میں ان کے مکتوب ۳۶ کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اصل مکتوب فارسی زبان میں ہے اور حاجی محمد صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے۔ اس مکتوب کی ابتداء میں مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شریعت کے تین جزء ہیں۔ ۱۔ علم۔ ۲۔ عمل۔ ۳۔ اخلاص۔ اس کے بعد فرماتے ہیں "طریقت و حقیقت جن کے ساتھ صوفیاء ممتاز ہیں دونوں شریعت کے جزء سوم یعنی اخلاص کی تکمیل کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ پس ان دونوں کی تحصیل سے غرض تکمیل شریعت ہی ہے نہ کہ کوئی اور امر علاوہ شریعت کے"۔

انسان کی تکمیل

تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ ۱۔ علم دین۔ یعنی اسلام کیا چیز ہے۔ ۲۔ علم دین کے مطابق عمل۔ ۳۔ عمل میں اخلاص

علم دین کا اصل منبع قرآن مجید ہے اسکی شرح احادیث ہیں۔ دونوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنۡ مَالِکِ بۡنِ اَنَسٍ مُرۡسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ تَرَکۡتُ فِیۡکُمۡ اَمۡرَیۡنِ لَنۡ تَضِلُّوۡا مَا تَمَسَّکۡتُمۡ بِہِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوۡلِہٖ (رواہ فی الموطا) (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ الفصل الثالث)۔ (ترجمہ۔ حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ بن انس رضی اللہ عنہ سے بطریق مرسل روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جبتک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ (وہ دو چیزیں یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

سنت (حدیث)۔ میں کہا کرتا ہوں کہ انسانیت کا رنگ ہے قرآن۔ رنگ فروش ہیں علمائے کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ اگر کوئی اللہ کا جامع بندہ مل جائے تو کسی دوسرے دروازہ پر جانے کی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ الآیہ۔ (سورۃ الجمعۃ پ۲۸)۔ (وہ (پیغمبر) ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب کی تعلیم دیتا ہے) تعلیم اور چیز ہے۔ تزکیہ اور چیز ہے آپؐ صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے اور ان کو امراض روحانی سے پاک کرتے تھے۔ اب بھی آپؐ کی امت میں بعض اللہ کے بندے جامع ہوتے ہیں۔

قرآن کی تعلیم

سے انسان انسان بنتا ہے۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ جو متبع قرآن نہیں وہ سب کچھ ہوگا۔ مگر انسان نہیں ہوگا۔ وہ کیا ہے؟ یہ اللہ تعالےٰ جانے یا اسکے وہ بندے جنکو وہ نور باطن عطا فرماتا ہے جنہیں یہ تمیز ہو سکتی ہے میں نے اس طرح کے نور باطن والے دو بزرگوں کی زیارت کی ہے۔

ایک دفعہ میں لاہور کے سریاں۔ اوجھریاں والے بازار سے کشمیری بازار کی طرف آ رہا تھا تو راستہ میں ایک سفید ریش اور پستہ قد بزرگ ایک دوکان کے تختے پر تشریف فرما تھے۔ مجھے انہوں نے کلائی سے پکڑ لیا اور فرمایا تشریف رکھئے۔ میں بھی اسی دروازہ کا غلام ہوں جس کے آپ ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ میرے پیر بھائی ہیں۔ ان کو میرے پیر بھائی ہونے کی خوشبو آئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ مولوی صاحب میں یہاں بیٹھا رہتا ہوں۔ جو لوگ یہاں سے گزرتے ہیں۔ ان میں کوئی سؤر کوئی کتا اور کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔

ایک دوسرے بزرگ تھے۔ وہ کبھی کبھی مجھے ملنے اس مسجد میں آیا کرتے تھے تو فرماتے آپ سے ملنے کے لئے آتا ہوں۔ راستہ میں کوئی کتا کوئی سؤر اور کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔ انسان جیسے اعمال کرتا ہے۔ ویسے ہی اللہ والوں کو نظر آتا ہے۔ تم سمجھتے ہو دو ٹانگوں سے انسان بن جاتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ جب اس نے انسانی شکل عطا فرمائی ہے تو مجھے اور آپ کو حقیقت میں انسان بھی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا الٰہ العالمین۔ جن احباب نے مجھ سے بیعت کر رکھی ہے۔ ان کو یاد ہوگا کہ بیعت کے وقت ان سے کہا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھو اور باقی ہر چیز کو دل سے نکال دو۔ نہ زمین رہے نہ آسمان رہے۔ نہ انسان رہے نہ شیطان رہے اس کے بعد پھر کہو اللہ ھُو اور اللہ ھُو کی ضرب دل پر لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ (ترجمہ۔ بے شک انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار اور وہ دل ہے) اس لئے اہل اللہ دل پر چوٹ لگواتے ہیں۔ اگر کونین۔ نمک مرچ وغیرہ کے ذرہ میں تاثیر ہے۔ تو جب ایک ہزار مرتبہ روزانہ (اللہ ھُو) کی چوٹ دل پر لگے گی تو کیا اس کا اثر نہ ہوگا۔ ضرور ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کا نام پتھر پر پڑے تو اس کو دو ٹکڑے کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام بکثرت لینے سے فقط اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب۔ محبوب اور مقصود ہو جاتی ہے اور غیر اللہ دل سے نکل جاتا ہے۔ یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

جب تلوار کی لڑائی تھی تو سپاہی کے دو ہتھیار تھے۔ ۱۔ تلوار۔ ۲۔ ڈھال۔ تلوار سے وہ دشمن پر وار کرتا تھا۔ اور ڈھال پر اس کے وار کو روکتا تھا۔ اسی طرح اللہ والے تبلیغ سے شیطان پر وار کرتے ہیں اور اخلاص کی ڈھال پر اس کے وار کو روکتے ہیں۔ اگر اخلاص نہ ہو تو عمل صالح میں نقص رہ جاتا ہے۔ شیطان عمل صالح کو ریا سے برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

اخلاص

غرضیکہ اخلاص اللہ والوں کی صحبت میں پیدا ہوتا ہے۔ اخلاص کامل کی توجہ طالب صادق کی ریاضت اور اللہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے اخلاص پیدا ہو جاتا ہے کیمیا بنانے کے لئے جن دوائیوں کی ضرورت ہے۔ وہ سب پنساری کی دوکان سے مل جاتی ہیں۔ لیکن جب تک کیمیاگر کیمیا بنانے کا طریقہ نہ سکھلائے کیمیا نہیں بنتا۔ اسی طرح اخلاص کے لفظ سے تو سب واقف ہیں۔ لیکن جب تک کامل کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اخلاص پیدا نہیں ہوتا۔ شیطان ہر انسان کے ساتھ ہے۔ وہ دل میں ریا لاتا ہے۔ مثلاً آپ تقریر کر رہے ہیں۔ ایک شخص تقریر کے دوران آیا شیطان آپ کے دل میں خیال لائے گا کہ یہ شخص کہے گا کہ آج تقریر بڑی موزوں تھی۔ یہ ریا ہے۔ اگر تربیت یافتہ ہے تو شیطان کے وار کو محسوس کرے گا اور اس کو اخلاص کی ڈھال پر روکے گا۔

کامل کی صحبت میں خاموش بیٹھنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ طریقت دین سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ انسان عمل صالحہ کرتا ہے اور شیطان ریا لاتا ہے۔ عام انسان نہیں سمجھتے۔ ان پر سندھی زبان کی ایک ضرب المثل صادق آتی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اندھی پیستی گئی اور کتیا چاٹتی گئی۔ وہ نیک کام کرتے جائیں گے۔ اور شیطان ریا سے ان کو برباد کرتا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو علم۔ عمل اور اخلاص عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلس ذکر، منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۷ر ربیع الاول ۱۳۷۹ھ یکم اکتوبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔ امابعد

عرض یہ ہے کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ میں ہر جمعرات کو حلقہ ذکر کے بعد اصلاح حال کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ آج میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ

جو لوگ اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اپنے باطن کی تربیت کراتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بصیرت باطنی کی برکت سے گناہوں سے بچتے ہیں۔ باقی صلحائے اُمت جو تربیت نہیں کراتے۔ وُہ عقیدتاً گناہوں سے بچتے ہیں

بصیرت اور عقیدت میں فرق کیا ہے؟ ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ جس سے آپ دونوں میں فرق سمجھ جائیں گے۔ ماں ہنڈیا میں سالن پکا کر اس کو پلیٹ میں پلٹ دیتی ہے۔ اس کا ایک بچہ دو اڑھائی سال کا ہے اور دوسرا چودہ پندرہ سال کا ہے۔ چودہ پندرہ سال کا بچہ سمجھتا ہے کہ سالن گرم ہے اگر اس میں میں نے ہاتھ ڈالا۔ تو ہاتھ جل جائے گا۔ دو اڑھائی سال کا بچہ نہیں سمجھتا کہ سالن میں ہاتھ ڈالا تو جل جائے گا۔ اس لئے اس کو ماں ڈانٹتی ہے خبردار۔ سالن میں ہاتھ ڈالا تو ماروں گی۔ وہ مار کے ڈر سے ہاتھ نہیں ڈالتا۔ دونوں میں فرق ہے یا نہیں۔ بڑا بصیرتاً اور چھوٹا عقیدتاً (ماں کی مار کے ڈر سے) سالن میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔

اہل اللہ کا سلسلہ

جو لوگ اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اپنی تربیت کراتے ہیں۔ وہ جب پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں تو اہل اللہ ان کو مجاز بنا دیتے ہیں۔ مجاز بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ دوسروں کی اصلاح باطن کرنے کے قابل بن گئے ہیں۔ اہل اللہ کا یہ سلسلہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آ رہا ہے۔ کوئی آ رہا ہے۔ کوئی جا رہا ہے۔ رسول اللہؐ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ الآیہ (سورۃ الجمعہ ع ۱۔ پ ۲۸) ترجمہ۔ اور وہ (پیغمبرؐ) ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب کی تعلیم دیتا ہے)۔ تعلیم کتاب اور چیز ہے تزکیہ نفس اور چیز ہے۔ علمائے کرام تعلیم کتاب کا فرض ادا کرتے ہیں اور صوفیائے عظام تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ بعض اللہ کے بندے جامع بھی ہوتے ہیں۔

اللّٰہ ھُو

کے پاک نام کی بیشمار برکتیں ہیں جن کو کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ ان میں سے ایک برکت یہ ہے کہ انسان گناہوں سے بصیرتاً بچتا ہے۔ اِدھر گناہ کیا۔ اُدھر مار پڑی۔ اللّٰہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے دل میں ایک چراغ روشن ہو جاتا ہے۔ ادھر گناہ کیا ادھر وہ چراغ بجھ گیا۔ اس کے بعد انسان گناہ سے بصیرتاً بچتا ہے۔ مثلاً کسی اجنبی عورت کے چہرہ پر نگاہ بد ڈالی اور اندر کا نور بجھ گیا اس نور کی لذّت سلب ہو جانے سے جو تکلیف ہوتی ہے۔ آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ آئندہ کبھی اجنبی عورت کی طرف مرتے دم تک نظر اُٹھا کر نہ دیکھے گا۔ یہ ہے بصیرت

بصیرت کے معنی

ہیں دل کے اندر ایک نور کا پیدا ہونا۔ اس نور کی برکت سے حق و باطل۔ خیر و شر مفید و مضر۔ حلال و حرام میں تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں مدّت مدیدہ تک رہ کر اپنی تربیت کرانے سے یہ بصیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان خود صاحب بصیرت ہو۔ یا کسی صاحب بصیرت کے ہاتھ میں ہاتھ دیدے جو کام کرے اس کے مشورہ سے کرے۔ اگر نہ خود صاحب بصیرت ہو اور نہ کسی صاحب بصیرت کے ہاتھ میں ہاتھ ہو تو اس زندگی میں اس کا ٹھوکروں سے بچنا مشکل ہے۔ جس طرح انسان یا خود بینا ہو اور اگر اندھا ہے تو کسی بینا کے ہاتھ میں اپنی لاٹھی دیدے۔ اگر نہ خود بینا ہو اور نہ بینا کے ہاتھ میں لاٹھی دے تو ایسے شخص کا کنوئیں یا گڑھے میں گرنے سے بچنا محال ہے۔ بینا کنوئیں کو دیکھتا ہے اور اندھا نہیں دیکھتا۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
وگر خاموش بنشینم گناہ است

(اگر میں دیکھوں کہ اندھا جا رہا ہے۔ اور آگے کنواں ہے۔ اگر میں چپ رہوں اور اس اندھے کو مطلع نہ کروں تو میں گنہگار ہوں)

صاحب بصیرت

اپنے آپ کو پہچانتا ہے کہ میرا تعلق باللہ درست ہے یا نہیں۔ وہ اپنی مملوکہ اشیاء کو بھی پہچانتا ہے کہ حلال ہیں یا حرام اور اپنے دوست احباب کو بھی پہچانتا ہے کہ مخلص ہیں یا منافق۔ اگر صاحب بصیرت نہ ہو تو وہ نہ اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ نہ اپنی مملوکہ اشیاء اور نہ اپنے دوست و احباب کو پہچانتا ہے۔

مسلمانوں کی

اکثریت کو نہ ان باتوں کا علم ہے نہ ان کا علم رکھنے والوں کی صحبت نصیب ہے اس لئے وہ حلال کے ساتھ حرام بھی کھا جاتے ہیں۔ حرام کھانے کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت کو نہ اعمال صالحہ کی توفیق نصیب ہے اور نہ بُرائی سے بچتے ہیں۔ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ مسلمان جتنا بد دیانت ہے ہندو اتنا بد دیانت نہیں تھا۔

اصلاحِ حال

نہ ہو تو عوام اور تعلیم جدید کے تعلیم یافتہ کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ علمائے کرام کو بھی نور بصیرت حاصل نہیں ہوتا۔ مجھے جب منتظمین حضرات دستار بندی کے موقعہ پر بلاتے ہیں تو میں علمائے کرام سے کہا کرتا ہوں کہ آپ عالم تو بن گئے۔ لیکن جب تک کسی کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہ کر اپنی تربیت نہیں کرائیں گے۔ اس وقت تک آپ کا باطن بھی نور بصیرت سے خالی ہوگا۔ اہل اللہ کی صحبت میں بکثرت آنے جانے سے باطن کی بینائی حاصل ہوتی ہے بشرطیکہ عقیدت۔ ادب۔ اور اطاعت کی تین تاروں سے ان کے قلب سے کنکشن رکھے۔

؎ صدقے ہیں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

غیر تربیت یافتہ

مسلمان ہر نیکی عقیدت سے کرتا ہے اور ہر برائی سے عقیدتاً بچتا ہے۔ مثلاً اس نے علمائے کرام سے سُن رکھا ہے کہ اگر نماز نہ پڑھی تو اللہ میاں دوزخ میں ڈال دے گا۔ اس لئے وہ نماز پڑھتا ہے۔ اسی طرح زنا سے اس لئے بچتا ہے کہ زانی جہنم میں جائیگا اسی طرح تربیت یافتہ ہر نیکی بصیرت سے کرتا ہے اور ہر برائی سے بصیرتاً بچتا ہے مثلاً قصائی کی دوکان سے گوشت لائے۔ گوشت کھانے سے نورِ فطرت بجھ گیا۔ آئیندہ اس قصائی کی دوکان سے کبھی گوشت نہ لائینگے۔ عقیدت تو ہر کہ و مہ کو ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بصیرت سے نیکی کرنے اور بُرائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین

انسان کے ہر عمل کا اثر

اسکے دل پر پڑتا ہے۔ انسان عمل باہر کرتا ہے اور اس کا عکس اندر پڑتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے ہر عمل کے چار درجے ہیں ا۔ انبعاث من النفس۔ دل ... سی کام کے کرنے کا ارادہ پیدا ہونا یہ پہلا درجہ ہے۔ اس کے بعد انسان عمل کرتا ہے۔ ۲۔ عود الی النفس۔ عمل کرنے کے بعد جو اثر اس کے دل پر لوٹ کر آتا ہے۔ اس کو شاہ صاحبؒ عود الی النفس کے نام سے تعبیر فرماتے ہیں۔ ۳۔ تشبث بذیل النفس۔ وہ اثر انسان کے دل پر آ کر پڑتا ہے۔ ۴۔ احصاء علی النفس دل پر عمل کا اثر محفوظ رہتا ہے۔

کامل کی رضاء

میں اپنی ہستی فنا کر دے تو طالب کو فائدہ ہوتا ہے۔ وہ چلائیں تو چلے۔ وہ بٹھائیں تو بیٹھے۔ وہ کھڑا رکھیں تو کھڑا رہے
؎ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے
کامل سے اس طرح تعلق رکھنے سے کامل کا دل راضی ہوگا۔ یا نہیں۔ یقیناً راضی ہوگا۔ اسی لئے میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے کامل کے قلب سے کنکشن ہو تو فائدہ ہوتا ہے۔

میرے دو مربی

ہیں۔ میرے دادا پیرؒ ایک تھے۔ لیکن میرے مربی دو ہیں! حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ جو شجرہ میں دائیں طرف ہیں۔ ۲۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں۔ دونوں میرے کاسۂ گدائی میں کچھ نہ کچھ ڈال دیا کرتے تھے۔ حضرت دین پوریؒ میری بیعت کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے اور حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲ سال تک۔ میں نے کبھی کسی شخص کے کہنے پر اپنا پروگرام نہیں بدلا لیکن حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ جب فرماتے۔ بیٹا! آج تو میرے لئے رہ جاؤ۔ تو میں خوشی سے اپنا پروگرام بدل دیتا۔ حضرت دین پوریؒ سے میں نے خود کبھی اجازت نہیں مانگی۔ ایک وکیل کی معرفت اجازت مانگا کرتا تھا۔ وہ جب ٹھہرانا چاہتے تو ہوں ہوں فرما دیتے اور میرا سارا پروگرام بدل جاتا۔

ایک واقعہ

ایک دفعہ حضرت امروٹیؒ ایک جلسہ کے سلسلہ میں ایک جگہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ وہ جس کمرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن وہاں اکیلے چارپائی کے پاس تشریف فرما تھے میں پاس جا کر بیٹھ گیا۔ اصل میں میں نے عرض تو کچھ اور کرنا تھا۔ لیکن میں نے تمہید اس طرح اٹھائی کہ حضرت! میرا دل چاہتا ہے کہ میرا جنازہ ہو اور آپ کے ہاتھ ہوں (مجھے یقین تھا کہ اگر میں انکی زندگی میں دنیا سے رخصت ہو جاتا تو وہ اللہ تعالےٰ سے میری مغفرت کروا کر قبر میں دفن کرواتے) حضرتؒ نے مجھے بغلگیر کر کے فرمایا نہیں بیٹا! میرا جنازہ ہو اور تیرے ہاتھ ہوں۔ یعنی باپ کب چاہتا ہے کہ اس کی زندگی میں اس کا جوان بیٹا فوت ہو جائے حضرتؒ سے مجھے عشق تھا اور ان کو مجھ سے محبت تھی۔ حالانکہ وہ سندھی۔ میں پنجابی۔ وہ سید۔ میں اُمتی۔ یہ ادب کا صلہ تھا ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

حرمین شریفین

میں کل حرمین شریفین جا رہا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں دنیوی اعتبار سے کوئی کام نہیں کر رہا۔ اس مسجد میں ۴۴ سال سے قرآن مجید سنا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جہاں سے چاہتے ہیں رزق دلا دیتے ہیں۔ مجھے حرمین شریفین میں حاضری دینے کا شوق ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ وہ کوئی نہ کوئی سامان بنا دیتے ہیں ؎

خدا خود میر سامان است اربابِ توکّل را

بفضلِ خدا اس سال میں نویں مرتبہ جا رہا ہوں۔ ہندو بے ایمان جب مزدور کو شام کو مزدوری اس لئے دیتا تھا کہ یہ تازہ دم ہو کر کل پھر مزدوری کے لئے آئے گا۔ تو کیا اللہ تعالےٰ اپنے دین کی خدمت کرنے والوں کو رزق نہ دے گا۔ ضرور دیتا ہے۔ بلکہ دنیا دار سے زیادہ دیتا ہے ؎

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

کتنے دنیا دار ہیں۔ جن کے پاس لاکھوں روپیہ بنک میں موجود ہیں۔ لیکن ان کو فرض حج کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔

بے ادبی

جنہوں نے شیخ کامل کی بے ادبی کی۔ انہوں نے کبھی کچھ نہیں پایا۔ انانیت بھی باقی رہے اور فیض بھی آئے ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ والوں کا ادب کرنے اور بے ادبی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

عروج اقوام کے اسباب

تشریح مضامین سورۂ عصر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ
رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ

سُورۃ العصر

وَالْعَصْرِ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۝

ترجمہ :۔ زمانہ کی قسم ہے۔ انسان (ہمیشہ) نقصان میں رہا ہے مگر وہ لوگ (اِس اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۝ نقصان سے بچ گئے) جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور آپس میں اتباع حق کی وصیت کی اور آپس میں (اتباع حق میں آنے والی مصیبتوں میں) صبر کی تلقین کی۔

احادیث متعلقہ سورۃ العصر!

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص سے عصر کی نماز فوت ہو گئی۔ پس گویا کہ اس کا اہل اور مال چھین لیا گیا (متفق علیہ)

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ سورج بلند اور پوری روشنی سے چمکتا تھا۔ پھر جانیوالا مدینہ منورہ کے اوپر کے حصہ میں جاتا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔ اور مدینہ منورہ کے بعض اوپر کی طرف کے حصے تقریباً چار میل دور ہوتے تھے۔ (متفق علیہ)

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہ منافق کی نماز ہے بیٹھا سورج کا انتظار کرتا ہے۔ جس وقت سورج کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور (غروب کے وقت) شیطان کے دو سینگوں میں آ جاتا ہے اس وقت کھڑا ہو کر چار ٹھونگے مارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس میں بہت تھوڑا یاد کرتا ہے۔ (رواہ مسلم)

موضوع سورۃ

موضوع سورۃ وہ چیز ہے جو ساری سورۃ کی تعلیم کا نچوڑ ہو۔ اسے اگر درخت کے بیج سے تشبیہہ دی جائے تو بیجا نہیں جس طرح بیج زمین میں مدفون ہے۔ گہری کرید کے بعد بھی اس کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ ہاں ہر عقلمند استاد کی توجہ اور تنبیہ کے بغیر بھی اپنی خداداد ذہانت سے اس امر پر یقین رکھتا ہے۔ کہ کوئی درخت بغیر بیج کے نہیں ہو سکتا۔ اور ہر تنے ہر شاخ۔ ہر پتے، ہر پھل، ہر دانہ میں اسی کا ظہور ہے۔ بعینہٖ یہی معانی موضوع سورۃ کا ہے اور اس سورۃ کے ہر رکوع۔ ہر آیت کو اس سے تعلق و رابطہ ہے اگرچہ وہ کتنا لطیف اور باریک کیوں نہ ہو۔

موضوع سُورۃ العصر!

سورۃ العصر کا موضوع "عروج اقوام کے اسباب" ہے۔

انسانی قسم

قرآن حکیم کی قسموں اور انسانی قسموں میں بہت بڑا فرق ہے آدمی جس چیز کی قسم کھاتا ہے اُسے اپنے دل پر گواہ بناتا ہے کہ جو چیز میرے دل میں ہے اگر اس کے خلاف میں نے ظاہر کیا تو وہ ذات پاک، جو میرے دل کے رازوں کو جاننے والی ہے۔ مجھے اس جھوٹ پر سزا دیگی۔ اسلامی عقیدے میں چونکہ خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی شخص دل کی باتوں کو جاننے والا نہیں ہے اس لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے اور کسی کے نام کی قسم بھی جائز نہیں۔

اقسامُ القرآن

ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانی معنیٰ کی قسم کھانے سے پاک ہے نہ وہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ اس کے ارادوں کو کوئی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسموں کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقسم بہ (جس چیز کی قسم کھائی جائے) کو مقسم علیہ (جس مضمون پر قسم کھائی جائے یعنی جواب قسم) پر گواہ بنایا جاتا ہے۔ جس طرح مدعی کے راست بیان گواہوں کے بیانات میں جج غور کرتا ہے اور اُن بیانات کی شہادت پر مدعی کا دعویٰ ثابت کرتا ہے۔ اسی طرح مقسم بہ میں غور کرنے سے یقیناً اس دعویٰ کی تصدیق ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ بندے کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہے۔ جسے اصطلاح نحو میں جواب، قسم کہتے ہیں۔
قولہٗ تعالیٰ: وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ)

شہادت نامہ

روز روشن کی طرح زمانہ کی شہادت موجود ہے (جس کی ترجمانی صحیح تاریخی کتب اقوام عالم کرتی ہیں۔ کہ جس قدر قومیں پردۂ عدم سے صفحۂ ہستی پر آئیں سب کی سب خسارہ میں رہیں۔ ہاں وہ قومیں اس خسارہ سے محفوظ رہیں جو سورۂ عصر کے بیان کردہ چار اصول کی پابند ہوئیں)۔

تفصیل اصول اربعہ

مذکورۃ الصدر چار اصول میں سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ بیان انسب معلوم ہوتا ہے۔

جملہ معترضہ

قرآن حکیم چونکہ نوع انسانی کا معلم ہے۔ اس لئے اس کی تعلیم کے مخاطب مسلم و غیر مسلم دونوں ہیں۔ لہٰذا ان اصول کو ہر دو مخاطبین کی اصطلاح میں پیش

کیا جائے گا۔

اصل اوّل

قولہ تعالیٰ :۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ،

ترجمہ : جو لوگ ایمان لائے۔

تشریح باصطلاح مُسلم

مسلم کی اصطلاح میں ایمان کا یہ مفہوم ہے کہ احکم الحاکمین عزاسمہٗ و جلّ مجدّہٗ کی طرف سے جو ہدایات بذریعہ انبیاء علیہم السلام نازل ہوئی ہیں۔ اُن پر عمل کرنے کے لئے دل کو تیار کر لینا

. . . .

- - - - - - - - - - - - - - -

توضیح باصطلاح غیر مسلم

اگر ہمارا مخاطب اصول شرعیہ سے ناآشنا ہے۔ تو اس سے یہ کہیں گے کہ اگر دو قوموں میں تصادم اور کشمکش ہو تو وہی قوم غالب آئے گی جو علوم صحیحہ کی حامل ہو بلکہ آئندہ جو تین اصول آرہے ہیں۔ اُن کی بھی پابند ہو۔ اور وہ قوم یقیناً نقصان اُٹھائے گی۔ جو عروج و بقائے اقوام کے اصول صحیحہ سے ناآشنا ہوگی۔ وہ مقابلہ میں آکر جہالت کی ظلمت میں ٹھوکریں کھائے گی۔ اور بُری طرح صفحۂ ہستی سے ذلیل کر کے مٹائی جائے گی

ہر دو اصطلاح میں یک رنگی

اگر حقیقت شناس نگاہ سے دیکھا جائے تو ہدایات الٰہیّہ پر ایمان لانا، (باصطلاح اوّل) اور علوم صحیحہ کا حامل ہونا باصطلاح دوم حقیقت میں ایک ہی چیز ہے۔ جس کے دو عنوان ہیں۔ کیوں کہ دُنیا کے علوم مروجہ میں دو قسم کے علوم ہیں۔ ایک مُنزّل۔ جو احکم الحاکمین کی جانب سے نازل شدہ ہیں۔ اس قسم کے علوم کی تمام قومیں یہود۔ نصاریٰ۔ مجوس۔ ہنود۔ سکھ اور مسلمان قائل ہیں اور ہر قوم ان علوم کو بہترین تصور کرتی ہے۔ اور دوسرے مخترعہ جو عقل انسانی اپنے غور و فکر سے تجویز کرتی ہے۔ پہلی قسم کے علوم قطعی ہوتے ہیں اور دوسری قسم کے ظنی کہلاتے ہیں۔ ان میں ہمیشہ ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی ہے۔ اور ہوتی رہے گی۔

لِھٰذا

تصادم اور تعارض اقوام میں وُہی قوم غالب آئے گی۔ جو علوم الٰہیّہ کی حامل ہو، جو کہ اعلیٰ درجہ کے صحیح اور قطعی ہیں۔ علاوہ اس کے اُن تین اصول کی بھی پابند ہو جو آگے آ رہے ہیں۔ تب پوری اور قائم رہنے والی کامیابی کا منہ دیکھے گی۔ اور جو قوم اُن سے عاری اور ناآشنا ہوگی۔ وہ علوم ظنیہ اور مخترعہ کی خواہ کتنی ہی ماہر کیوں نہ ہو اور مادیات میں خواہ کتنی ہی بلند پایہ اور افلاطون زمان کیوں نہ ہو۔ لیکن تجربہ یہی بتلاتا ہے۔ کہ پہلی فاتح اور دوسری مفتوح، پہلی کامیاب اور دوسری ناکام رہی ہے۔

قولہٗ تعالےٰ : وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ،

ترجمہ :۔ اور جنہوں نے اچھے کام کئے

اصل دوم

فقط علوم صحیحہ کا حامل ہونا، کامیابی اور بامرادی کا کفیل نہیں بلکہ اصول کو عملی جامہ پہنانا بھی لازمی ہے۔ مثلاً اگر دو قومیں علوم صحیحہ کی حامل ہوں تو اُن میں سے کامیاب وہ ہوگی جو پُر حکمت اصول پر عمل پیرا ہے۔ اور جو ہاتھ پاؤں توڑ کر بے کاری کے نشہ میں مست ہے وہ نامراد رہ جائے گی۔

تمثیل!

مثلاً جب سیّد المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوّت نے طلوع کیا، اور ہدایاتِ قرآنی کی بارش آسمان سے شروع ہوئی۔ تو اس وقت توراۃ بھی (بعض مفسرین کی رائے میں) محفوظ تھی۔ جو ہمارے عقیدہ میں بھی کتاب اللہ منزّل من اللہ ہے۔ لیکن اس کی حامل جماعت ان ہدایات پر عمل کرنے سے قاصر تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام اور یہوّدیت کی ٹکّر میں یہوّدیت پاش پاش ہو گئی۔ اور اسلام کے نُور نے تمام دنیا کے قلوب پر اپنا قبضہ جما لیا۔

اصل سوم

قولہٗ تعالیٰ :۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ،

ترجمہ :۔ آپس میں اتباع حق کی وصیّت کی۔ اگرچہ پہلے دو اصول پر عمل کرنے سے کامیابی کا خوشنما چہرہ رونما ہوگا۔ لیکن اس کامیابی کے بقاء کے لئے مندرجہ ذیل سعی لازمی ہے۔

بقاءِ تحریک کا گُر!

جہاں دنیا میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے۔ کوئی تحریک اس دار فانی میں کبھی بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب تک اس کے بانی اور چلانے والے اپنے حلقہ اثر کے وسیع کرنے کی کوشش نہ کریں۔ تاکہ ان کے معاونین و ہمنواؤں کا حلقہ اس قدر وسیع ہو جائے کہ جس وقت وہ لوگ پیغام اجل کو لبّیک کہیں تو اس تحریک کو دوسرے لوگ فوراً سنبھال لیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس جب تک یہ سعی بلیغ ہر نسل کے لوگ جاری رکھیں گے وہ تحریک زندہ بامراد اور کامیاب رہے گی۔

اصل چہارم

قولہٗ تعالیٰ :۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ،

ترجمہ :۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیّت کی۔ پہلے تین اصول مذکورہ پر عمل کرنے سے کامیابی کا ظہور لازمی ہے۔ اور بقاء کے آثار بھی رُونما ہونگے لیکن بقاءِ حقیقی و دائمی فقط اسی صورت میں نصیب ہوگا۔ جب اس تحریک اور سلسلے کے حامی کار اور معاونین اپنے مقصد کی تکمیل میں ہر مصیبت میں سینہ سپر ہونے کے لئے تیار ہوں۔ اگر مقصد کی تکمیل میں مصائب و تکالیف سے جی چُرایا گیا تو آئندہ کی سرفرازی وہم باطل اور حاصل شدہ کامیابی معدوم ہو جائے گی۔

حاصل اصول اربعہ

علوم صحیحہ کا حامل ہونا، علوم صحیحہ پر عامل ہونا، حلقہ اثر کو ہر ممکن ذریعہ سے وسیع کرنا۔ تکمیل مقصد میں ہر قربانی کے لئے آمادہ رہنا۔

اصول اربعہ کی جامعیت

جس طرح ہر قوم کی زندگی کا دار و مدار ان چار اصولوں کی پابندی پر قائم کیا گیا ہے اسی طرح ہر شعبہ زندگی بسر کرنے

والوں کی کامیابی کا راز انہیں اصول میں مضمر ہے۔ بلکہ ہر شخص کا انفرادی زندگی میں سرسبز و شاداب ہونا بھی انہیں زریں اصول میں منحصر ہے۔ ہاں یہ الگ چیز ہے۔ کہ ہر موقعہ ہر عمل ہر مقصد کے علوم اپنے اپنے ہوں گے جد و جہد اور سعی کی نوعیت الگ ہوگی قربانی کا رنگ علیحدہ علیحدہ ہوگا۔

اَلْاِعْتِبَارُ وَالتَّاوِیْلُ

مسلمانوں کی ذلّت کا باعث

بَرادرانِ اِسلام:- افسوس صد افسوس! مسلمانوں کی ذلّت کا باعث اپنے اصول صحیحہ کی گم کردگی ہے۔ وہ قوم جو مردہ قوموں میں زندگی کی روح پھونکنے کے لئے دُنیا میں آئی تھی۔ وہ قوم جو خفتہ قسمت والوں کی قسمت بیدار کرنے کے لئے پیدا ہوئی تھی۔ جو قوم جاہل قوموں کے سینوں کو نورالٰہی سے بھرنے کے لئے آئی تھی۔

آج

نیم بسمل ہو کر دم توڑ رہی ہے۔ اپنے اسلاف کی پیدا کی ہوئی بیداری کو خواب غفلت کے پردہ میں چھپا رہی ہے جس کے اسلاف کے سینے نورالٰہی سے بھرپور تھے۔ آج جہالت کا شکار ہو رہی ہے۔ وہ قوم جس کی غلامی پر غیر مسلم فخر کیا کرتے تھے۔ آج وہ غیر مسلموں کی غلامی کو فخر سمجھتی ہے۔ ؎

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

لے بدنام کنندۂ نکو نام مسلمان بھائیو۔

پانی سر سے گذر چکا ہے حالت یاس تک پہنچ چکی ہے۔

لیکن

چھپا دست ہمّت میں زور قضا ہے

مثل ہے کہ ہمّت کا حامی خدا ہے۔

چہ غم دیوار اُمّت راکہ دارد چوں تو پشتیبان

چہ باک از موج بحر آنراکہ دارد نوح کشتیبان

آج بھی مسلمان اگر سورہ عصر کے اصول اربعہ پر عامل ہو جائیں تو با مداد الٰہی ساری دُنیا کی قوموں سے میدان عزّت و رفعت میں گوئے سبقت لے جا سکتے ہیں اور ان کو مالک الملک کی بارگاہ سے سردار اقوام عالم کا ممتاز لقب بآسانی مل سکتا ہے۔ یہی وہ راز تھا جس نے ابتداء اسلام میں مٹھی بھر مسلمانوں کو بڑی بڑی زبردست سلطنتوں پر فاتح بنا دیا تھا۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔

تمثیل

ہم مسلمانوں کی مثال اس مریض کی سی ہے۔ جو حکیم حاذق کے پاس جاتا ہے۔ نسخہ لکھواتا ہے۔ مگر نہ ادویات خرید کرتا ہے۔ نہ دوا بناتا ہے۔ نہ استعمال کرتا ہے۔ نہ پرہیز رکھتا ہے۔ ایسے مریض کی شفا عادۃ اللہ میں ناممکن نظر آتی ہے۔ ہم قرآن حکیم تو پڑھتے ہیں لیکن اقدام عمل سے جی چُراتے ہیں۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے

مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ سورۂ عصر کے اصول اربعہ کی بطریق ذیل پابندی کریں۔ پھر دیکھیں کہ نصرت الٰہی کس قدر اُن کا استقبال کرتی ہے۔ اور بظاہر ناممکن نتائج ممکن ہو کر کیونکر موسلا دھار بارش کی طرح ان پر برستے ہیں۔

طریق عمل

(۱)- **ایمان** (۱) ایمان سے مراد فقط تصدیق قلبی نہیں ہے۔ بلکہ تصدیق کے ساتھ ایک بدنی طاقت بھی اس تصدیق کے اثر سے پیدا ہو جائے۔ ایک ایسا سٹیم پیدا ہو جائے جو اعضاء کو مجبور کر کے ارادہ الٰہی کے ماتحت چلاوے۔ جسے تسلیم کا اثر کہنا چاہیئے۔ جس کا ذکر مشاہدہ "الن ہمام" میں پایا جاتا ہے ایمان کے لئے محض تصدیق منطقی کافی نہیں ہے۔

(۲) فقط نجات آخرت کی باتوں پر ہی تصدیق نہ ہو، بلکہ تمدن و معاشرت اقتصادیات وسیاسیات کے متعلق بھی جو ہدایات ہوں۔ اُن پر بھی اسی درجہ کی تصدیق ہو جس کا ذکر معنی ایمان کے ذیل میں آ چکا ہے۔

(۲) **عمل صالح:-** عمل صالح سے مراد فقط نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ۔ تہجد۔ اشراق۔ صلوٰۃ الاوابین ہی نہیں ہے۔ بلکہ تمام ہدایات قرآنی کو عملی جامہ پہنانا مُراد ہے۔ تاکہ "اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ" کے اصول پر ساری خدائی طاقتیں اس قوم کی حمایت کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔

قولہ تعالیٰ:- وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ۔

ترجمہ: اور اگر وہ لوگ توراۃ انجیل اور قرآن پر عمل کرتے تو اللہ تعالیٰ کے آسمانی اور زمین کے خزانوں سے رزق کھاتے۔

(۲) ہم نے قوانین الٰہیّہ میں فرق کر رکھا ہے۔ قوانین آخرت کو کم و بیش مان بھی لیتے ہیں۔ لیکن قوانین متعلقہ دنیا سے عموماً اعراض ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ ہمارے حق میں بارگاہ الٰہی سے ذلّت کا نزول ہوگا۔ مثلاً نماز پڑھتے ہیں۔ مگر گلہ کرنے، چغلی کھانے، جھوٹ بولنے سے کوئی پرہیز نہیں۔

روزہ رکھتے ہیں مگر جھوٹی شہادت دینے۔ جھوٹے گواہ بنانے بناوٹی مقدمات چلانے سے کوئی احتراز نہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ مگر بیٹیوں کو جائداد سے محروم کرنے، بہنوں کو حصّہ نہ دینے، یتیموں اور بیواؤں کے حق غصب کرنے سے کوئی پرہیز نہیں۔

(۳) **تواصی بالحق:-** فرض تو ہمارا یہ تھا کہ قرآن حکیم کے ہر لفظ۔ ہر آئیت۔ ہر رکوع۔ ہر سورۃ کے ہم خود عامل ہوتے۔ اور پھر دوسروں کو اُن چیزوں کی تبلیغ کرتے تاکہ قرآن دنیا کے ہر چپّہ زمین پر زندہ و درخشندہ نظر آتا۔ ظلمت کفر و ضلالت اس کے نور سے صفحۂ ہستی سے پردہ عدم میں روپوش ہو جاتی۔ آج مسلمانوں نے فرض تبلیغ عموماً ترک کر دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیم مفقود ہو رہی ہے۔ اخلاق، تہذیب، تمدن، معاشرت اسلامی سے لوگ متنفر ہو رہے ہیں۔

ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

بخلاف اس کے کہ باطل پرست اقوام آریہ عیسائی وغیرہ تبلیغ مذہب میں لگاتار ساعی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ

باقی صفحہ ۱۸ پر

بقیہ عروج اقوام کے اسباب صفحہ ۱۲ سے آگے

ان کی تحریکیں زندہ ہیں۔ دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں۔ کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۤءِ وَهٰٓؤُلَاۤءِ مِنْ عَطَاۤءِ رَبِّكَ ۗ وَمَا كَانَ عَطَاۤءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۔

(۴) تواصی بالصبر۔ اگر پہلے تین اصول مسلمانوں میں آ جائیں تو پھر تواصی بالصبر میں یہ قوم کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ بلکہ دنیا بھر کی قوموں سے محنت کے زیادہ عادی۔ مصیبت میں کودنے والے لڑنے مرنے کے لئے ہر وقت تیار مسلمان زیادہ پائے جاتے ہیں کمی فقط اس چیز کی ہے کہ جذبات انتقامی ان کے صحیح مصرف پر صرف نہیں ہوتے۔ اگر آج ان جذبات کا مصرف صحیح ہو جائے تو مسلمانوں سے زیادہ دنیا میں کوئی قوم بہادر نہیں ہے۔
اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ

عیسائی قوم کی سرفرازی کا راز

اگر کسی کے دل میں شبہ ہو کہ عیسائی قوم جو دنیا کی اکثر آبادی پر حکمران ہے وہ کب قرآن کو مانتی ہے اور سورۂ عصر کے اصول کی کب پابند ہے۔

اصل بات

یہ ہے کہ قرآن حکیم کے قانون کے دو حصے ہیں ایک وہ حصہ جس پر عمل کرنے سے دنیا میں عزت ملتی ہے۔ دوسرا وہ حصہ جس پر عمل کرنے سے آخرت میں عزت ملیگی۔ جو قوم قانون الٰہی کے حصہ دنیاوی پر عمل کرے گی وہ دنیا میں بارگاہ الٰہی سے عزت پائے گی۔ اور جو قانون الٰہی کے حصہ آخرت پر عامل ہوگی۔ وہ آخرت میں بارگاہ الٰہی میں سرفراز کی جائے گی۔ اور جو دونوں حصوں پر کاربند ہوگی وہ [illegible] دو جہان میں معزز و ممتاز ہوگی۔ موجودہ عیسائی قوم اس حصۂ قانون الٰہی کی نسبتاً مسلمانان ہند و پاک سے زیادہ پابند نظر آتی ہے جس سے دنیا میں قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اسلئے دنیا میں سرفراز ہے۔ اور ہند و پاک کے موجودہ مسلمان حصۂ قانون آخرت کے بمقابلہ دنیا کے زیادہ پابند نظر آتے ہیں۔ اس لیئے جن کے اندر یہ نور موجود ہوگا۔ وہ وہاں یقیناً کامیاب ہونگے۔ مسلمان اگر دنیا کی سرفرازی چاہتے ہیں تو دوسری اقوام سے بڑھ کر پیکر عمل بن جائیں۔ تو خدا تعالیٰ ان کو آگے بڑھا دے گا۔ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ؁

آتش سوزی در تنورے چوں خلیلؑ
کے بیابی نصرت رب جلیلؑ

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّاۗلِّيْنَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعت کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ کیا تمھاری زینت کے لیے چاندی کے زیور کافی نہیں ہیں؟ یاد رکھو تم میں جو عورت بھی مظاہرہ یعنی دکھلاوے کے لیے سونے کا زیور پہنے گی اس کو اس کے باعث عذاب دیا جائے گا۔

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورت کی خوبی دو باتوں میں ہے: اول یہ کہ اسے کوئی نامحرم مرد نہ دیکھے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ کسی نامحرم کو نہ دیکھے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع)

حضرت مولانا احمد علی صاحب

اصولِ ہزیمت اعداء اسلام

تشریح مضامین سورۂ کوثر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْد

رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ ؁

سورۃ الکوثر

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ؁ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ؁ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ؁

ترجمہ۔ بے شک ہم نے آپ کو کوثر دیا۔ پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر تحقیق تیرا دشمن ہی تباہ ہوگا۔ انتہیٰ

احادیث متعلقہ کوثر

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ بے شک میرا حوض ایلہ سے عدن کے فاصلہ سے بھی زیادہ دور ہے۔ یقیناً وہ برف سے زیادہ سفید ہے اور دودھ ملے شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں اور بے شک لوگوں کو میں اس سے ہٹاؤں گا۔ جس طرح آدمی اپنے حوض سے لوگوں کے اونٹوں کو ہٹاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا آپ اس دن ہمیں پہچانیں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں تمہاری ایک علامت ہوگی جو دوسری امتوں کی نہیں ہوگی۔ تم میرے ہاں آؤ گے۔ تمہارے ہاتھ اور پاؤں اور منہ وضو کے باعث روشن ہوں گے۔ (رواہ مسلم)

۲۔ سہل بن سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں تمہارا حوض پر پیشرو ہوں۔ جو شخص میرے ہاں آئے گا۔ پیئے گا۔ اور جو پیئے گا۔ وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ میرے ہاں بعض قومیں آئیں گی۔ جن کو میں پہچانوں گا۔ اور وہ مجھے پہچانیں گے۔ پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ ڈالا جائے گا۔ (یعنی مجھ تک پہنچنے سے انہیں روکا جائے گا)۔ پھر میں کہوں گا۔ بیشک وہ میری اُمت سے ہیں۔ پھر کہا جائے گا۔ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا ایجادات (دین میں) کر رکھی تھیں۔ پھر میں کہوں گا۔ جس شخص نے میرے بعد دین میں تغیر و تبدل اختیار کیا تھا۔ اس کو ہٹا دو۔ ہٹا دو۔ (متفق علیہ)

تفصیل مضامین سورۃ

تمہید۔ اس سورۃ میں ابتداءً ایک انعام الٰہی (اعطاء کوثر) کا ذکر کیا گیا ہے بعد ازاں نماز اور قربانی پر دشمنان اسلام کی تباہی کا ذمہ لیا گیا ہے۔ بظاہر مسلمان کم و بیش نماز بھی پڑھتے ہیں اور عیدالاضحیٰ پر قربانیاں بھی کرتے ہیں۔ لیکن اعدائے اسلام پر ہماری نمازوں اور قربانیوں سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اللہ تعالےٰ اور اسکی کلام دونوں سچے ہیں۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ مضمون سورۃ کو ایسے طریقے سے واضح کریں کہ ارشاد الٰہی کی حکمت سمجھ میں آجائے اور صداقت ذہن نشین ہو جائے۔ واللہُ موفق والمعین

معنیٔ کوثر

قولہٗ تعالیٰ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ الآیہ۔ مفسرین حضرات نے کوثر کے دو معنے کئے ہیں۔ ایک حوض کوثر[۱] جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن میدان محشر میں اپنی امت کو پلائیں گے اور دوسری خیر کثیر مراد لی ہے اور خیر کثیر[۲] سے مراد قرآن ہے۔

تطبیق

میرے خیال میں ہر دو معنوں سے مراد ایک ہی چیز ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ کہ جو چیز دنیا میں پائی جاتی ہے۔ اس کی اصل ایک دوسرے جہان میں موجود ہے۔ جس کا نام عالم مثال ہے اور وہاں کی چیزوں کو اس جہاں کے مناسب اجسام دیئے جاتے ہیں۔ اس بنا پر وہ قرآن حکیم جو یہاں صفحۂ قرطاس پر منقوش ہے اور مومنین کے دل و دماغ میں محفوظ ہے اور بین الدفتین مجلد ہے۔ انسان جس کو ہاتھ میں اٹھا لیتا ہے۔ اس کا ظہور عالم مثال میں بصورت حوض کوثر ہوگا۔ جن لوگوں نے عالم ناسوت میں اس چشمہ الٰہی سے جرعہ نوشی کی ہے۔ وہ وہاں بھی حوض کوثر سے شراب طہور پی کر ایسے مست ہو جائیں گے۔ کہ ان پر محشر کا پچاس ہزار سالہ دن اس طرح گذر جائے گا۔ گویا کہ چار رکعت نماز ادا کی اور جن لوگوں نے یہاں اس منبع خیر و برکت سے اعراض برتا۔ وہ وہاں بھی اس سے محروم رکھے جائیں گے۔

محل وقوع کوثر

بعض احادیث سے حوض کوثر کا جنت میں ہونا اور بعض سے محشر میں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دونوں کی تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ اصل تو جنت میں ہے اور اس کی ایک شاخ اللہ تعالےٰ کے حکم سے میدان محشر میں آجائے گی۔ قولہٗ تعالےٰ فَصَلِّ لِرَبِّکَ[۳]
ترجمہ۔ پھر اپنے رب کے لئے نماز پڑھو

رابطِ آیات سورۂ کوثر۔ چونکہ ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا ہے۔ اس لئے آپ کا فرض ہے کہ اس نعمت کے شکریہ میں بدنی اور مالی قربانی کریں۔ نتیجہ ان قربانیوں کا آپکی کامیابی اور آپ کے دشمن کی تباہی ہوگا۔

[۱] شواہد التفاسیر قیل ھو حوض لہٗ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المحشر (ارواح المعانی ص ۲۴۵ ج ۳)

[۱] شواہد التفاسیر قولہٗ تعالیٰ انا اعطینٰک الکوثر ای ای الخیر الکثیر وان الحسن انہ القرآن روح المعانی ص ۲۴۵ ج ۳۰

[۲] شواہد التفاسیر[۳] قولہٗ تعالیٰ فصل لربک لترتیب من بعدھا علیٰ ما قبلھا فان اعطاءہٗ تعالیٰ ایاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ما ذکر من العطیۃ التی لم یعطھا احد من العلمین مستوجب للمامور بہ (روح المعانی ص ۲۴۶ ج ۳۰) وفی موضع اخر بھا ای فی الصلوٰۃ اداء لحق شکرہ تعالیٰ علیٰ ذالک فان الصلوٰۃ جامعۃ لاقسام الشکر روح المعانی ص ۲۴۶ ج ۳۰

شکرِ نعمت

شکر نعمت یہ ہے کہ جس مصرف میں صرف کرنے کیلئے اللہ نے وہ نعمت عطا فرمائی ہے۔ وہیں صرف کی جائے اور کفران نعمت سے یہ مُراد ہے کہ بے مصرف صرف کی جائے اور ہر نعمت کا الگ الگ مصرف ہے۔

شکرِ نعمت قرآن

قرآن حکیم خزانہ علم الٰہی ہے اور یہ خزانہ اس لئے دیا گیا ہے کہ خلق خدا کے دلوں سے ظلمتِ جہالت نکال دی جائے اور اس کے بجائے نور علم بھر دیا جائے وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ۔ ترجمہ۔ اور میری (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف قرآن اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے میں تمہیں اور ہر اس شخص کو ڈراؤں۔ جسے یہ قرآن پہنچے۔ انتہیٰ۔ لہٰذا نعمتِ قرآن حکیم کا شکر یہ یہی ہے کہ اس کی تبلیغ عام کی جائے۔ چپہ چپہ زمین پر اس کا نور پھیلا دیا جائے۔ کسی شخص کے کان اس سے نا آشنا نہ رہیں۔ کوئی دل اس کی تصدیق سے خالی نہ رہے۔

کفرانِ نعمتِ قرآن

کفران نعمت یہ ہے کہ اس کے حامل مونہوں پر مہر سکوت لگا لیں۔ خلق اللہ کی گمراہی اور بے راہ روی سے ذرہ بھر متاثر نہ ہوں۔ حصول مفاد دنیا کی خاطر مداہنت سے کام لیں اور اِشْتَرَاءَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا سے باز نہ آئیں۔ ایسے ناعاقبت اندیشوں کے حق میں مندرجہ ذیل وعید آیا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ (سورہ بقرہ) ترجمہ۔ بے شک جو لوگ ان کھلی کھلی باتوں اور ہدایت کو کہ جسے ہم نے نازل کر دیا ہے اس کے بعد بھی چھپاتے ہیں کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کر دیا۔ یہی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

شکرِ نعمت قرآن کیلئے مسلمانوں کا اِجتماع

جب شکر نعمت قرآن تبلیغ قرآن پر موقوف ہوا اور علماء علوم قرآن کا فرض منصبی تبلیغ ٹھہرا تو اللہ تعالیٰ کی حکمت نے تقاضا کیا کہ دوسرے لوگوں کو استماع قرآن کے لئے مجبور کر کے جمع کیا جائے اور ایک منظم صورت میں سننے اور سنانے والے مجتمع ہو کر اس فرض کو انجام دیں۔ اس واسطے ارشاد ہوتا ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ (پس اپنے رب کی نماز پڑھ) نماز میں از روئے شرع اسی کو امام بنایا جاتا ہے جو سب سے زیادہ قرآن کا عالم ہو۔ نماز ایک ایسی معجونِ مرکب ہے جس میں عبادت کے علاوہ زندہ قوم بنانے کے تمام لوازمات موجود ہیں۔ ایثار مساوات اتحاد۔ انتخاب امیر۔ اطاعت امیر۔ وحدۃ مرکزی۔ جذبہ قربانی۔ یادِ آخرت ذکر۔ شکر۔ صبر۔ دعا کی عملی تعلیم نماز میں دی جاتی ہے۔ اگرچہ عنوانات مذکورۃ الصدر پر علیحدہ علیحدہ مفصل بحث کی جا سکتی ہے۔ لیکن اسوقت ہمارے موضوع سورۃ سے یہ چیز خارج ہے۔

اس لئے فقط ایک امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ نماز میں چونکہ تعلیم قرآن مقصود بالذات چیز ہے۔ اس لئے انتخاب امیر میں مہارت علوم قرآنیہ کو طغرائے امتیاز قرار دیا گیا ہے۔ گویا اشاعت کتاب اللہ کی ایک بہترین صورت شارع نے تجویز فرمائی کہ ماہر قرآن تقریر کر رہا ہو اور سامعین ہمہ تن گوش ہو کر اس کے الفاظ کو سن رہے ہوں۔ جو لفظ قاری کی زبان سے نکلے۔ وہ سامعین کے کانوں سے گزر کر دل میں اترتا جائے۔ نماز کے اندر والی اشاعت قرآن سے فقط وہ لوگ بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں لیکن غیر مسلموں کی ہدایت کے لئے بھی مسلمانوں پر اشاعت قرآن حکیم کا فرض عائد ہوتا ہے۔ البتہ اس بیرون صلوٰۃ والی اشاعت میں تقسیم عمل سے کام ہوگا جن حضرات علمائے کرام کے سینے نور علم الٰہی کے خزانے بنائے گئے ہیں۔ وہ اپنے اوقات عزیزہ زندگی کو خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ تبلیغ و اشاعت قرآن کے لئے وقف کر دیں اور جو لوگ صاحب دولت و ثروت ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ ایسے علمائے کرام کی خدمت مالی کرنا اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں تاکہ یہ اشتراک عمل دونوں کی نجات اخروی کا ذریعہ بن جائے۔

الغرض

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کامیابی کا راز اشاعت قرآن ہی میں مضمر تھا۔ اس مقدس کتاب کی علمی اور عملی نشر و اشاعت ہی ان کی زندگیوں کا نصب العین تھا۔ جب وہ قانون الٰہی (کتاب اللہ) کی حفاظت و صیانت کے لئے سفر و اقامت اختیار کرتے تھے۔ تب اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان کے خزانے ان کی حمایت کے لئے وقف کر دیئے تھے۔ جہاں جاتے تھے نصرت الٰہی ان کا ساتھ دیتی تھی۔ فتح کا سہرا ان کے سر باندھا جاتا تھا۔ کامیابی ان کی قدمبوسی کرتی تھی۔

ہزیمت اعداءِ اسلام کا اصل اوّل

حاصل یہ ہے کہ اگر مسلمانانِ عالم آج بھی صحابہ کرامؓ کی طرح اپنی زندگی کا نصب العین اشاعۃ کتاب اللہ بنائیں اور قرآن کے علم و عمل کا رنگ صحابہ کرامؓ کی طرح اپنے اوپر چڑھائیں اور دوسرے پر بھی رنگ چڑھانے کے لئے قدم بڑھائیں تو پھر بدستور سابق نصرۃ الٰہی ان کا ساتھ دے۔ فتح کا سہرا ہر میدان میں ان کے سر باندھا جائے۔ کامیابی ان کی قدمبوسی کرے۔ قولہٗ تعالےٰ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ

ہزیمت اعداءِ اسلام کا اصل دوم

قولہٗ تعالیٰ (وَانْحَرْ[1] اور قربانی کر)

ابتداءِ قربانی

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب دیکھا۔ کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے اور وحی الٰہی ہوتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے بیدار ہو کر اپنے بیٹے کو خواب کا ذکر سنایا یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی (سورہ صٰفّٰت) بیٹے (حضرت اسمٰعیلؑ) نے جواب دیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کو پورا کیجئے یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ مجھے آپ (ضرور) انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ سَتَجِدُنِیْٓ

---

[1] شواہد التفاسیر قولہٗ تعالیٰ (وانحر) والاکثرون علیٰ ان المراد بالنحر نحر الاضاحی (روح المعانی صفحہ ۲۴۶ ج ۳۰)

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ ○ چنانچہ اس مکالمہ کے بعد باپ بیٹا دونوں باہر تشریف لے گئے۔ تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حکم الٰہی کی تعمیل کریں۔ باہر جا کر باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا۔ تب آسمان سے آواز آئی کہ اے ابراہیم علیہ السلام تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ وَ نَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰہِیْمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ○ اس امتحان کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے عوض ایک مینڈھا حضرت ابراہیمؑ کو عطا فرمایا۔ انہوں نے بیٹے کے عوض اس مینڈھے کو ذبح کیا۔ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ○ اسکے بعد حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں قربانی کی رسم پڑی

نتائج واقعہ مذکورہ قربانی

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اکلوتے بیٹے کو حصول رضاء الٰہی کی خاطر ذبح کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے۔ تب معلوم ہوا کہ اپنی جان دینے (جو اپنے ہاتھ سے بیٹا ذبح کرنے سے زیادہ آسان ہے) کے لئے بطریق اولیٰ تیار تھے۔

۲۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اولاد اور جان دینے کے لئے تیار تھے۔ تو مال قربان کے لئے بطریق اولیٰ تیار ہونگے۔

۳۔ جب جان اور اولاد دینے کیلئے تیار تھے تو حصول رضا الٰہی کے لئے وطن چھوڑنے کے لئے بطریق اولیٰ تیار ہونگے۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس کارنامے سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ انکا ایمان اتنا قوی ہے کہ جب کبھی آئندہ بھی ان کو اللہ سے اس قسم کا کوئی حکم ملے گا تو اسکی تعمیل کے لئے بطیب خاطر آمادہ ہو سکیں گے۔ کیونکہ ہر کام کی ابتدا مشکل ہوتی ہے۔ تجربہ کے بعد تو اور زیادہ آسان ہو جاتا ہے

شریعت محمدیہؐ میں ابراہیمی قربانی کی یاد تازہ

سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے نسبی اور روحانی خلف الرشید ہیں۔ نسبی خلافۃ سے تو کسی کو انکار نہیں ہے۔ روحانی خلافۃ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ قولہ تعالےٰ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰہِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَ ہٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ترجمہ۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو آپ کا اتباع کر چکے اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ انتہی

چونکہ آپ نسباً و روحاً حضرت ابراہیمؑ کے جانشین ہیں اور ملۃ ابراہیمی ہی کی تجدید کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لئے احکام شریعت ابراہیمیؑ ہی کا احیاء فرمائیں گے۔ خواہ تصویر احکام میں کچھ فرق بھی ہو جائے۔ اسی اصل مسلّم کی بنا پر قربانی ابراہیمی کی ہر سال یاد تازہ امت محمدیہؐ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے کرائی جاتی ہے۔ لہٰذا امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا فرض ہے کہ عید الضحیٰ کی قربانی کرتے وقت مذکورۃ الصدر نتائج قربانی کا لحاظ دل میں کر لیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر اس قربانی سے کوئی خاص اثر نہ لیا جائے تو محض جانور کا ذبح کرنا اور گوشت کھا لینا تو کوئی مقصود بالذات چیز نہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُہَا وَلَا دِمَآؤُہَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ ترجمہ اللہ تعالےٰ کے ہاں ان قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے ہاں اس تقوےٰ کی قدر و قیمت ہے۔ جو اس قربانی کرنے سے تمہارے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ انتہی۔

مرتبہ قربانی

عبادات مالیہ میں سب سے بڑی عبادت قربانی ہے اور عبادات بدنیہ میں سب سے بڑی عبادت صلوٰۃ ہے اللہ تعالےٰ کے زندہ دل بندوں کو جو لطف نماز میں نصیب ہوتا ہے۔ وہ دوسری کسی عبادت میں نصیب نہیں ہوتا۔ علےٰ ہذا القیاس قربانی میں جو ایثار اور اعتماد علےٰ اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ بھی ایک عجیب چیز ہے بشرطیکہ ایمان و اخلاص سے یہ کام کیا جائے۔ اللّٰھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ واجعل اخرتنا خیرًا من الاولیٰ

حاصل اصل دوم

حاصل یہ نکلا کہ ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ حصول رضا الٰہی کے لئے ہر بدنی اور مالی اور وطنی قربانی کے لئے ہر وقت آمادہ اور تیار رہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالےٰ ان چیزوں کا ساری عمر اس سے مطالبہ نہ کرے۔ لیکن مسلم کا فرض ہے کہ اپنی طرف سے کبھی لیت و لعل دل میں نہ لائے۔ قولہ تعالےٰ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الْاَبْتَرُ بے شک تیرا دشمن ہی ابتر (دم بریدہ) ہو گا۔

آخری نتیجہ

مسلمانانِ عالم جب ہر دو اصول مذکور الصدر پر دل و جان سے عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے تو پھر امداد الٰہی انکی پشت پناہ ہو گی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو اس خدا پرست جماعت کے مقابلہ میں آئے گا۔ ذلت و نامرادی اور بربادی کا منہ دیکھے گا۔

تفصیل نامرادی دشمن

اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو ہر ایک خیر سے محروم کر دیگا۔ اس کا ذکر خیر باقی نہیں رکھا جائے گا۔ مال اور اہل و اولاد کے نفع و خیر سے محروم ہو جائے گا۔ زندگی کو حصول رضاء الٰہی کا ذریعہ نہیں بنا سکیگا ایسے اعمال کی توفیق ہی نہیں ملے گی جن سے آخرت میں نفع پا سکے اور خدا اس کے دل کو خیالات پاکیزہ سے محروم کر دے گا۔ اپنی معرفت اور محبت اور اپنے اصولوں پر ایمان لانے کی توفیق عطا نہیں فرمائے گا اور اسکے اعمال کو

شواہد التفاسیر:۔ قولہ تعالیٰ (اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الْاَبْتَرُ) وعمم ھذا الشیخ (ابن التیمیہ علیہ الرحمۃ کلا من جزائی الجملۃ فقال انہ سبحانہ تیسر شانئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کل خیر تمیز اھلہ ومالہ فیخسر ذالک فی الاخرۃ ویبتر حیاتہ فلا نفع بہا ولا یتزر فیہا صالحا المعادہ فلیبتر قلبہ فلا یعی الخیر ولا یوھلہ لمعرفتہ تعالیٰ ومحبتہ والایمان برسلہ علیہ السلام ویبتر اعمالہ فلا یستعملہ سبحانہ فی طاعتہ ویبتر من الانصار فلا یجد لہ ناصرًا ولا عونا ویبترء من جمیع القرب فلا یذق لہا طعمًا ولا یجد لہا حلاوۃ وان باشرہا بظاہرہ فقلبہ شارد عنہا وھذا اجزاء کل من شاء باجابہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لاجل ھواہ (روح معانی ج ۳۰ صفحہ ۲۴۸)

باقی صفحہ ۱۲ پر

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں انصار کی ایک مجلس میں تھا کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے آئے اور کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہا سے تین بار اجازت مانگی مگر اجازت نہیں ملی تو میں واپس لوٹ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہیں اندر آنے سے کس چیز نے روکا؟ میں نے کہا کہ میں نے اجازت مانگی لیکن آپ نے اجازت نہ دی اس لئے میں واپس لوٹ گیا اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص تین بار اجازت مانگے اور اس کو اجازت نہ ملے تو اس کو لوٹ جانا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم کو اس پر گواہ پیش کرنا ہوگا۔ پھر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم میں سے کسی نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اس کو سنا ہے؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ! تیری گواہی کے لئے قوم کا کمسن شخص کھڑا ہوگا۔ راوی (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہا) کا بیان ہے کہ میں اس وقت سب سے کمسن تھا۔ میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسی طرح فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۲۴۵)

بقیہ اصول ہزیمت صفحہ ۱ سے آگے۔

اطاعت الٰہی سے خالی کر دے گا آئندہ اس کے مددگار و معاونوں کو الگ کر دے گا۔ پھر وہ کسی کو اپنا مددگار و معاون نہ پائے گا۔ غرضیکہ تمام نیکی اور بھلائی کے کاموں سے اس کو محروم کر دے گا۔ اگر وہ کوئی کام نیکی کا کرے گا۔ تو بھی اسے لذتِ ایمانی نہیں آئے گی۔

کامیابی سیدالمرسلین و خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام

مشتے نمونہ از خروار

۱۔ آپ کو کوثر (خیر کثیر) عطا فرمایا۔
۲۔ آپ کی ہر موقعہ پر مدد کی۔
۳۔ آنکھوں میں ٹھنڈک دی۔
۴۔ دل کو اطمینان عطا فرمایا۔
۵۔ شرح صدر کیا۔
۶۔ آپ کے دل میں اپنی محبت کا ذوق بھر دیا۔
۷۔ آخرت میں وسیلہ اور مقام محمود عطا فرمایا۔
۸۔ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کے دروازوں کو کھولنے کا شرف آپ ہی کو عطا فرمایا۔
۹۔ لواء الحمد (تعریف الٰہی کا جھنڈا) قیامت میں آپ ہی کو عطا فرمایا۔
۱۰۔ وہ حوض کوثر جس سے مومن محشر میں پانی پئیں گے۔ عطا فرمایا۔
۱۱۔ تمام مومنین کو آپ کی روحانی اولاد بنایا

آخری عرضداشت

مسلمانوں کا فرض ہے کہ حضور سراپا نور فداہ ابی و امی کی معرفت احکم الحاکمین نے جو کچھ عطا فرمایا ہے۔ اس میں سے کسی چیز کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھیں اور کسی چیز کو خواہشات نفسانی کی بنا پر ردّ نہ کریں۔ اگر بالفرض ساری دنیا بھی مخالف ہو جائے تو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا اتباع نہ چھوڑیں۔ اور دربار نبوی سے ناراضگی مول لے کر اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں داخل نہ ہوں۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضی واجعل اخرتنا خیرا من الاولیٰ واللھم بحمدک لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک ❊

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

باطن کی بصیرت حاصل کرنے کا طریقہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اَمَّا بَعْد

عرض یہ ہے کہ ہر اجتماع میں بعض احباب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے مجھے ہر اجتماع میں کچھ تمہیدی کلمات عرض کرنے پڑتے ہیں۔ یہ اجتماع اس لئے ہوتا ہے کہ ہمارا ظاہر اور باطن دونوں درست ہو جائیں۔ یہ تو تمہید تھی۔ اب میں اصل چیز عرض کرنا چاہتا ہوں۔

بینائی کی دو قسمیں

بینائی کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ ظاہری بینائی جو ان دو آنکھوں میں ہے۔ یہ بینائی تو اللہ تعالےٰ نے ہر فرد بشر کو دے رکھی ہے۔ کافر۔ مشرک۔ اور مومن سب کو دی ہوئی ہے۔ ۲۔ باطن کی بینائی جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کی اس آیت میں فرمایا ہے فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿سورۃ الحج ع ۶ پ ۱۷﴾ ترجمہ۔ پس تحقیقی بات یہ ہے۔ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔

صحت کی قسمیں

جس طرح بینائی کی دو قسمیں ہیں اسی طرح صحت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ صحت جسمانی۔ ۲۔ صحت روحانی۔ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں وہ مقبول ہوگا۔ جس کی صحت روحانی درست ہوگی۔ اَللّٰه ھُوْ کے پاک نام کی برکت سے صحت روحانی کے درست ہونے کا پتہ خود بخود لگتا ہے۔

صحت روحانی کا پتہ

عوام تو بجائے خود رہے۔ صحت روحانی کے درست ہونے کا پتہ علمائے کرام کو بھی نہیں ہوتا۔ آپ کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے میں کہا کرتا ہوں کہ علماء کرام جہاں چودہ سال پڑھنے کے بعد پہنچے ہیں۔ آپ چودہ سال پڑھنے کے بعد وہاں پہنچیں گے۔ جہاں ان کا جوتا پہنچا ہوا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہ کر تربیت کرانے کے بعد صحت روحانی کے درست ہونے کا پتہ لگتا ہے۔

صحت روحانی

جس طرح صحت جسمانی بد پرہیزی کرنے سے بگڑ جاتی ہے۔ اسی طرح صحت روحانی بھی بگڑ جاتی ہے۔ جب صحت جسمانی بگڑ جاتی ہے تو طبیب حاذق سمجھتا ہے کہ میں نے فلاں بد پرہیزی کی تھی۔ اس لئے صحت جسمانی بگڑ گئی۔ وہ اس کا علاج بھی جانتا ہے۔ علاج کے بعد اللہ تعالےٰ کے فضل سے صحت جسمانی بحال ہو جاتی ہے۔ عوام نہ صحت جسمانی کے بگڑنے کا سبب معلوم کر سکتے ہیں۔ اور نہ علاج کر سکتے ہیں۔ ان کو طبیب حاذق کے پاس جانا پڑتا ہے۔ اسی طرح شیخ کامل سمجھتا ہے کہ فلاں بد پرہیزی کی تھی۔ جس سے صحت روحانی بگڑ گئی ہے وہ اس کا علاج بھی کر سکتا ہے۔ عوام کو نہ صحت روحانی کے بگڑنے کا پتہ چلتا ہے اور نہ بگڑنے کے بعد وہ علاج کر سکتے ہیں۔ ان کو کسی شیخ کامل کے پاس جانا پڑتا ہے۔

اَللّٰه ھُوْ

کے پاک نام کی برکت سے صحت روحانی کے بگڑنے کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ شیخ کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ تک تربیت کرائی جائے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ انسان یا خود بینا ہو اور اگر خود اندھا ہے تو کسی بینا کے ہاتھ میں لاٹھی دیدے تو منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ لیکن اگر خود اندھا ہو اور کسی بینا کے ہاتھ میں لاٹھی بھی نہ دے۔ تو کسی کنوئیں یا گڑھے میں گر کر ہلاک ہو جائے گا۔ ادھر بھی یہی ہے۔ یا انسان خود باطن کا بینا ہو یا کسی باطن کے بینا کے ہاتھ میں ہاتھ دیدے۔ جو کام کرے اس سے پوچھ کر کرے تو گمراہی سے بچ جائے گا۔ مثلاً حرام کھانے سے ذکر کی لذت سلب ہو گئی۔ عوام اس کا سبب معلوم کرنے سے قاصر ہیں۔ کسی کامل کے پاس جا کر اس سے دریافت کریں گے تو وہ سبب بتائے گا اور علاج بھی تجویز کرے گا۔

مہلک امراض

جس طرح بعض جسمانی بیماریاں مہلک ہوتی ہیں۔ وہ پیغام موت ہی لاتی ہیں دق اور سل مہلک بیماریاں ہیں۔ ان کا کوئی علاج نہیں۔ نہ ڈاکٹروں کے پاس اور نہ اطباء کے پاس۔ اسی طرح بعض روحانی بیماریاں بھی مہلک ہوتی ہیں۔ کفر۔ شرک اور نفاق اعتقادی مہلک روحانی بیماریاں ہیں۔ اگر مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق نہ ہوئی تو یہ ابد الآباد کے لئے جہنم میں پہنچائیں گی۔

صحت روحانی کی بحالی

ایک طرف طالب خود اللہ اللہ کرے گا اور دوسری طرف کامل توجہ کرے گا۔ انشاء اللہ اس طرح صحت روحانی جلد بحال ہو جائے گی۔ اس کی مثال یوں سمجھئے۔ جیسے ایک گاڑی کو دو انجن لگا دیئے جائیں تو وہ گاڑی یقیناً زیادہ تیز چلے گی۔ اسی طرح جو شیخ کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہتے ہیں۔ ان کی اصلاح باطن جلد ہو جاتی ہے۔ جس طرح وراثت کا سلسلہ اَبًا عَنْ جَدٍّ چلتا ہے۔ اسی طرح یہ روحانی تربیت کا سلسلہ بھی اَبًا عَنْ جَدٍّ آ رہا ہے۔ یہ چار سلسلے ہیں۔ نقشبندی۔ سہروردی۔ چشتی اور قادری۔ سب کا مقصد وصول الی اللہ ہے۔ اگرچہ ہر ایک کا طریق کار علیحدہ علیحدہ ہے۔

نفس کا غلبہ

عام طور پر انسانوں پر نفس غالب ہے کسی نے ٹھیک کہا ہے ؎

نفس ما یاں کم تراز فرعون نیست
لیک اورا عون ما را عون نیست

جب کامل اللہ ھُوْ کا پاک نام سکھاتا

ہے تو نفس مغلوب ہو جاتا ہے۔ کامل نایاب نہیں۔ لیکن کمیاب ضرور ہیں۔ دس لاکھ کی آبادی میں اوسطاً ایک بھی کامل نہیں۔ وہ اتنے کمیاب ہیں۔

دُعا

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی صحت روحانی بحال کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔ صحت روحانی کی بحالی کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اللہ تعالےٰ سے جو تعلق ہے اس میں خلل نہ آنے پائے

حرام کھانے سے

اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ عبادت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ لاہوری اکثر حرام کھاتے ہیں۔ لاہور میں چاول، کھانڈ۔ آٹا۔ گھی۔ وغیرہ اکثر چیزیں حرام کی ہوتی ہیں۔ لاہوریوں سے ان چیزوں کے حرام ہونے کا ذکر کیا جائے تو جواب دیتے ہیں کہ ہمارے پیسے تو حلال کے ہیں۔ یاد رکھو حلال کے پیسوں سے حرام کھاؤ گے تو وہ حلال نہ ہو جائے گا۔ حلال کے پیسوں سے خنزیر کا گوشت خرید کر لاؤ گے تو کیا وہ حلال ہو جائیگا؟ دیہات میں اتنا حرام نہیں ہوتا۔ جتنا یہاں ہوتا ہے۔ اشیائے خوردنی اور نوشیدنی کے علاوہ لباس اور مکان بھی حرام کے ہوتے ہیں۔ حرام کھانے سے قبر بہشت کا باغ نہ بنے گی۔ بلکہ جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔

شیخ کامل

کامل ہو اور طالب صادق ہو اور اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو صحت روحانی بحال ہو جاتی ہے۔ طالب صادق وہ ہے۔ جس کا شیخ کامل کے قلب سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کے ذریعہ تعلق ہو۔ اس طرح تعلق رکھنے سے شیخ کامل کا عکس آتا ہے۔ اسی کا نام فیض ہے۔

میرے دو مربّی ہیں۔ میں نے سوائے اپنے مربیوں کے کسی کے کہنے پر کبھی اپنے سفر کا پروگرام نہیں بدلا۔ لیکن حضرت امروٹیؒ جب یہ فرما دیتے بیٹا! آج تم میرے لئے رہ جاؤ۔ تو پروگرام گیا۔ اسی طرح حضرت دین پوریؒ ۴ جب اجازت طلب کرنے پر فقط ہوں ہوں فرما دیتے تو میرا سارا پروگرام ختم ہو جاتا۔ یہ ہے ادب ؎

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

ہر فن

میں کمال حاصل کرنے کے لئے اس فن کے کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ باطن کی بینائی بھی اسی طرح حاصل ہوتی ہے۔ باطن کے بینا کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے سے یہ نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔ ظاہری آنکھیں تو اللہ تعالےٰ نے کافروں کو بھی دے رکھی ہیں۔ لیکن باطن کی آنکھیں مسلمانوں میں بھی لاکھوں میں سے اوسطاً ایک کو بھی نصیب نہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو باطن کی آنکھیں عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی، حضرت میمونہ بھی ساتھ تھیں۔ اتنے میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہا تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حجاب کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو نابینا ہیں، ہم کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی ہمیں پہچانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم بھی نابینا ہو کہ انہیں نہیں دیکھتی؟ (سنن ابوداود: ۴۱۱۲)

مجلسِ ذکر، منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ امّا بعد

اصلاح نفس کے دو درجے

میرے جو احباب شوق سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس مجلس میں شریک ہونے کے لئے آتے ہیں۔ میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ان میں سے بعض احباب تو ۴۰۔۴۵ میل سے آتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ سب کو دنیا میں عزت۔ راحت اور رزق کی فراوانی اور آخرت میں نجات عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

ذکر کا حلقہ جتنا زیادہ ہوتا ہے۔ اتنے زیادہ ملائکہ عظام ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ملائکہ عظام اپنے پروں سے ذاکرین کو ڈھانک لیتے ہیں اور آسمان دنیا تک جا پہنچتے ہیں۔ یہ حدیث شریف لمبی ہے۔ میں اس کو بارہا اس مجلس میں پیش کر چکا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالےٰ ملائکہ عظام سے فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔

آپ اخلاص سے اس مجلس میں آئیے انشاء اللہ ہر جمعرات کو مغفرت کا تمغہ ملتا ہے۔ اللہ تعالےٰ جن سے ناراض ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے دروازہ سے دور ہٹا دیتے ہیں۔ جس طرح بیٹا آوارہ مزاج نکل آئے اور خاندان کی عزت کو بٹہ لگائے تو شریف اور دیندار والدین اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتے اسی طرح اللہ نافرمانوں کو ان کے گناہوں کی شامتِ اعمال کے باعث اپنے دروازہ پر آنے کی توفیق نہیں دیتے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنے دروازہ پر آنے اور مغفرت کا تمغہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

اللہ تعالےٰ کا نام

تو ہر کہ و مہ امیر و غریب جانتا اور لیتا ہے۔ لیکن اس کا ایک وہ طریقہ ہے جو اولیاء کرام سکھاتے ہیں۔ اس طریقہ سے اللہ تعالےٰ کا نام لیا جائے تو حجابات کے دروازے کھلتے ہیں۔ یہ فرض عین نہیں ہے۔ لیکن اس کی بے شمار برکتیں ہیں۔ جو اس کا کورس پورا کر لیتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور ناراضگی کا پتہ لگتا ہے۔

اصلاحِ نفس

کے دو طریقے ہیں۔ ۱۔ وہ طریقہ جو اللہ والے سکھاتے ہیں۔ جس جہان میں ہم رہتے ہیں۔ یہ عالمِ ناسوت ہے۔ ایک دوسرا جہان بھی ہے۔ جس کو عالمِ ملکوت کہتے ہیں۔ اُس طریقہ سے جو اللہ والے بتلاتے ہیں اللہ تعالےٰ کا نام لیا جائے تو آہستہ آہستہ عالمِ ملکوت کے حالات کا بھی پتہ لگنا شروع ہو جاتا ہے۔ اشیاء کی حلت و حرمت۔ اشخاص اور اشیاء کی پہچان۔ ان چیزوں کا تعلق عالم ملکوت سے ہے۔ اگر آپ ایک کافر کو ایک پٹھان کی سی شلوار۔ کلاہ اور لنگی پہنا دیں تو اللہ والے بتلا دیں گے۔ کہ یہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔ کیونکہ اس کے دل میں نور ایمان نہیں۔ اور یہ چیز عالم ملکوت سے تعلق پیدا ہونے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ یہ درجہ عالیہ ہے۔ اللہ تعالےٰ جس کو چاہے۔ اس درجہ پر پہنچائے۔

۲۔ اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آنے والوں کی خود بخود اصلاح ہو جاتی ہے۔ یہ بھی اصلاح کا ایک درجہ ہے۔ جن کو یہ درجہ نصیب ہو جاتا ہے۔ ان کو ظاہری برائیوں سے نفرت اور نیکی سے محبت ہو جاتی ہے۔ وہ بُرے آدمیوں سے نفرت اور نیکوں سے محبت کرتے ہیں۔ اس مجلس میں آکر بیٹھنے سے بھی اصلاح کا یہ درجہ نصیب ہو جاتا ہے۔ جب یہاں نہیں آتے تھے تو آپ میں سے اکثر دوسروں میں بیٹھتے اور وقت ضائع کرتے تھے

صدق دل

اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا بڑا ہی آسان ہے۔ انسان کے بچہ کو راضی کرنا مشکل ہے۔ ایک دفعہ صدق دل سے استغفار پڑھنے سے اللہ تعالےٰ راضی ہو جاتے ہیں۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَارِ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ غُفِرَ لَهٗ وَاِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ (رواہ الترمذی و ابوداؤد) (باب الاستغفار والتوبۃ (الفصل الثّانی) ترجمہ۔ ہلال بن یسار بن زید رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ میرے والد میرے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ (ترجمہ۔ میں اس اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں۔ جس کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے خود قائم اور جہان کو قائم رکھنے والا ہے اور میں (اپنے گناہوں سے باز آکر اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں)۔ کہا تو اس کے لئے بخش دیا جائے گا اور اگرچہ وہ میدان جنگ سے بھاگا ہوا ہو میدان جنگ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔

اصلاحِ باطن

کے لئے اللہ والوں کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے کی ضرورت ہے۔ میرے دو مربی ہیں۔ شجرہ میں دائیں طرف والے حضرت دین پوریؒ میری بیعت کے بعد چالیس سال زندہ رہے۔ ان سے میں نے بچپن ہی میں بیعت کی تھی۔ بائیں طرف والے حضرت امروٹیؒ میری بیعت کے بعد بائیس سال زندہ رہے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ان سے بیعت کی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنے دونوں مربیوں کے جوتوں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں نے ان سے جو کچھ لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اسے آپ کو دینے اور آپ کو لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ مجھے آپ کی نجات کی بھی فکر ہے۔ اس کے علاوہ مجھے ذاتی طمع بھی ہے کہ آپ کی نیکیوں کی برکت سے مجھے مرنے کے بعد بھی

ثواب ملتا رہے گا۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ (رواہ مسلم۔ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ کتاب العلم الفصل الاول)۔ (ترجمہ۔ جو شخص کسی نیکی کی طرف رہنمائی کرے۔ اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ جتنا اس نیکی کرنے والے کو) اللہ تعالےٰ مجھے آپ کی روحانی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

لذّت

اللہ کے نام میں جو لذت ہے۔ اس کے مقابلہ میں ساری دنیا ہیچ ہے مرنے کے بعد دنیا کی سب چیزیں یہیں رہ جائینگی۔ اللہ تعالےٰ کا نام وہاں بھی کام آئے گا۔

ایک ایک قدم

آپ دور دور سے اللہ کا نام سیکھنے آتے ہیں۔ آپ کا ایک ایک قدم عبادت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (الحدیث) (متفق علیہ) (حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے)۔ آپ اس نیت سے آتے ہیں کہ حلقہ ذکر میں شامل ہوں "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو جائے۔

دُعا

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپکو استقامت عطا فرمائے۔ کم از کم دوسرے نمبر کی اصلاح نفس کرنے اور بُری مجالس اور آدمیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ پہلے درجہ کی اصلاح کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن سوائے اس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا: (۱) حاکمِ عادل۔ (۲) اور وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا ہو۔ (۳، ۴) اور وہ دو اشخاص جو باہم صرف اللہ کے لئے دوستی کریں، جب جمع ہوں تو اسی کیلئے اور جب جدا ہوں تو اسی کیلئے۔ (۵) اور وہ شخص جس کو کوئی منصب اور جمال والی عورت زنا کیلئے بلائے اور وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اس لئے نہیں آسکتا۔ (۶) اور وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ اس کے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (۷) اور وہ شخص جو خلوت میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جائیں۔ (بخاری: ٦٦٠)

مجلس ذکر منعقدہ ۲ر جمادی الاخری سنہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۳ر دسمبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

اللہ والوں کی صحبت کے بغیر کتاب و سنت کا رنگ نہیں چڑھتا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔ اَمَّا بَعۡدُ

عرض یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کے بندوں کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ خواہشات نفسانی کے بندے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ ؕ الآیہ (سورۃ الفرقان ع ۴۔ پ ۱۹۔ (ترجمہ۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا۔ جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔) ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب نہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنی خواہشات نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں وہ اپنی خواہشات نفسانی کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع۔ دونوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ (اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَ اللّٰہِ کَمَنۡۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ الآیہ۔ (سورۃ آل عمران ع ۱۷ پ ۴)۔ (ترجمہ۔ آیا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا تابع ہے۔ اس کے برابر ہو سکتا ہے جو غضب الٰہی کا مستحق ہوا؟)

خوشخبری

چونکہ ہر حلقۂ ذکر میں بعض احباب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو خوشخبری سناتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں ملائکہ عظام جمع ہو کر ذکر کرنے والوں کو اپنے پروں سے ڈھانک لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ حاصل اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ عظام سے فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب ذکر کرنے والوں کو بخش دیا۔ اگر نیت میں اخلاص ہو تو حلقہ ذکر میں شامل ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہر جمعرات کو مغفرت کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے جو لائسنس جاری کئے جاتے ہیں۔ ان کی ہر سال تجدید کرانی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہشت میں داخلہ اور دوزخ سے براۃ کا جو لائسنس عطا فرماتے ہیں۔ اس کی ہر ہفتہ تجدید فرما دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ مغفرت پہلے بھی دائمی ہی تھی۔ پھر ہر جمعرات کو اسکی تجدید مزید ہو جاتی ہے

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا تمغہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

زندگی کا نصب العین

رسول اللہؐ سے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کروایا ہے۔ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ○ (سورۃ الانعام ع ۲۰ پ ۸)۔ (ترجمہ۔ کہدیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں)۔ رسول اللہؐ کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ الآیۃ (سورۃ الاحزاب ع ۳ پ ۲۱)۔ (ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہؐ میں اچھا نمونہ ہے)۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا نصب العین ہے۔ وہی ہماری زندگی کا بھی نصب العین ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

نیک آدمی

بعض ایسے بھی ہیں کہ کبھی کسی نیک آدمی کے پاس بیٹھے ہی نہیں۔ اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے زندگی کے اس نصب العین کا پتہ ہی نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان کروایا گیا ہے۔ ان کی زندگی کا نصب العین فقط کمانا کھانا بچے جننا ہے۔ انسان اس اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے راستہ پر خود نہیں چل سکتا۔ جب تک اس کو چلایا نہ جائے۔ اسی غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو بھجوایا۔ اور آسمان سے کتب سماویہ نازل فرمائیں تمام شرائع کا حاصل یہی تھا کہ انسانوں کو ان کی زندگی کا وہ نصب العین سمجھایا جائے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہے۔

رسول اللہؐ کی رسالت

اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی رسالت میں فرق ہے۔ تمام انبیائے سابقین علیہم السلام کی نبوتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں یہ خوبی اور کمال ہے۔ کہ یہ قیامت تک منسوخ نہیں ہوگی۔ اور اس کو منسوخ کرنے والا کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے۔ کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ جس طرح رسول اللہؐ کے بعد اور نبی نہیں آئے گا۔ اسی طرح آپؐ کو جو کتاب (قرآن مجید) دی گئی۔ وہ آخری کتاب ہے اس کے بعد کوئی اور آسمانی کتاب نازل نہ ہوگی جو قرآن مجید کی ناسخ ہو۔ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے قرآن مجید ہی دستور العمل رہے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو رسول اللہؐ کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

نیکی کا ارادہ

اگر انسان نیکی کا ارادہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ مددگار ہوتے ہیں۔ اگر یہ برائی کا ارادہ کرے تو شیطان مددگار ہوتا ہے۔

اللہ والوں

جب تک انسان اللہ والوں کی صحبت میں نہ جائے۔ اس پر رنگ نہیں چڑھ
کسی نے فارسی میں ٹھیک کہا ہے

؎ بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

اُردو میں بھی یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اگر گھر بیٹھے رنگ چڑھ جاتا۔ تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کے بھجوانے کی کیا ضرورت تھی؟ اللہ تعالےٰ ہر دَور کے لئے نیا نبی بھجواتے رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا الآیۃ (سورۃ القصص ع ۶ پ ۲۰)۔ (ترجمہ اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا۔ جب تک کہ انکے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے) قرآن مجید کی اصطلاح میں لاہور پہلے پنجاب اور اب مغربی پاکستان کا ام القرٰے ہے۔ یہی لاہور علومت کا مرکز ہے۔ کسی زمانہ میں یہاں تیرہ کالج تھے۔ خدا جانے اسکول کتنے تھے۔ ایک اسلامیہ کالج کے ماتحت پانچ ہائی اسکول ہیں۔ صرف شیرانوالہ اسکول میں کسی زمانہ میں ۱۴ سو طالب علم تھے۔ صدر مقام میں جو چیز بھی نئی آجائے وہ شاخوں میں خود بخود پھیل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بڑے بڑے اولیاء کرام آئے ہیں۔

صحبت کے متعلق

اللہ تعالےٰ نے بھی حکم دیا ہے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ الآیۃ (سورۃ الکہف ع ۴ - پ ۱۵) ترجمہ (تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے)۔

اللہ تعالےٰ ہمیں ان حضرات کی صحبت میں رہنے کا حکم دے رہے ہیں جنکی زندگی کا مقصد نہ سیٹھ اور نہ چوہدری بننا ہے اور نہ عہدہ بڑھانا ہے۔ ان کو فقط اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب محبوب اور مقصود ہے۔ وہ صبح شام یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے الفاظ میں جان اور ان کی صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس کی رضاء کو اپنی زندگی کا نصب العین بنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

کسی فن میں

کمال حاصل کرنے کے لئے اس فن کے کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے کی ضرورت ہے۔ بی اے کے لئے چودہ سال لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کے مقرب بندوں کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے کی ضرورت ہے

ایک مثال

حضرت امروٹیؒ کا ایک مخلص خادم تھا اس کا نام حاجی اللہ ورایا تھا۔ حضرتؒ کے لنگر کے قریب کچھ کھجور کے درخت تھے دارالحفاظ کے بچے چھٹی کے وقت کچی کھجوریں توڑ کر کھاتے تھے۔ ایک شخص نے حضرتؒ سے شکایت کی۔ حضرتؒ کا مزاج جلالی تھا۔ اولیاء کرام کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ جلال الٰہی کے مظہر۔ (۲) جمال الٰہی کے مظہر۔ حضرت امروٹیؒ جلال الٰہی کے مظہر تھے۔ اور حضرت دین پوریؒ جمال الٰہی کے مظہر تھے۔ صاحب جلال پہ پنہ کو بھی برداشت نہیں کرتا۔ اور صاحب جمال سب کچھ برداشت کر جاتے ہیں۔ حضرت دین پوریؒ کو اتنا ستایا گیا کہ اگر آپ ولی نہ ہوتے تو یا خودکشی کر لیتے یا دوسرے کو مار ڈالتے۔ حضرت امروٹیؒ نے حاجی اللہ ورایا سے فرمایا کہ ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ تاکہ ان کو سزا دوں۔ حاجی اللہ ورایا جاہل مطلق تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ لنگر سے مہمانوں کے سامنے کھانا لا کر رکھ دینا اور خالی برتن واپس لنگر میں پہنچا دینا۔ لیکن حضرتؒ کی صحبت میں اس پر رنگ چڑھا ہوا تھا۔ اس کے مُنہ سے بلاساختہ نکلا کہ حضرت! سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔ اس نے حضرتؒ کی طبیعت کا رخ پھیر دیا اور آپؒ خاموش ہو گئے۔ یہ ہے صحبت کا رنگ۔ اولیاء اللہ پر اگر کوئی احسان کرتا ہے تو وہ فوراً بدلہ دیتے ہیں۔ مثلاً کسی نے جوتا اٹھایا تو اس کے دل پر فوراً توجہ کرتے ہیں اور اس کا دل زندہ ہو جاتا ہے۔ حاجی اللہ ورایا حضرتؒ کا بے دام غلام تھا۔ اور اسکی خدمت کا بدلہ اس کو یہ ملا کہ اسکی ہستی اللہ تعالےٰ کی رضا میں فنا ہو چکی تھی ؎

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاکِ بے جان کر دے

اللہ تعالےٰ کے دروازہ

پر جو آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں۔ ان پر انشاء اللہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ یہاں جو باتیں آپ کو سنائی جاتی ہیں۔ وہ نہ اسکولوں اور کالجوں نہ دفاتر اور بازار میں سنائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو سدا ہی اپنے دروازہ پر آنے۔ مجھے یہ باتیں آپ کو سنانے اور آپ کو سننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین اس نیت سے اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آیا کیجئے کہ اے اللہ محتاج ہوں۔ تیرے دروازہ پر آیا ہوں تو مغفرت کے لائسنس کی تجدید فرما دے میں آپ کی جو خدمت کر رہا ہوں۔ یہ اللہ تعالےٰ کرا رہا ہے۔ میں نہیں کر رہا اللہ تعالےٰ جس سے چاہے کام لے لے۔ کیا میں سب سے بڑا عالم ہوں نہیں مجھ سے بڑے بڑے علماء کرام یہاں موجود ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھ سے کام لے رہا ہے۔ یہ اس کا احسان ہے فارسی میں کسی نے ٹھیک کہا ہے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمیں کنی
منت ازو شناس کہ بخدمت گزاشت

ترجمہ۔ اگر تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے تو یہ نہ سمجھ کہ اس پر احسان کر رہا ہے بلکہ اس کا یہ تجھ پر احسان ہے کہ تجھ سے خدمت لے رہا ہے۔ ورنہ تیرے جیسے اس کے اور بہت سے خادم ہیں۔

رضائے الٰہی

میں کہا کرتا ہوں کہ مسلمان کا ہر کام عبادت ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت بنا لی جائے۔ اگر کسی کام میں یہ نیت سمجھ نہ آئے تو مجھ سے پوچھ لیا کیجئے۔ دیکھئے میں عرض کرتا ہوں سب سے بڑی دنیاداری میاں بیوی کا تعلق ہے۔ لیکن اگر بیوی کی خدمت اس نیت سے کی جائے کہ اللہ تعالےٰ کو ضامن بنا کر اس کو اپنے گھر میں لایا ہوں۔ اگر اسکی میں نے خدمت کی تو یہ قیامت کے دن شہادت خیر دیگی۔ اگر اس نے شکایت کی کہ اے اللہ یہ مجھے ستاتا تھا تو مجھے اسکی سزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اسکی ناراضگی سے بچنے کیلئے بیوی کی خدمت کرنا عبادت ہے۔

دُعا اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو سدا ہی اپنے دروازہ پر آنیکی توفیق عطا فرمائے۔ ہم سب کا خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے۔ ہماری قبروں کو بہشت کے باغوں میں سے باغ بنائے ہمیں رسول اللہ صلعم کے حوض کوثر سے پانی پلائے اور دوزخ سے بچائے۔ بہشت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

مجلس ذکر منعقدہ ۹ رجمادی الاخری ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انسانوں کی تربیت کرتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - اَمَّا بَعْد

تمہید

میں دعا کرتا ہوں کہ جو احباب اس مجلس میں خالصاً لوجہ اللہ شریک ہونے کے لئے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رضا کا تمغہ عطا فرمائے۔ اس مجلس کا مقصد یہ ہے کہ میرا اور آپ کا تعلق باللہ درست ہو جائے۔ ذکر تو آپ ہر جگہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس مجلس میں شامل ہونے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ میں اصلاح باطن کیلئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔

تربیت گاہ

دنیا میں تربیت گاہیں کئی ہیں۔ درزی لوہار وغیرہ کے پاس بچہ کو اس لئے بٹھایا جاتا ہے کہ وہ کامل کی تربیت گاہ میں رہ کر وہ فن سیکھ لے۔ جس میں اس کامل کو کمال حاصل ہے۔ یہ سب مربی ہیں اور ہر مربی کی اپنی اپنی تربیت گاہ ہے اللہ تعالےٰ حقیقی مربی ہیں۔ سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ رب کے معنی ہیں تربیت کرنے والا انگریزی اسکولوں یا عربی مدارس کے اُستاد جن کے پاس بچے پڑھنے آتے ہیں وہ بھی مربی ہیں۔

بچوں کی قسمیں

اسکول و مدارس میں تربیت پانے والے بچوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ وہ جو ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔ استاد مار مار کر تھک جاتا ہے۔ یہ روز مار کھاتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی اصلاح کی کوشش نہیں کرتے۔ پنجابی میں کہتے ہیں دو پیاں وسر گیاں۔ (چھڑیاں پڑیں اور بھول گئیں) ۲۔ وہ جو کبھی کبھی مار کھاتے ہیں۔ جب مار پڑی سات آٹھ دن ٹھیک رہے۔ پھر بھول گئے پھر مار کھائی پھر کچھ دن ٹھیک رہے۔ ۳۔ وہ جو استاد کے ڈر سے روزانہ سبق یاد کر کے آتے ہیں۔ وہ استاد کو انہیں سزا دینے کا موقعہ ہی نہیں دیتے۔

اللہ تعالیٰ

بھی رب العٰلمین ہیں۔ وہ جسمانی مربی بھی ہے اور روحانی مربی بھی۔ اس کے جسمانی مُربّی ہونے کا ذکر بارھویں پارہ کی پہلی آیت میں آتا ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا

ترجمہ۔ اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اسکی روزی اللہ پر ہے۔

وہ ماں کے پیٹ میں بچہ کو خون طمس پلاتا ہے۔ اس جہان میں آنے کے بعد پہلے دودھ اور پھر نرم چاول بھگو کر کھلاتا ہے۔ دانت نکلنے کے بعد روٹی کھلاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ حیوانات کا بھی مربی ہے انسان بھی ایک لحاظ سے حیوان ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کے اندر حیوانیت کے علاوہ روحانیت بھی ہے جس کی وجہ سے یہ مکلّف ہے۔ اور باقی حیوانات مکلف نہیں۔ یہ احکام الٰہی کا مخاطب بن سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسکی تربیت کے لئے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کو اپنا نائب بنا کر مبعوث فرماتے رہے ہیں۔

دستور العمل

انسان کی روحانی تربیت کیلئے اللہ تعالےٰ انبیاء علیہم السلام کو وقتاً فوقتاً کتب سماوی کی شکل میں دستور العمل عطا فرماتے رہے ہیں آخری دستور العمل قرآن مجید ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ انسانیت کا رنگ ہے قرآن۔ رنگ فروش ہیں علماء کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ انسان صحیح معنوں میں انسان تب بنتا ہے۔ جب اس پر قرآن کا رنگ چڑھتا ہے۔ علم پڑھنے کے بعد انسانیت کا رنگ نہیں چڑھتا۔ انسان وہ ہے جس میں انس و ہمدردی ہو۔ انسانوں کو آپس میں لڑانے والے عالم ہی تو ہیں۔

الہام جبلّی

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ انسان کے سوا تمام حیوانات کی رہنمائی الہام جبلی سے فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی زندگی کا سارا پروگرام براہ راست ہر فرد کے دل پر القا فرما دیتے ہیں۔ انسان کے لئے دوسرا قانون ہے اسکی جسمانی ضروریات کے لئے بھی اور روحانیت تربیت کے لئے بھی ایک کے دل پر القا فرماتے ہیں۔ اور باقی سب اسکی اطاعت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

تربیت پانیوالے

جس طرح ہر مربی کے زیر سایہ تربیت پانے والوں کی تین قسمیں ہیں۔ اسی طرح تعلق باللہ کے لحاظ سے انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پڑھا اور اسلام کے سکول میں داخل ہو گئے۔ اس اسکول کا نصاب تعلیم قرآن مجید ہے۔ عالم ربانی پڑھانے والے ہیں۔ عالم ربانی وہ ہے جو علم رب پڑھائے۔ علم رب سے مراد ہے کلام اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تعلق باللہ

کے لحاظ سے انسانوں کی تین قسمیں یہ ہیں۔

؎ نہ صورت نہ سیرت نہ خال و نہ خط
مجبوب نامش نہادند غلط

۱۔ یہ وہ ہیں جن کو نہ قرآن ناظرہ آتا ہے نہ قرآن کے معنی آتے ہیں۔ یہ روزانہ اپنے گناہوں کی شامت کے باعث مار کھاتے ہیں۔ یعنی دنیا کی زندگی میں تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہیں آتے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

ترجمہ۔ عمل کے بدلہ سے غافل نہ ہو۔ (جیسا کروگے۔ ویسا بھروگے)۔ گندم بوئی گئی تو گندم پیدا ہوگی۔ اور جو بوئے گئے تو جو پیدا ہوں گے۔ یہ ڈھیٹ ہیں۔ کبھی بیوی روٹھ گئی۔ کبھی بیٹے نے بے عزتی کر دی۔ یہ گناہ کی شامت ہے۔ کیا بادشاہ سے بغاوت کرنے والا کبھی چین سے بیٹھ سکتا ہے۔ دریا میں رہنا اور خواجہ خضر سے بیر۔ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرنیوالے

کو چین مل سکتا ہے؟ ؎
این خیال است و محال است و جنوں
۲۔ اس قسم کے انسانوں کے پاس اگرچہ دولت بہت ہو۔ مگر ان کو چین نصیب نہ ہوگا۔ اکثر مسلمان ڈھیٹ ہیں۔ کسی کی بیوی کہا نہیں مانتی۔ کسی کی اولاد نافرمان ہے۔ وہ جو کبھی کبھی مار کھاتے ہیں۔ بیوی نے غلطی کی ان کو غصہ آ گیا اور اس کو بری طرح پیٹا اور وہ روٹھ کر میکے چلی گئی۔ پھر ہوش آئی کہ غلطی میری تھی۔ بیٹے کو مارا۔ وہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد تسلیم کرتے ہیں کہ بے شک بیٹے نے قصور کیا تھا لیکن مجھے اتنا نہیں مارنا چاہیئے تھا۔ یہ وہ ہیں جو کبھی کبھی مار کھا کر ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

(۳) ان کا ذکر قرآن مجید کی ان آیات میں آتا ہے۔ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ ھُوَ اَعْمٰی ط اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۙ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ۙ وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ط وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ ج سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ط (سورۃ الرعد ع ۳ ۔ پ ۱۳)۔ (ترجمہ۔ بھلا جو شخص جانتا ہے۔ کہ آپ کے رب سے آپ پر جو اترا ہے حق ہے۔ اس کے برابر ہو سکتا ہے جو اندھا ہے۔ سمجھتے تو عقل والے ہی ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ اور اس عہد کو نہیں توڑتے اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کے ملانے کو اللہ نے فرمایا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضامندی کے لئے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرتے ہیں۔ انہیں کیلئے آخرت کا گھر ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ خود بھی رہیں گے اور ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیکوکار ہیں۔ اور ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے۔ کہیں گے تمہیں سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے۔ پھر آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے)۔ یہ وہ حضرات ہیں۔ جن کا تعلق باللہ اور تعلق بالمخلوق دونوں درست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں یہ ہیں عقلمند۔ ایک ایک صفت پر غور کیجئے کہ ہم میں عقلمند کتنے ہیں اور احمق کتنے ہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ جہان احمقوں کا ہے۔ یہاں احمق سارے اور عقلمند کوئی۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس کی تربیت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

دو چیزوں کی ضرورت

اپنے آپ کو انسان بنانے کے لیئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ۱۔ قرآن مجید کی تعلیم۔ ۲۔ اللہ والوں کی صحبت

صحبت کا حکم

اللہ تعالےٰ نے صحبت کا ہمیں حکم دیا ہے وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ ج تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج الآیہ (سورۃ الکھف ع ۴ ۔ پ ۱۶)۔ (ترجمہ۔ تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے۔

حلقۂ ذکر

میں جو احباب ہمیشہ شامل ہوتے ہیں وہ خود غور کریں کہ پہلے کیا تھے اور اب کیا ہیں۔ خیالات اور اعمال میں کتنی تبدیلی آئی ہے۔ اگر مثلاً پہلے سینما روز جاتے تھے تو اب درس اور ذکر قضا کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

ہر چیز میں تاثیر ہے

اگر خشخاش کے دانہ کے برابر کونین میں تاثیر ہے۔ اگر نمک کے ذرہ میں تاثیر ہے۔ تو کیا اللہ تعالےٰ کے نام میں تاثیر نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کے نام میں بڑی تاثیر ہے۔ درس اور ذکر میں ہمیشہ آنیوالے خود گواہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے نام میں کتنی تاثیر ہے۔ قرآن مجید کانٹا بدل دیتا ہے۔ جن کی زندگی کی گاڑی جہنم کی لائن پر سرپٹ دوڑی جا رہی تھی۔ قرآن مجید نے کانٹا بدل کر ان کی زندگی کی گاڑی کو جنت کی لائن پر چلا دیا۔ قرآن مجید خود نہیں بولتا۔ بولتا قرآن دان ہے۔ لیکن کانٹا قرآن مجید کی برکت سے بدلتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے دروازہ

پر جو اخلاص سے آتے ہیں۔ وہ ان کو خالی نہیں لوٹاتا۔ جو نہیں آتے۔ اللہ تعالےٰ ان کو دینے نہیں جانتے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو اپنے دروازہ پر بلاتا ہے۔ وہ مقلب القلوب ہے۔ جس سے راضی ہو اس کا رخ اپنے دروازہ کی طرف پھیر دیتا ہے۔ جس سے ناراض ہو اس کو اپنے دروازہ سے ہٹا دیتا ہے۔

دعا

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ اپنے دروازہ پر مرتے دم تک آنے اور قرآن مجید سننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مجلسِ ذکر منعقدہ ۱۶ر جمادی الاخری ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۷ر دسمبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

نصابِ تعلیم ذکرِ الٰہی کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے دُنیا کی ہر چیز ذاکر نظر آتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد

مسلمان پہلے اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ ؐ کے ارشادات کو عقیدتاً مانتا ہے ۔ لیکن اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام کی برکت سے بصیرتاً ماننے لگتا ہے ۔ عقیدت اور بصیرت میں فرق ہے ۔ عام طور پر مسلمان اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر دل سے مہر تصدیق لگاتے ہیں ۔ یہ عقیدتاً ماننا ہے ۔ بصیرتاً ماننے کے یہ معنی ہیں ۔ کہ باطن کی آنکھوں سے دیکھ کر مانے ۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں ۔ جس سے آپ دونوں کا فرق سمجھ جائیں گے ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ ط الایہ (سورہ بنی اسرائیل ع ۵ ۔ پ ۱۵) ۔ (ترجمہ ۔ اور ایسی کوئی چیز نہیں جو اسکی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو ۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ۔) اِنْ اور اِلَّا کلمہ حصر کا ہے ۔ اس کے یہ معنی ہونگے کہ زمین اور آسمان کی ہر چیز اللہ تعالےٰ کی تسبیح کر رہی ہے ۔ زمین ۔ درخت ۔ پہاڑ سب ذاکر ہیں ۔ کیونکہ زمین بھی ایک شے ہے ۔ درخت بھی ایک شئے ہے ۔ اور پہاڑ بھی ایک شئے ہے ۔ ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان بالکل ٹھیک ہے ۔ اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے ۔ یہ عقیدتاً ماننا ہے ۔ اولیائے کرام کے جوتوں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا جائے تو یہ قال حال بن جاتا ہے اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام کی برکت سے ایک درجہ ایسا آتا ہے کہ زمین ۔ درخت کا ہر پتہ پہاڑ غرضیکہ ہر چیز ذاکر نظر آتی ہے

اسکی مثال

جس کے ہاتھ میں ٹیلیفون کا ریسیور (RECEIVER) وہ تو سب کچھ سنتا ہے ۔ لیکن پاس بیٹھا ہوا دوسرا شخص نہیں سنتا ۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ جن کو باطن کی بینائی عطا فرماتے ہیں ۔ وہ ہر چیز کا ذکر سنتے ہیں ۔ ان کے پاس بیٹھا ہوا باطن کا اندھا کسی چیز کے ذکر کو نہیں سنتا ۔

اولیاء کرام

میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اولیاء کرام کے جوتوں کی خاک کے ذروں میں سے جو موتی ملتے ہیں ۔ وہ بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے ۔ نہیں ہوتے ۔ نہیں ہوتے ۔ اللہ تعالیٰ میرے دونوں مربیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے ۔ میرے دل میں انکی بڑی عزت ہے ۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے ۔ انہیں کی دعاؤں سے ملا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی میرے دل میں اتنی قدر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ اے میرے بندے یا یہ نعمت واپس دیدے تو میں اسکے عوض تجھے تاج شاہی پہنا دوں گا ۔ تو میں عرض کروں گا اے اللہ ! آپ تاج شاہی کسی اور کو پہنا دیں ۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ۔ میرے پاس یہ نعمت ہی رہنے دیجئے ۔

میں کہا کرتا ہوں کہ رنگ ہے قرآن صِبْغَۃَ اللّٰہِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ز الایہ (سورۃ البقرہ ع ۱۶ پ ۱) ۔ (ترجمہ ۔ اللہ کا رنگ ۔ اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے) اس رنگ کے رنگ فروش ہیں علماء کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام ۔ علماء کرام تو قرآن مجید کے معنی اور مطالب سمجھا دیتے ہیں ۔ یہ قال ہے صوفیائے عظام اپنی صحبت میں بٹھا کر اس قال کو حال بنا دیتے ہیں ۔

ہر چیز ذاکر ہے ۔ میں نے قرآن مجید کی جو آیت پڑھی ہے ۔ علماءِ کرام تو آپ کو اس کا مطلب سمجھا دیں گے ۔ لیکن اگر آپ کسی کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ تک عقیدت ۔ ادب اور اطاعت سے رہ کر اپنی تربیت کرائیں اور اللہ تعالےٰ کا فضل بھی آپ کے شاملِ حال ہو جائے ۔ اس کے بعد آپ کو محسوس ہوگا کہ ہر چیز ذاکر ہے ۔ پھر اگر ساری دنیا کہے کہ نہیں یہ غلط ہے تو آپ کہینگے کہ میرے اللہ کا فرمان سچا ہے ۔ اور ساری دنیا جھوٹی ہے ۔

مرنے کے بعد

انسان ایک بار کلمہ بھی نہیں پڑھ سکتا جس طرح ملزم جب گرفتار ہو جائے ۔ تو اس کو نہ اپنے گھر جانے کی اجازت دی جاتی ہے ۔ اور نہ وہ کسی سے مل سکتا ہے ۔ اسی طرح درخت جب ہرا بھرا ہے تو اس کی ہر ٹہنی اور ہر پتہ ذکر میں مشغول ہوتا ہے ۔ لیکن جب اس کی ٹہنی کٹ جائے تو وہ ٹہنی اور اس پر جتنے پتے ہیں ۔ سب مر جاتے ہیں پھر ان کا ذکر ختم ہو جاتا ہے ۔ زمین بھی ذاکر ہے ۔ لیکن جب مٹی کھود لی جائے اور اس کی اینٹیں بھٹہ میں پکا لی جائیں تو وہ مر گئی ۔ کسی عارف نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے ؎

بشنو از نئے چوں حکایت می کند
وازِ جدائیہا شکایت مے کند

(ترجمہ ۔ بانسری جب اپنی حکایت بیان کرتی ہے تو اس کو سنو ۔ اور وہ (اصل سے) جدا ہونے کی شکایت کرتی ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ بانسری اپنی اصل سے کٹ کر رو رہی ہے ۔ جب اصل کے ساتھ وابستہ تھی تو ذاکر تھی ۔ جب اصل سے کٹ گئی تو مر گئی ۔

سب کی اصل

اللہ جل شانہٗ ہیں ۔ غافل انسان جب اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ لیتا ہے تو وہ اصل سے کٹ جاتا ہے اور مر جاتا ہے ۔ وہ اللہ اور رسول اللہ ؐ کی اصطلاح میں مردہ ہے ۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے :۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ

لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ (متفق علیہ)
(ترجمہ۔ ابو موسیٰؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو نہیں کرتا۔ زندہ اور مردہ کی سی ہے)

اَللّٰہ ھُوْ کا کورس

جس طرح مدارس عربیہ اور بی اے کا ایک کورس ہے اس کو پڑھ لینے کے بعد عالم عربی اور بی اے انگریزی کی ہر کتاب پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح اَللّٰہ ھُوْ کے پاک نام کا بھی ایک کورس ہے۔ جب انسان کی تکمیل ہو جاتی ہے تو ہر چیز ذاکر نظر آتی ہے۔ پھر پتہ لگتا ہے کہ کوچوان غافل اور گھوڑا ذاکر ہے۔ ذاکر پر غافل سوار ہو تو اے غافل انسان! تجھے شرم آنی چاہیئے۔ گدھا ذاکر ہے۔ وہ دو ڈیوٹیاں دے رہا ہے۔ مالکِ حقیقی کا ذکر کر رہا ہے اور مالکِ مجازی کا بوجھ اٹھا رہا ہے۔ اسی طرح بیل بھی دو ڈیوٹیاں دیتا ہے۔ اے غافل انسان تجھ سے تو گدھا ہی اچھا ہے تو کتے سے بھی بدتر ہے۔ کتا سوکھا ٹکڑا کھا کر اپنے مجازی آقا کا وفادار اور تو مالک حقیقی کا غدار

انسان سب کا مخدوم

ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا الآیۃ (سورۃ البقرہ ع ۳ ۔ پ ۱)۔ (ترجمہ۔ اللہ وہ ہے۔ جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا ہے)
گھوڑا۔ بیل۔ اونٹ اور گدھا سب انسان کی خدمت کیلئے ہیں اور انسان اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے ہے۔ اگر یہ ڈیوٹی پوری کرے تو یہ خلقت کے لحاظ سے بھی اعلےٰ اور نتیجہ کے لحاظ سے بھی اعلےٰ۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ (سورۃ التین پ ۳۰)
(ترجمہ۔ بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔

اگر انسان

اپنی ڈیوٹی پوری نہ کرے تو یہ کتے بیل۔ گدھے اور گھوڑے وغیرہ سب سے بدتر ہے۔ وہ سب ذاکر اور یہ غافل۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۴۴

۴۴ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ (سورۃ التین ۳۰) ـــ (ترجمہ۔ پھر ہم نے اسے سب سے نیچے پھینک دیا) اگر پہلی جماعت والا بچہ سالانہ امتحان میں پاس ہو جائے تو وہ سب کی نظر میں عزیز ہوگا۔ اگر بی اے والا فیل ہو جائے تو وہ ذلیل ہوگا۔ اسی طرح اگر انسان غافل ہے اور کتا۔ گدھا۔ گھوڑا۔ اور بیل وغیرہ ذاکر ہیں تو غافل انسان ان سب سے بدتر ہے۔
یہ بدبخت انسان اللہ تعالیٰ کی بےشمار نعمتیں کھاتا ہے۔ پلاؤ۔ زردہ۔ کیک۔ بسکٹ۔ بکریاں اور مرغیاں سب کچھ کھا جائے اور ایک دفعہ بھی یہ دعا نہ پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (ترجمہ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمانوں میں سے بنایا۔) کتا سوکھے ٹکڑے کھا کر دن رات مالک کے دروازہ پر پہرہ دیتا ہے۔ اس بدبخت انسان سے تو کتا ہی اچھا ہے۔

دُعا

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو انسان بنائے۔ اپنے دروازہ پر سدا آنیکی توفیق عطا فرمائے اور اَللّٰہ ھُو کے پاک نام کی برکتوں سے مستفیض فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا دو آنکھیں ایسی ہیں کہ انہیں آگ نہیں چھو سکتی۔ ایک وہ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزار دی۔ (سنن ترمذی: ۱۶۳۹)